اللہ! اپنے فضل عمیم اور رحمت عالمیاں مصطفےٰ ﷺ اور ان کی آلِ پاک طیبین الطاہرین اور
ان کے اصحاب پاک مکرمین المعظمین الصادقین کا صدقہ ہمیں حق بیان کرنے اور حق پر عمل
کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین بجاہِ سید المرسلین

از

روئے قرآن



مصنف

علامہ ابو العطاء محمد اللہ دتہ قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا اللہ! اپنے فضل عمیم اور رحمت عالمیاں مصطفےٰ ﷺ اور ان کی آل پاک طیبین الطاہرین اور ان کے اصحاب پاک کرمین المطہمین الصادقین کا صدقہ ہمیں حق بیان کرنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین

اہلِ ذکر کا بیان

از

روئے قرآن

مصنف

علامہ ابو العطاء محمد اللہ دتہ قادری

خطیب جامع مسجد المصطفےٰ آباد (ر.ی) [illegible]

-- محمدیہ رضویہ فاروقیہ شادیوال (گجرات)

نام کتاب

اہلِ ذکر کا بیان از روئے قرآن

کمپوزنگ

احسان احمد گجرات

تعداد...... 1100

صفحات...... 208

ہدیہ...... 150

مصنف

علامہ ابوالعطاء محمد اللہ دتہ قادری

خطیب جامع مسجد المصطفےٰ آباد (رتی ٹبی) چک ۱۲ ضلع شیخوپورہ

ناشر محمدیہ رضویہ فاروقیہ شادیوال (گجرات)

فہرست





بسم اللہ الرحمن الرحیم

......تقریظ اول......

پیر طریقت، رہبر شریعت، سید مشرف حسین شیرازی قادری علی پور سیداں شریف

واضح رہے کہ شیعہ لوگوں کے عقائد میں زبردست یعنی شدید تضاد ہے۔ ان کی کتب میں حضرات اہل بیت کرام سلام اللہ علیہم کی شان حد سے زیادہ بڑھا کر بیان کیا ہے اور محب مفرط ہونے کا ارتکاب کیا ہے اور ان ہی کی کتابوں میں ایسی روایات بھی بہت ملتی ہیں جن سے اہل بیت کرام کی حد درجہ گستاخیاں بھی بیان کی گئی ہیں۔

اسی طرح ان کے مذہب کی بنیاد ہے صحابہ کرام کی گستاخیاں بلکہ کفر و نفاق کو بیان کرنا۔ ایسی روایات راویانِ سبائی ٹولہ کی بیان کردہ ہیں اور دوسری طرف ائمہ اہل بیت کرام کی ایسی روایات بھی بکثرت موجود ہیں جن سے صحابہ کرام کی مدح اور عظمت ثابت ہوتی ہے اور اُن کا مومن مخلص ہونا جنتی ہونا ثابت ہے۔ مثلاً حضرت امام جعفر صادق سے لے کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک سب ائمہ اہل بیت کا فتویٰ ہی صحابہ کو برا نہ کہو وہ اسلام کے سچے خادم تھے۔ عَنِ الصَّادِقِ عَنْ اٰبَآئِہٖ عَنْ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اُوْصِیْکُمْ بِاَصْحَابِ نَبِیِّکُمْ لَا تَسُبُّوْہُمُ الَّذِیْنَ لَمْ یُحْدِثُوْا بَعْدَہٗ وَلَمْ یُؤْوُوْا مُحْدِثًا فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصٰی بِہِمْ حضرت امام جعفر صادق اپنے آباؤ ائمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

مسلمانو! میں تمہیں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے متعلق وصیت کرتا ہوں کہ انہیں برا نہ کہو۔ کیونکہ انہوں نے آپ کے بعد کوئی کام خلاف اسلام نہیں کیا اور نہ ایسا کرنے والوں کو دوست بنایا اور نہ پناہ دی ہے۔ نبی علیہ السلام نے بھی ان کے متعلق یہی وصیت کی ہے۔

مقام غور! اب شیعہ حضرات کو چاہیے کہ صحابہ کرام پر بے بنیاد الزام تراشیوں سے باز آجائیں۔ کیونکہ انتہائی معتبر کتاب سے نبی علیہ السلام اور ائمہ اہل بیت کرام، صحابہ کرام کی ذات کو خلفائے ثلاثہ کو تمام الزامات سے بری قرار دے رہے ہیں۔ (بحار الانوار صفحہ ۲۰۶ جلد ۲۲ باب فضل المہاجرین)

نبی علیہ السلام نے فرمایا طُوْبٰی لِمَنْ رَّاٰنِیْ وَطُوْبٰی لِمَنْ رَّاٰی مَنْ رَّاٰنِیْ وَطُوْبٰی لِمَنْ رَّاٰی مَنْ رَّاٰی مَنْ رَّاٰنِیْ خوش نصیب وہ ہے جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ اہل تشیع کی معتبر کتاب قرب الاسناد، شیعہ کی معتبر کتاب۔ بحار الانوار جلد ۲۲ صفحہ ۳۰۵ طبع جدید۔ اللہ تعالیٰ شیعہ فرقے کو راہ مستقیم عطا فرمائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

......تقریظ دوئم......

تاثرات محمد عاصم صدیقی خطیب اعظم وامام جامع مسجد المصطفیٰ

الحمدللہ!...... بزرگوارم والد محترم مناظر اسلام ابو العطاء محمد اللہ دتہ قادری عطاری اپنی علمی قوت اور محنت اور تحقیق کو بروئے کار لاتے ہوئے "اظہار حقیقت الحق" اور تبصرہ ابو العطاء قادری عطاری برہفوات شاہ صاحب دو کتابیں لکھی ہیں۔ الحمدللہ! عقائد اہل سنت و جماعت کو دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے اور شیعوں کے عقائد باطلہ کا کذب قرآن و حدیث مسلم بین الفریقین اور اقوال آئمہ اہلبیت، طیبین، الطاہرین، صادقین سے دلیل مخالف کو ملحوظ رکھتے ہوئے ظاہر فرمایا ہے۔ انشاء اللہ العزیز یہ دونوں کتابیں خواص و عوام اہل سنت کیلئے مفید ثابت ہوں گی۔ فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے۔ میرے صحابہ کو گالی دینے والا کافر ہے۔ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ سَبَّنِیْ فَقَدْ کَفَرَ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَقَدْ کَفَرَ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَجَلِدُوْہُ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے مجھے گالی دی وہ بھی کافر ہے اور جس نے میرے صحابہ کو گالی دی وہ بھی کافر ہے اور جو انہیں گالی دے اُسے کوڑے لگاؤ۔

شیعہ حضرات کی معتبر کتاب جامع الاخبار صفحہ ۱۸۲ فصل ۱۲۵ لہذا اس ارشاد رسول کو مدنظر رکھ کر شیعہ فرقہ فیصلہ کرے کہ ان کی اپنی معتبر کتاب میں موجود ارشاد رسول کی روشنی میں ان کا کردار کہاں تک درست ہے اور وہ ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، امیر معاویہ، جناب طلحہ وزبیر، سیدہ عائشہ صدیقہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برا بھلا کہہ کر کس زمرے میں شمار ہوتے ہیں۔

اس زبوں حالی میں شیعہ پر ہمیں افسوس ہے
ان کے تو ہفوات نے کر دیا دین کو خراب
در اصل اندر عداوت ہے نبی و آل سے
ہے فرع اس کی مطاعن واللہ اعلم بالصواب
آ گئے ان کے مکائد روبرو اہل جہاں
مثل افعیٰ اپنے اندر کھا رہے ہیں پیچ و تاب

اعتراض شاہ صاحب بخاری

۱﴾......اعتراف حقیقت: مولانا ابوالعطاء صاحب کی کتاب ''اظہار حقیقت الحق'' کے شروع میں مولانا مقبول احمد رضوی جلالی صاحب نے دو روائتیں اعتراف حقیقت کے ثبوت میں ''شرح نہج البلاغۃ'' سے ابن ابی الحدید کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''ابوعقیل کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میری جان آپ پر قربان کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارے حقوق کے بارے میں کچھ ظلم کیا یا تمہارے حق دبائے رکھے''۔ فرمایا: نہیں! اللہ کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ وہ تمہارے جہانوں کیلئے نذیر بن جائے۔ ہمارے حقوق میں سے ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا۔ میں نے عرض کی کہ آپ پر قربان ہو جاؤں کیا میں اُن دونوں کو دوست رکھوں۔ امام نے فرمایا تجھ پر افسوس تو دنیا اور آخرت میں اُن دونوں سے دوستی رکھ پھر تجھے کوئی تکلیف ہو تو وہ میری گردن پر ہے۔

۲﴾......سیدنا امام زین العابدین اور ان کے صاحبزادے امام محمد باقر اور اُن کے صاحبزادے امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہمیشہ معمول رہا کہ جب بھی وہ روضہ پاک رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حاضری دیتے تو حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صلوٰۃ سلام عرض کرتے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے آکر سلام پیش کرتے۔ آپ نے جو دو روایتیں پیش کیں ابن ابی الحدید سے لکھ کر شیعہ کو قائل کرنے کی کوشش کی ہے۔ دراصل یہ ابن ابی الحدید تفضیلیہ فرقہ سے تعلق رکھتا ہے ثابت ہوا کہ ابن ابی الحدید معتزلی عقیدہ رکھتا تھا۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر فضیلت دیتا تھا اور خلافت راشدہ برحق سمجھتا تھا۔ اس کی روایت ہمارے لئے حجت نہیں۔

محترم شاہ صاحب نے ابن ابی الحدید کے متعلق یہ تو کہہ دیا کہ وہ معتدلی ہے شیعہ نہیں ہے اور اس پر جناب نے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ جبکہ سُنی شیعہ کتابوں میں واضح طور موجود ہے کہ وہ شیعہ تھا۔ چنانچہ ثبوت کے لئے۔ (مقدمہ شرح ابن ابی الحدید جز اول صفحہ ۱۴، الکنی والالقاب جو کہ شیخ عباس قمی کی تصنیف ہے۔ جلد اول صفحہ ۱۹۳ مطبوعہ تہران، الذریعہ الی

تصانیف شیعہ جلد ۱۴ صفحہ ۱۵۸ تا ۱۵۹ مطبوعہ بیروت طبع جدید، تاریخ التواریخ صفحہ ۲۷۵ وقائع سال ہفتم ہجرت مطبوعہ تہران طبع جدید، البدایہ والنہایہ جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۹ تا ۲۰۰ ذکر سن ۶۵۵ ہجری علاوہ ازیں سُنی شیعہ کتب اسماء الرجال اس بات سے بھری پڑی ہیں کہ ابن حدید معتزلی شیعہ تھا۔ ویسے بھی معتزلی شیعوں کا ہی ایک فرقہ ہے۔ (دیکھیں کتاب فرق الشیعہ)

آخر میں گذارش ہے کہ مندرجہ بالا کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں جو شخص چاہے جس وقت چاہے حوالہ جات دیکھ سکتا ہے۔ بخوف طوالت کتابوں کو عبارات نقل نہیں کی گئیں۔ اس لئے کہ حضرت حکیم صاحب نے سختی سے منع کیا کہ مضمون طویل نہ ہو جائے۔ آخر میں آپ کی پسندیدہ شخصیت اور آپ کے ممدوح مودودی صاحب کا حوالہ پیش خدمت ہے۔ پہلی قسم کے ماخذ میں سے ابن ابی الحدید کا شیعہ ہونا تو ظاہر ہے (خلافت وملوکیت صفحہ ۳۰۹ مطبوعہ لاہور) شاہ صاحب بندہ کا خیال ہے کہ اب آپ کو مان لینا چاہیے۔ بلاوجہ ضد اور اعناد کو چھوڑ دینا چاہیے۔ وباللہ التوفیق۔ (شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید کے متعلق)

۱﴾...... یاد رہے شیعہ مذہب جس ملک کی پیدوار ہے وہ ایران ہے۔ کیا وہاں کے علماء شیعہ ابن ابی الحدید کو اہل سنت والجماعت کا فرد جانتے ہیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو کتاب کی پیشانی پر ایرانی طبع کنندگان نے ترجمہ شارح کے ضمن میں اس کو شیعی کیوں لکھا ہے؟ تحقیق فدک صفحہ 294 جس کا جی چاہے ملاحظہ کر سکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ علمائے ایران اور مجتہدین لکھنؤ جو ابن ابی الحدید کو شیعہ لکھا ہے انہوں نے صحیح لکھا ہے۔ (تحقیق فدک سید احمد شاہ چوکیروی)

۲﴾...... شاہ صاحب بخاری آپ نے اپنی تالیف کردہ کتاب ''حقیقت اہل ذکر'' کے صفحہ 200 پر لکھا ہے۔ جناب محقق اسلام سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اگر آپ ان بزرگوں کو محقق اسلام مانتے ہو تو انہی صاحب کی تحقیق آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

خلافت وملوکیت کے صفحہ 208 تا 209 میں تحریر فرماتے ہیں میں نے خلافت سے ملوکیت تک کی پوری بحث میں مواد اخذ کیا ہے۔ دراصل یہ دو قسم کے ماخذ ہیں۔ پہلی قسم کے ماخذ میں سے ابن ابی الحدید کا شیعہ ہونا تو ظاہر ہے لیکن اس سے میں نے صرف یہ واقعہ لیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیت المال میں سے اپنے بھائی عقیل بن ابی طالب کو بھی زائد از استحقاق کچھ دینے سے انکار کر

دیا تھا۔ یہ بجائے خود ایک صحیح واقعہ ہے اور دوسرے مؤرخین بھی بتاتے ہیں کہ حضرت عقیل اسی لئے اپنے بھائی کو چھوڑ کر مخالف کیمپ میں چلے گئے تھے۔ یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جا ملے تھے۔

وضو اور اس کا قرآنی طریقہ

بخاری شاہ صاحب اپنی مؤلفہ کتاب ''حقیقت اہل ذکر'' کے صفحہ 25 پر لکھتے ہیں اور اشارہ میری طرف کیا کہ ''میری ابوالعطاء صاحب سے وضو کے متعلق بحث ہوئی تو انہوں نے چند روز کے بعد آ کر فرمایا کہ منہ اور ہاتھ دھونے والے اعضا کے نام کے آخری حروف پر زبر ہے اور پاؤں (اَرجلَکُم) کے آخری حرف لام پر بھی زبر ہے اس لئے یہ دھونے کے حکم میں داخل ہے اور مسح اعضا پر یعنی سر پر (بِرُؤُسِکُمْ) پر زیر ہے اس لیے مسح کے حکم میں شامل ہے۔ اور مسح والے اعضاء سر پر (بِرُؤُسِکُمْ) پر زیر ہے۔ اس لئے اس پر مسح ہے۔ بخاری صاحب کہتے ہیں۔ میں نے کہا مولانا صاحب خدا کی طرف سے قرآن کریم کی آیات لکھی ہوئی اور زیر زبر کے ساتھ نہیں آئی تھیں ان کی قرأت نازل ہوئی تھی اور خلافت راشدہ کے دوران جو قرآن لکھا گیا اس میں بھی اعراب نہیں لگائے تھے۔ یہ اعراب بنی مروان کے حکمران عبدالملک کی حکومت میں اس کے گورنر حجاج بن یوسف نے لگوائے ہیں وہ خاندان رسول اللہ کا بڑا دشمن تھا۔ بلکہ کوئی عالم بھی اس کی مرضی کے خلاف کوئی بات کرتا فوراً اسے قتل کرا دیتا تھا۔ میں نے آسان لفظوں میں کہا کہ وضو میں دو حکم ہیں اور ہر حکم کے تحت دو دو اعضاء ہیں اور آخری اعضاء کی حد بھی مقرر ہے کہ یہاں تک عمل کرو جس ترتیب سے لکھے ہوئے ہیں اسی ترتیب سے نازل ہوئے ہیں۔ پہلا حکم دھولو منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور دوسرا حکم مسح کرو اپنے سر اور پاؤں کا ٹخنوں تک۔

جواب:...... سارے مسلمان وضو میں پاؤں دھونا فرض سمجھتے ہیں لیکن شیعہ عقل و نقل کے خلاف پاؤں دھونے کے بجائے مسح کی فرضیت کے قائل ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ منہ ہاتھ جن پر نجاست پڑنے کا بہت کم احتمال ہوتا ہے وہ تو دھوئے جائیں لیکن پاؤں جن پر زمین پر چلتے ہیں جن کے پلید ہونے کا احتمال ہے۔ ان پر صرف مسح کر لینا کافی سمجھا جائے۔ مثلاً منہ ہاتھ پاؤں پاک و پلید غبار و اژکران پر پڑا کرتا ہے اور میل کچیل جم جاتی ہے۔ اس لئے شارع

علیہ السلام نے صفائی بدن کیلئے ان کا دھونا فرض قرار دیا ہے۔ سر چونکہ ہر وقت ڈھکا رہتا ہے اور جملہ اعضاء سے بلند تر ہے اس کی نجاست کا احتمال تک نہیں ہو سکتا اس لئے دماغ کو ٹھنڈا کرنے کیلئے اس کا صرف مسح کر لینا کافی سمجھا گیا ہے۔ لیکن شیعہ چونکہ شعور سے عاری ہیں اور باقی سب مسلمانوں کے خلاف کرنا ان کا شیوہ ہے۔ پاؤں کو دھونے کی بجائے اُن پر مسح کر لیا کرتے ہیں۔ پھر اس پر اطمینان نہیں ہو سکتا پہلے دھو لیا کرتے ہیں بعد میں اس پر مسح کر لیا کرتے ہیں۔ (یا للعجب) خدا نے قرآن میں سب سے اول منہ دھونے کا حکم دیا ہے لیکن شیعہ حضرات کا خلاف قرآن طرز عمل ہے کہ منہ سے اول پاؤں دھویا کرتے ہیں۔ (کافی کلینی کی حدیث) کتاب شیعہ فروع کافی جلد نمبر 1 صفحہ 19 سے ایک حدیث پیش کی جاتی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے۔

فَإِنْ نَسِيتَ مَسَحَ رَأْسِكَ حَتَّى تَغْسِلَ رِجْلَيْكَ فَامْسَحْ رَأْسَكَ ثُمَّ اغْسِلْ رِجْلَيْكَ

امام جعفر صادق نے فرمایا اگر سر کا مسح بھول جائے تو پہلے پاؤں کو دھو ڈالے تو سر کا پھر مسح کر لے اور بعد ازاں پاؤں دھو ڈالے۔ اس حدیث سے بالصراحت ثابت ہے کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ اس لئے کہ جناب امام نے فرمایا اگر مسح سر کا بھول کر غلطی سے پاؤں دھوئے جائیں تو پھر ایسا کرنا چاہیے کہ سر کا مسح کر لیا جائے اور ترتیب کی درستی کیلئے پھر دوبارہ پاؤں دھوئے جائیں۔ اگر پاؤں کا دھونا فرض نہیں بلکہ نجاست کا دور کرنا منظور تھا جیسا کہ شیعہ کہا کرتے ہیں تو پہلے دھونے سے ازالہ نجاست تو ہو چکا تھا۔ مسح سر کرنے کے بعد دوبارہ پاؤں دھونے کا حکم کیوں دیا جاتا۔ اس حدیث کا شیعہ حضرات کے پاس کوئی جواب نہیں اور یہ حدیث خلاف شیعہ ہمارے پاس ایک زبردست حربہ ہے۔ جس سے ان کے تمام دلائل پر پانی پھر جاتا ہے۔ اور اس سے بھی واضح ترین حدیث صحاح اربعہ سے پیش خدمت ہے۔

عن زید علی عن آبائه عن علی علیہ السلام قال: جلست أتوضا فاقبل رسول الله ﷺ حین ابتدأت فی الوضوء، فقالی لی تمضمض واستنشق واستن ثم غسلت ثلاثاً فقال قد یجزیك من ذالك المرتان، فغسلت ذراعیّ ومسحت برأسی مرتین، فقال قد یجزیك من ذالك المرة و غسلت قدمی، فقال لی یا علی خلل بین الأصابع لا تخلل

بالعلو (الاستبصار جلد اول صفحہ ۱۲۵)

ترجمہ:- سیدنا حضرت زید بن علی یعنی امام زین العابدین کے صاحبزادے اپنے آباؤ اجداد اور سیدنا علی المرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وضو کرنے کے لیے بیٹھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ جب میں نے وضو شروع کیا تو آپ نے مجھے فرمایا: کلی کر اور ناک میں پانی ڈال اور اس میں سنت اختیار کر یعنی تین تین دفعہ یہ عمل کر پھر میں نے تین دفعہ دھوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عمل تجھے دو دفعہ ہی کافی تھا۔ پھر دھویا میں نے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کیا میں نے اپنے سر کا دو دفعہ تو آپ نے فرمایا یہ تجھے فرمایا۔ آے علی اپنے پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خشک رہ جائیں اور جہنم کی آگ اِن میں خلال کرے۔ اس روایت سے وضو میں پاؤں دھونے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہ جاتا۔ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وضو فرماتے ہیں اور حضور امام الاولین والآخرین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ ساتھ وضو کی تعلیم دے رہے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ صحاح اربعہ کی روایت ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اسکے راوی اور بیان فرمانے والے تمام اہل بیت اطہار کے جید افراد ہیں۔ معلوم ہوا کہ آل محمد اور اہل بیت اطہار وضو کرنے کا طریقہ وہی ہے جو اہل سنت کا ہے اور اس کے خلاف کرنا یہودیوں کی سازش ہے۔

اور سنیئے! ابو خالد واسطی بیان کرتے ہیں۔ امام زید بن علی بن حسین نے اپنے جد امجد امام حسین کے حوالے سے حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اپنا چہرہ مبارک دھویا، کلی کی، ناک میں پانی ڈالا یہ عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار کیے پھر آپ نے اپنے سر اور دونوں کانوں پر ایک مرتبہ مسح کیا۔ پھر آپ نے اپنے دونوں پاؤں کو تین مرتبہ دھویا۔ (مسند امام زید صفحہ ۵۳) یاد رہے کہ سیدنا حضرت زید بن علی امام حسین کے پوتے، حضرت زین العابدین کے صاحبزادے، امام محمد باقر کے بھائی، حضرت امام جعفر صادق کے دادا ابو ہیں اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے استاذ ہیں۔ آپ علم وعمل اور سیاست میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ حوالہ غلط ثابت کرنے والے کو منہ مانگا

انعام دیا جائے گا۔(از افادات مقبول احمد رضوی جلالی)

کیا لطف ہے جو غیر پردہ کھولے، جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

فی الواقع کافی تمام مسائل کے حل کیلئے کافی ہے۔ ہاں انصاف شرط ہے۔ ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔

۲﴾......اَمَّا الْمَسْحِ فَلاِنَ الْغُسْلَ اَوْلٰی مِنْہ'(مراۃ العقول جلد 2 صفحہ 194)

ترجمہ: بہر حال مسح کے سلسلے میں تقیہ کرنا اسلئے جائز ہے کہ پاؤں کا دھونا مسح سے افضل ہے

۳﴾......وَمَنْ خَلَعَ وَغَسَلَ رِجْلَیْہِ فَلَا اِنْکَارَ عَلَیْہِ وَالْغُسْلُ اَوْلٰی مِنْہ'

ترجمہ:......جو شخص موزے اتار کر پاؤں دھولے اُس پر شرع کی طرف سے کوئی انکار نہیں۔اور پاؤں کا دھونا اعلیٰ وافضل ہے۔(مراۃ العقول جلد 2 صفحہ 194)

۴﴾......فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْ بِرُؤسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ

ترجمہ:......اے ایمان والو جب تم نماز کیلئے اُٹھو تو پس منہ کو دھوؤ اور ہاتھوں کو دھوؤ کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں کا اور پاؤں کو دھوؤ ٹخنوں تک۔

طرزِ استدلال:......مذکورہ آیت میں امر کے دو صیغے ذکر کیے گئے ہیں۔ ایک فاغسلوا ہے اور دوسرا امسحو ہے ان دونوں صیغوں کے بعد یکے بعد دیگرے چار جمع کے صیغے لائے گئے ہیں۔وُجُوھَکُمْ اَیْدِیَکُمْ بِرُؤسِکُمْ اَرْجُلَکُمْ اور وہ بِرُؤسِکُمْ ہے پس بِرُؤسِکُمْ کا تعلق مسح سے ہے اور باقی تین صیغوں کا تعلق فَاغْسِلُوْ سے ہے یعنی اَرْجُلَکُمْ زبر والے کا عطف وُجُوھَکُمْ و اَیْدِیَکُمْ زبر والے صیغوں پر ہے۔پس جس طرح منہ اور ہاتھوں کو دھونا فرض ہے اسی طرح پاؤں کا دھونا بھی فرض ہے۔

استدلال:......مذکورہ آیت میں جو دھونے کے لائق اعضاء ہیں ان کیلئے رفع شبہ کیلئے حدود مقرر کیے ہیں۔ یعنی ہاتھوں کو کندھوں تک دھونا ضروری نہیں کہنیوں تک دھونا ضروری ہے۔اسی طرح پاؤں کو زانوں تک دھونا ضروری نہیں ٹخنوں تک دھونا ضروری ہے۔ پس منہ، ہاتھ، پاؤں ان کا دھونا ہے فرض ہے اگر مسح فرض ہوتا تو ان کے حدود بیان کرنے کی ضرورت

ہی نہ تھی۔(اعتراض شاہ صاحب بخاری)

آپ نے مذکورہ بالا آیت سے جو عربی قواعد کی رو سے پاؤں کا دھونا ثابت کیا ہے کہ یہ استدلال آپ کا تب درست ہوتا اگر قرآنی آیات پر اعراب منجانب اللہ یا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوتے مگر یہ اعراب بنی مروان کے حکمران عبدالملک کی حکومت میں اس کے گورنر حجاج بن یوسف نے لگوائے ہیں وہ خاندان رسول اللہ کا بڑا دشمن تھا۔تو بخاری شاہ صاحب کے اس اعتراض سے ثابت ہوگیا کہ قرآن پاک میں اعراب غلط لگے ہوئے۔مگر بخاری شاہ صاحب کو علم نہیں کہ یہ عقیدہ کفریہ ہے۔میں یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا آپ کے علماء کرام بھی فرما رہے ہیں۔سید برکت حسین رضوی بی اے شاگرد رشید جناب ابوجعفر سید محمد احسن زیدی صاحب ایم ایس سی اپنے کتابچہ'' قرآن کریم اور ہم'' کے صفحہ 12 پر رقمطراز ہیں۔ شائع کردہ اصغری منزل سانده کلاں لاہور۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اعراب کی غلطی سے وہ مفہوم پیدا ہو جاتا ہے کہ جو کفر تک پہنچا دے۔اور آپ تحریف کے قائل ہوئے۔تحریف اصل قرآن کے الفاظ میں کمی بیشی جو انسانوں کی طرف سے کی جاوے اس کا نام ہے۔

قرآن مجید میں فرمان الٰہی ہے۔اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ہم نے قرآن مجید کو نازل فرمایا اور ہم خود اس کے محافظ ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے کون اس کو محرف و مبدل کر سکتا ہے۔یہ بات بالکل حق اور درست ہے کہ قرآن مجید کی محافظت کا وعدہ اللہ نے پورا فرمایا ہے کہ قرآن مجید کے زیر زبر تک بھی کوئی نہیں بدل سکا۔مگر شیعہ حضرات کے اکابرین اس کو محرف مبدل سمجھتے ہیں اور ہر قسم کی تحریف تغیر کمی بیشی کے قائل ہیں ملاحظہ فرمایئے۔نیز ترجمہ مقبول صفحہ 479 پر ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ جب قرآن میں ظاہراً اعراب لگائے گئے تو شراب خور خلفاء کی خاطر یَعْصِرُوْنَ کو یُعْصَرُوْنَ سے بدل کر معنی کو زیر وزبر کیا گیا یا مجہول کو معروف سے بدل کر لوگوں کیلئے اُن کے کرتوت کی معرفت آسان کر دی۔

(سورۃ یوسف پارہ 12)

حوالہ نمبر ۲: ترجمہ مقبول شیعی صفحہ 404 پر اصول کافی کے حوالے سے مرقوم ہے۔

فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو حضرت نے فرمایا یوں نہیں ہے۔ دراصل یہ تھا وَالْمَامُوْنُوْنَ بتاؤ قرآن مجید کی تحریف ہوئی یا نہیں؟ (سورۃ التوبہ پارہ 11)۔ امام جعفر صادق نے فرمایا والمامون ہم ہیں۔

حوالہ نمبر ۳:...... كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ کے متعلق ترجمہ قرآن مقبول شیعی کے صفحہ 125 پر مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی۔ اَنْتُمْ خَيْرُ اَئِمَّةٍ اور خَيْرَ اُمَّةٍ کی سخت تردید فرمائی۔ (آل عمران) تفسیر قمی میں ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا وہ اُمت بہترین ہے جس نے جناب امیر المومنین اور حسنین علیہم السلام کو قتل کیا۔

حوالہ نمبر ۴:...... ترجمہ مقبول شیعی صفحہ نمبر 1011 تفسیر قمی جناب امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جبرائیل امین نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت یوں پہنچائی تھی۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْ عَلِيٍّ مگر مرتدین نے نام اڑا دیا پس اس کا نتیجہ بھگتیں گے۔ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ پس اُس نے ان کے اعمال خبط کر دیئے یعنی اکارت کر دیئے (سورۃ محمد پارہ 26)

حوالہ نمبر ۵۔ ترجمہ مقبول شیعی کے صفحہ نمبر 412 امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا۔ لَقَدْ جَآءَ نَا رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِنَا عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتْنَا حَرِيْصٌ عَلَيْنَا دیکھئے آپ کے امام معصوم کے نزدیک قرآن کو کتنا بگاڑا اور بدلا گیا۔ قرآن میں یوں ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِهِمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ

حوالہ نمبر ۶:...... ترجمہ مقبول شیعی صفحہ 1047 پر حضرت علی کا فرمان نقل کیا گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ آئمہ علیہم السلام میں یہ حق مخصوص جناب صاحب العصر علیہ السلام کا ہے کہ قرآن مجید کو اُسی حد پر پڑھوائیں گے جس حد پر وہ زمانہ رسول خدا میں پڑھایا جاتا تھا۔

حوالہ ۷:...... ترجمہ مقبول شیعی صفحہ 479 یوں لکھا ہوا ہے۔ ہم اپنے امام کے حکم سے مجبور ہیں کہ جو تغیر یہاں تک ممکن ہو لوگوں کو اصل حال سے مطلع کر دو قرآن مجید کو اس کی اصلی حالت پر لانا جناب صاحب العصر (امام مہدی) علیہ السلام کا حق ہے۔ اُسی وقت میں وہ حسب تنزیل خدا تعالیٰ پڑھا جائے گا۔

اب تک ہم نے سات دلائل ترجمہ مقبول شیعی ائمہ معصومین کے معتبر اور واضح پیش کئے

ہیں۔ جن کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق، امام محمد باقر، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم جو کہ تحریف قرآن پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں۔ ہمیں اختصار مطلوب ہے ورنہ اس موضوع پر سینکڑوں دلیلیں اور پیش کی جاسکتی ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی شیعہ عالم مناظر یا مجتہد اپنی معتبر کتابوں میں سے کسی امام معصوم سے موجودہ قرآن کے کامل و مکمل غیر محرف ہونے کی ایک بھی معتبر اور واضح روایت پیش نہیں کرسکتا اور نہ ہی قیامت تک کوئی شیعہ عالم و مناظر و مجتہد پیش کر سکے گا۔ نوٹ: یادرہے ترجمہ مقبول شیعی افتخار بکڈ پو کرشنا نگر لاہور۔

شیعہ علماء و مجتہدین کے نزدیک نہایت بلند پایہ اور معتبر ہے اور شیعہ حضرات کے مجتہدین اور علماء ذیشان نے تقریظات لکھیں ہیں۔ تقریظ کے معنی یہ ہیں کتاب کی تعریف اور مصنف یا مؤلف کی بلند پایہ علمی تحقیق کی تعریف:

تقریظ نمبر ۱:...... آیۃ اللہ اعلم العصر آقائے صدر الشریعت المفتی حضرت السید احمد علی صاحب قبلہ اَدَامَ اللہ وجُودُہٗ مجتہد اعظم ہند و پاک

مقبول ترجمہ کے ساتھ ضروری افادات کو قلمبند کیا گیا وہ قابل قدر روداد ہے۔ بہت سی باتیں مرحوم مترجم نے ایسی درج کی دی ہیں جو دوسرے ترجمہ میں نہیں ملتیں۔ میرا خیال ہے کہ مقبول ترجمہ مقبول احمد صاحب کا ترجمہ ان کی استعداد علمی کا غماض نہیں۔ بلکہ یہ قوت ربانی تھی کہ جس نے مطالب کو ترجمہ کی صورت میں لکھوا دیا۔

تقریظ نمبر ۲:۔ توثیق عالی جناب معلی القاب افضل الفقہاء عمدۃ العلماء شریعتمدار حضرت مولانا و مقتدانا مولوی سید کلب حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر کلام الٰہی کے تمام مطالب اور صحیح معانی کو سمجھ لینا ہر انسان کا کام نہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ فہمی میں راسخین فی العلم اور معصومین عن الخطاء کے بیان کردہ معانی و تفاسیر کا لحاظ رکھا جائے جناب مرحوم مبرور مولانا مقبول احمد صاحب نے اپنے ترجمہ قرآن اور ضمیمہ میں اس پابندی کا لحاظ اسی وجہ سے اکثر علمائے سابقین نے اس ترجمہ کی توثیق فرمائی ہے اور میں اعتماداً علیہم توثیق کرتا ہوں۔

تقریظ نمبر ۳:... تقریظ عالیجناب شمس الواعظین خطیب اعظم حضرت مولانا مولوی سید محمد صاحب قبلہ دھلوی تفسیر اہل بیت کا سدا بہار چمن اور نکات قرآنی کے سدا بہار پھول اگر دیکھنے

ہوں اور اسرار و رموز کلام ربانی کی شاداب وادیوں کی سیر اگر منظور ہو کتاب الٰہی کو اگر اردو زبان میں دیکھنا ہو تو مقبول ترجمہ دیکھیئے۔ محاورات، دہلی کا شیعہ زبان علمی چٹخارے اسرار و رموز کی نقاب کشائی حرف حرف تفسیر اہل بیت لفظ لفظ کشف مطالب اس کا حصہ خاص ہیں۔ اس کا قطرہ قطرہ دریا اور حرف حرف نقطہ نقطہ کتاب ہے۔ ہم اب اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

انتباہ:...... شاہ صاحب بخاری قرآن و حدیث کے علم و فہم سے عاری کا ہم نے وضو درست کرا دیا کیونکہ کافی کی روایت ہے ہم نے وضو میں پاؤں کا دھونا ثابت کر دیا۔ امام محمد مہدیؑ کا فرمان ہے کہ جو کہ کافی کے سرورق پر ابتدا لکھا ہوا ہے۔ ھذا کَافٍ لشیعتنا اگر اب بھی آپ کا درست نہ ہوا تو پھر آپ کا مرض لاعلاج ہے۔ مگر آپ کا وضو درست ہو جانا چاہیے کیونکہ امام محمد مہدیؑ کا فرمان ہے کہ ہمارے شیعوں کیلئے یہی کتاب کافی ہے اور آپ ان کے مخالفین شیعہ ہونے کے دعویدار ہیں۔

بارہ جانشین

۱...... بخاری شاہ صاحب جاننا چاہیے گو دونوں فرقے اہل سنت اور شیعہ بارہ خلیفہ ہائے والی حدیث پر ایمان رکھتے ہیں اور اس موافقت کی وجہ یہ ہے کہ حدیث خلفائے اثنا عشر فریقین میں صحیح مانی ہوئی ہے۔ لیکن مگر دونوں فرقوں میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ فریقین بارہ خلیفوں کے نامزد کرنے میں اختلاف عظیم رکھتے ہیں اور وہ حدیث نبوی جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ خدمتِ رسول اللہ ﷺ میں گیا اور میں نے پیغمبر ﷺ فرماتے تھے کہ ضرور یہ امر پورا نہ ہوگا۔ یہاں تک اس میں بارہ خلیفے نہ ہوں جابر کہتے ہیں پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا انہوں نے جواب دیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کُلُّھُم مِنْ قُرَیش کہ کل خلیفے قریش سے ہوں گے۔

۲...... حدیث جابر سمرہ کئی طریق سے مروی ہے سنن ابی داؤد باب الملاحم ابو خالد سے روایت ہے کہ جابر بن سمرہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا یقول لا یزال ھذا الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشرہ خلیفہ کلھم تجتمع علیہ کہ فرماتے تھے کہ یہ

قائم رہ گا یہاں تک کہ تم میں بارہ خلیفے ہوں گے جن میں سے ہر ایک پر اُمت اجماع واتفاق کرے گی۔ پس میں نے نبی علیہ السلام سے ایک کلام سنا جسے میں نے نہ سمجھا۔ فقلت لا ابی ما یقول قال کلهم من قریش میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ حضرت کیا فرماتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ وہ سب خلفاء قریش سے ہوں گے۔

۳﴿...... عامر سے روایت ہے کہ جابر بن سمرہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ علیہ السلام سے سنا ہے کہ فرماتے تھے لا یزال هذا الدین عزیز الی اثنا عشرہ خلیفة کہ یہ دین بارہ خلیفوں تک غالب رہے گا۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک خفیف کلمہ فرمایا قلت لا بی ما قال قال کلهم من قریش

۴﴿...... اسعد بن سعید ہمدانی سے روایت ہے کہ جابر بن سمرہ نے یہ حدیث بیان کی اور اتنا کہا کہ جب حضرت اپنے دولت خانہ میں تشریف لے گئے تو قریش آپ کی خدمت میں آئے اور پوچھا بعد ازاں کیا ہوگا۔ قال ثم یکون الهرج اس کے بعد ھرج یعنی فتنہ ہوگا۔

۵﴿...... ابن بابویہ نے کتاب الخصال صفحہ 72 تا 74 اس حدیث کو یوں نقل کیا (بحذف اسناد) کہ جابر بن سمرہ نے کہا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ نبی علیہ السلام کی خدمت میں تھا۔ میں نے آنحضرت کو فرماتے سنا یکون بعدی اثنا عشر امیراً کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے پھر آپ ﷺ نے اپنی آواز مدھم کر لی میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ حضرت نے پوشیدہ کیا فرمایا۔ جواب دیا کہ فرمایا وہ کلهم من قریش وہ سب قریش سے ہوں گے۔

۶﴿ بحذف اسناد۔ حصین بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں نے جابر بن سمرہ کو سنا کہہ رہے تھے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ رسول اللہ علیہ السلام کی خدمت میں تھا۔ حضرت نے فرمایا اس امت کا حال اچھا رہے گا اور یہ اپنے فقال لا تزال هذه الامة صالحاً امرها ظاهرة علی عدوها حتی یمضی اثنا عشر ملکا او قال اثنا عشر خلیفه حضرت نے فرمایا اس امت کا حال اچھا رہے گا اور یہ اپنے دشمن پر غالب رہے گی یہاں تک بارہ بادشاہ یا فرمایا بارہ خلیفے گزر جائیں گے۔ پھر آنحضرت نے ایک کلمہ ارشاد فرمایا۔ جو مجھ پر پوشیدہ رہا میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا انہوں نے کہا حضرت نے فرمایا۔ کلهم من قریش

۷ ...... شعبی سے روایت ہے کہ جابر بن سمرہ نے کہا میں اپنے باپ کے ساتھ تھا رسول اللہ نے فرمایا کہ یہ دین بارہ خلیفوں تک غالب واستوار و بلند رہے گا اور دشمنوں پر فتح پاتے رہیں گے۔ پھر حضرت نے ایک کلمہ فرمایا جو مجھ پر پوشیدہ رہا میں نے اپنے باپ سے پوچھا وہ کلمہ کیا ہے باپ نے جواب دیا کہ حضرت نے فرمایا۔ فقال کلھم من قریش وہ سب قریش سے ہوں گے۔

خط کشیدہ عبارت حدیث کے ان عربی جملوں کا ترجمہ اصل الفاظ حدیث لا یزال ھذا الدین عزیزاً منیعاً سنیاً ینصر علی من عادھم الی اثنا عشر خلیفه

۸ ...... بحذف اسنادوہب بن منبہ کا قول ہے یقول اثنا عشر خلیفه ثم یکون المھرج ثم یکون کذا ثم یکون کذا شیعہ حضرات حدیث زیر بحث سے خلفائے اثنا عشر سے اپنے آئمہ اثناعشر مراد لیتے ہیں۔ درست نہیں بوجوہات ذیل۔

۹ ...... بحذب اسناد، وہب بن منبہ کا قول ہے کہ یقول اثنا عشر خلیفة ثم یکون الھرج ثم یکون کذا ثم یکون کذا شیعہ حضرات حدیث زیر بحث سے خلفائے اثناعشر سے اپنے ائمہ اثناعشر مراد لیتے ہیں۔ درست نہیں بوجوہات ذیل۔

روایت نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷

۱ ...... خلفائے اثناعشر کا قریش سے منسوب ہونا دلالت کرتا ہے کہ وہ سب بنی ہاشم سے نہیں ہوں گے کیونکہ معمول ہے جب ایک جماعت کوئی کام کرتی ہے اور وہ سب ایک بطن سے ہوں تو اسی بطن کا نام لیا کرتے ہیں۔ اور جب مختلف بطون سے ہوں تو قبیلہ فوقانی کا نام لیا کرتے ہیں جو سب کا جامع ہو۔ وہ بارہ خلفاء حکام قریش کی کسی ایک ہی شاخ سے ہرگز نہیں ہوں گے ورنہ حضور اکرم ﷺ اُس شاخ کا نام لیتے جیسے کلھم من بنی ھاشم یا کلھم من بنی اُمیه مقسم بعید کا ذکر ہرگز نہ کرتے کیونکہ قریش کی یہ شاخیں اس وقت بھی خاندان اور قبائل کے امتیاز میں بڑی معروف تھیں۔ پس جب آپ نے ان میں سے کسی کا نام نہیں لیا تو معلوم ہوا کہ یہ بارہ امراء جس مشہور مقسم میں سب سے پہلے جمع ہوں گے وہ قریش ہوتا ہے۔ آگے یہ بارہ حضرات قریش کی مختلف شاخوں میں منقسم ہو جائیں گے۔ اس تفصیل سے یہ بات

کھل کر سامنے آتی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے ان بارہ خلفاء یا امراء کا خاندانی تعارف کلھم
من قریش کے الفاظ سے کرایا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرات قریش کی کسی ایک ہی شاخ سے ہوں گے۔
ورنہ قریب کا نام لیا جاتا مقسم قریب کی شہرت کے باوجود انہیں مقسم بعید سے ہرگز نہ کیا جاتا۔

۲ ...... حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے بعد کہ میرے بعد بارہ خلیفے ہوں گے۔
علی منہاج النبوۃ کے حاملین مراد نہیں بلکہ یہاں خلفاء سے مراد مطلق امراء ہیں جن میں سے
برے بھی ہو سکتے ہیں اور برے بھی ہو سکتے ہیں یہ صرف ایسے بارہ حکام اور امراء کی خبر دی گئی
ہے یا دی جا رہی ہے کہ جن کی حکومت تمام قلمرو اسلامیہ میں مسلم ہوگی اور ان بارہ حکام تک
مسلمانوں کا جھنڈا ایک ہوگا۔

صحیح بخاری میں خلفیہ کی بجائے امیر (بمعنی حاکم کے الفاظ ہیں فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا یکون عشراً امیراً (جامع بخاری جلد 2)

حدیث نمبر 5: ...... ابن بابویہ نے کتاب الخصال صفحہ 72 یکون بعدی اثنا عشر ا
میراً کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ یعنی امیر بمعنی حاکم کے الفاظ ہیں۔ اسی طرح حدیث
نمبر 6 اسی کتاب کے حوالے سے لکھی ہوئی میں یہ الفاظ ہیں۔ حتی یمضی اثنا عشر
ملکا اور قال اثنا عشر خلیفۃ یہاں تک بارہ بادشاہ یا بارہ خلیفے گذر جائیں گے۔

۱ ...... جاننا چاہیے ان روایات سے یہ امر واضح ہے کہ بارہ عدد امراء کی خبر خلافت
نبوت کا بیان نہیں اور انہیں خلیفہ کہنا صرف حکومت کے لحاظ سے ہے۔ آنحضرت کی جانشینی
کے طور پر ہرگز نہیں۔ حقیقی خلافت اور مجازی خلافت پر ہر دو کے حاملین اس مطلق خلافت میں
جمع ہو سکتے ہیں۔ اس تفصیل سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ ان بارہ افراد میں وہ
حضرات قطعاً داخل نہیں جو کبھی فائز حکومت نہیں ہوئے۔

۲ ...... ان بارہ حضرات کیلئے یہ ضروری ہے کہ ان میں سے ہر ایک امارت اور حکومت
پر پوری امت کا اتفاق ہو اور یہ امر دیگر ہے کہ یہ اتفاق بوقت حکومت ہو یا بعد الحکومت لیکن ان
بارہ حاکموں کی حکومت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ضروری ہے یہ بارہ حکام وہی ہو سکتے ہیں جن
کے دور میں تمام مسلمانوں کا جھنڈا ایک ہو کیونکہ ابوداؤد شریف کی روایت نمبر ۲ سے حضو

علیہم السلام نے ان بارہ کی علامت یہ بیان فرمائی ہے

کلھم تجمع علیه الامة

﴿۳﴾......ابن بابویہ کتاب الخصال جو کہ نمبر ۷ میں بروائیت شیعی حدیث درج ہے اس میں ان الفاظ پر غور کیجئے فقال رسول الله لا یزال هذا الدین عزیزاً منیعاً سنیة ینصر علی من عاداهم الی اثنا عشر خلیفه ان خلیفوں کے زمانے میں دین اسلام کا غلبہ ہوگا اور دشمن مغلوب ہوں گے۔ مگر امامیہ کے اثنا عشرہ کے وقت میں دین اسلام کا غلبہ تو درکنار دین حق ظاہر ہی نہیں ہوا اور دشمن بجائے مغلوب ہونے کے غالب آتے رہے۔ لہذا آئمہ دوازدہ اور خلفائے دوازدہ کی عینیت بالکل غلط ہے۔ یعنی خلفائے دوازدہ اور ہیں اور آئمہ دوازدہ علیہم السلام اور ہیں۔

﴿۴﴾......سنن ابوداؤد روایت نمبر ۶ اور کتاب الخصال روائیت نمبر ۷ سے ثابت ہے کہ جب بارہ خلیفوں کی خلافت منقضی ہو جائے گی تو فتنہ ظاہر ہوگا۔ جیسا کہ ابوداؤد اور ان بابویہ کی روایتوں میں صراحت ہے مگر اسلامیہ یعنی شیعہ اسبات کے قائل ہیں کہ ائمہ اثنا عشر تمام ہوں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور دین کمال پر پہنچے گا۔ پس اگر ائمہ مراد ہوں تپس ان حدیثوں جن میں اثنا عشر کے الفاظ وارد ہیں تو ائمہ اثنا عشر اس کے کیسے مصداق ہوئے۔

﴿الف﴾......اس پر اعتراض شیعہ حضرات کی طرف سے حضرت علی علیہ السلام ان بارہ افراد میں کیسے شامل ہو سکتے ہیں جبکہ ان کے دور خلافت میں مسلمانوں کے جھنڈ دو تھے۔ ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسری طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔

جواب:......اس وقت بھی خلافت کا جھنڈا صرف ایک تھا اور خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے ان کے مقابلہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے مدعی ہرگز نہ تھے۔ بلکہ ان کی حیثیت خلیفہ برحق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ گورنر کی تھی۔ جب تک کہ نئے خلیفہ انہیں شہادت عثمان کے جملہ شبہات سے مطمئن نہ کر دیں۔ پس جب اس عبوری دور میں وہ ایک مستقل خلافت کے مدعی نہ تھے تو یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ اس وقت خلافت کے جھنڈے دو تھے۔

خلیفہ برحق صرف علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عبوری طور پر ایک اجتہادی غلط فہمی سے اس چوتھی خلافت کے تسلیم کرنے سے رکے ہوئے تھے۔ پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کے بعد یہ اختلافات بھی ختم ہو گئے اور جمہور اہل سنت نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سابقہ حکومت کے برحق ہونے پر اجماع کر لیا اور اس طرح یہ چوتھی خلافت بھی **کلھم تجمع علیه الامة** کے تحت آ گئی یہ اجماع عام ہے کہ وقت حکومت ہو یا بعد الحکومت۔

﴿ب﴾ ... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اختلاف کرتے ہوئے ان اثنا عشر حکام کی فہرست میں کیسے شامل ہو سکتے ہیں؟ جواباً گذارش ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان بارہ میں صرف اس وقت سے شمار ہوتے ہیں جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومت بھی ان کے سپرد کر دی تھی۔ اس وقت مسلمانوں کا جھنڈا ایک ہو گیا تھا اس دور میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ **کلھم تجمع علیه الامة** کا یقینی مصداق تھے۔

﴿ج﴾ یہ حدیث کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ ایسے امراء ہوں گے جن کے ہوتے ہوئے تمام مسلمانوں کا جھنڈا ایک ہو گا۔ اس روایت کے کسی طریق میں ان بارہ خلیفوں کی کوئی دینی مدح وثنا منقول نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں یہ نہیں فرمایا کہ وہ سب نیک ہوں گے یا یہ کہ ان کی خلافت منہاج نبوت پر قائم ہو گی۔ **لا یزال ھذا الدین عزیزاً** سے مراد دین کا داخلی غلبہ نہیں کہ ان کے زمانے میں لوگ بڑے متقی اور دیندار قسم کے ہوں گے۔ بلکہ یہاں غلبے سے مراد دین کا خارجی غلبہ ہے کوئی غیر مسلم بیرونی طاقت مسلمانوں پر حملہ آور نہیں ہو سکے گی اور رقبہ اسلامی حکومت ہر مخالف سلطنت کیلئے ارض منع ہو گا جس کی طرف رخ کرنے کی ہر غیر مسلم طاقت کو رکاوٹ ہو گی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لا یزال ھذا الدین عزیزاً منیعاً الی اثنا عشر خلیفة** (صحیح مسلم جلد 2) یہ دین بارہ حکمرانوں تک ایسا غالب رہے گا۔ یہ ... کوئی طاقت اس پر حملہ آور نہ ہو سکے گی۔

﴿د﴾ حدیث پاک میں عزیز ہونا دین کی حالت کا بیان ہے ان بارہ امراء کی صفت نہیں یعنی اگر بارہ حکام میں سے بعض ظالم یا غلط کار ہوں اور عوامی سطح پر دین غالب رہے تو ایسا

اوقات ہوا ہے کہ رب العزت فساق وفجار سے بھی دین کی خدمت لے لیتے ہیں۔

خود حضرت امیر نے خلفائے ثلثہ کی خلافت حقہ کو اور امام حسن پاک نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کیا ہے۔ لہذا خلفائے ثلثہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان خلفائے اثناعشر میں ضرور شامل ہیں۔ پس امامیہ کے اثناعشر اس پیش گوئی کا مصداق نہیں بن سکتے۔ اب رہا سوال ۔خلفائے اثناعشر کون سے ہیں اس کا جواب:

۱﴾......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۲﴾......حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

۳﴾......حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

۴﴾......حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ

۵﴾......حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

۶﴾......حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

۷﴾......حضرت عبدالملک رضی اللہ عنہ

۸﴾......ولید رضی اللہ عنہ

۹﴾......سلیمان رضی اللہ عنہ

۱۰﴾......عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

۱۱﴾......ہشام بن عبدالملک رضی اللہ عنہ

۱۲﴾......ولید بن یزید بن عبدالملک رضی اللہ عنہ

نوٹ:......یقول الخلافة ثلثون سنة ثم یکون ملکا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا (خلافت خاصہ لوعودہ) تیس سال ہوگی پھر ملک (خلافت عامہ بادشاہی) ہوگی۔

مشکوۃ شریف، ابوداؤد اور اس طرح کتب شیعہ میں بھی مذکور ہے کہ الخلافة بعد ثلثون سنة مروج الذهب للمسودی شیعی میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی اور حدیث پر اہل سنت اور اہل تشیع کا اتفاق ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔

الارشاد (للشیخ) لمفید صفحہ 112 اور کشف الغمہ صفحہ 63 پر یہ حدیث موجود ہے۔ مکتب شیعہ اور مذکورہ تیس سال کا دور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلاف سے دستبردار ہونے پر مکمل ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا انا اول الملوک اور ایک حدیث میں وارد ہے الخلافۃ بالمدینۃ والملک بالشام تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول کا یہ مطلب ہے کہ موعودہ قرآنی خلافت کے بعد والی حکومت اور ملکی خلافت کے مستحق لوگوں میں سے اول الملوک اور اول خلیفہ غیر موعود ہوں اور الخلافۃ فی المدینۃ کا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ خلافت راشدہ مدینہ میں ہوگی اور خلافت موعودہ کے بعد والی خلافت عامہ ملکیہ جو عام قانون قدرت اور سنت الٰہیہ کے مطابق واللہ یؤتی ملکہ' من یشاء اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں ملک حکومت عطا کرتے ہیں۔ صحابی غیر صحابی، افضل مفضول، عادل صالح اور ظالم و فاسق جسے اللہ چاہے دے گا۔ لیکن وہ موعودہ خلافت بس تیس سال ہوگی اور وہ منہاج نبوۃ پر ہوگی۔

حدیث خلفاء اثنا عشر پر کافی بحث ہو چکی اور اس سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ دروازہ ائمہ اہل بیت اس حدیث کے مصداق نہیں۔ وہ حضرات قطعاً داخل نہیں جو کبھی فائز حکومت نہیں ہوئے۔ حالانکہ یہ مسئلہ فریقین واقعہ ہے کہ ائمہ اہل بیت جن کی تعداد بارہ ہے۔ نو امام تو قطعاً حکومت پر فائز نہیں ہوئے۔ جبکہ مذکورہ احادیث جو سنن ابو داؤد اور کتاب الخصال ابن بابویہ سے اہل سنت اور اہل تشیع کی کتاب سے بیان کی گئیں ہیں ان میں خلفائے اثنا عشر کا صاحب حکومت ہونا بیان ہوا ہے۔ کہیں ان کا امیر ہونا کہیں خلیفہ ہونا کہاں انکو ملک لکھا ہوا ہے۔

اب ائمہ اہل بیت کا بیان ملاحظہ کیجئے

اہل بیت کے بارہ ائمہ کرام کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں۔ امام اول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، دوسرے امام حضرت امام حسن پاک رضی اللہ عنہ، تیسرے امام حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کربلا، چوتھے امام حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، پانچویں امام حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ، چھٹے امام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ، آٹھویں امام حضرت علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ، نویں امام حضرت محمد تقی رضی اللہ عنہ، دسویں امام حضرت محمد نقی رضی اللہ عنہ، گیارہویں امام

حضرت حسن عسکری رضی اللہ عنہ، بارھویں امام حضرت محمد مہدی رضی اللہ عنہ ان کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ بارہ پاکیزہ ہستیوں کے زمانوں میں اور ان کے بعد کے زمانوں میں جس کو بھی رشد و ہدایت اور فیض ملتا رہا ان کے واسطے اور وسیلے ہی سے ملتا رہا اگرچہ اقطاب و نجبائے وقت وغیرھم ہی کیوں نہ ہوں سب کے ملجا و ملاذ یہی آئمہ اثنا عشر رہے ہیں کیونکہ اطراف و جوانب کا کسی مرکز کے ساتھ ملحق رہنا ضروری ہے یہ سلسلۂ فیض رسانی انہیں مبارک بزرگواروں سے چلتا رہا۔ (ماخوذ از مکتوب حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہٗ)

۲ ...... اسلام کی چوتھی کتاب مصنفہ فاضل اجل عالم بے بدل مولوی غلام قادر بھیروی قادری مدفون بیگم شاہی مسجد لاہور کے صفحہ 50 سے لے کر صفحہ 74 تک انہیں دروازہ ائمہ اہل بیت کے محامد و محاسن اور کشف و کرامات کا تذکرہ موجود ہے۔

شاہ صاحب بخاری راست گفتاری سے عاری اس لئے کہ انہوں نے اپنی کتاب اہل ذکر کے صفحہ نمبر 29 پر بعنوان بارہ جانشین اس کے چند یوم بعد میں نے لکھ کر سوال کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد بارہ امام ہوں گے جو میرے جانشین ہوں گے۔ از روئے عقیدہ اہل سنت جماعت حنفی بریلوی ان بارہ اماموں کے نام کیا ہیں اور وہ بارہویں پیدا ہوں گے یا پیدا ہو چکے ہیں۔ اب ظاہر ہوں گے انہوں نے یہ پرچہ لے لیا جواب کا وعدہ کیا۔ یہاں تک تو بات درست ہے آگے ایک ماہ تک یہی کہتے رہے کہ جواب لکھ رہا ہوں۔ پھر مجھ پر شرط لگا دی کہ کسی کو نہ بتانا۔ میں نے کہا شیعہ کو نہیں بتاؤں گا انہوں نے کہا کہ کسی سنی کو بھی نہ بتانا۔ میں نے کہا سنیوں کو بھی نہیں بتاؤں گا۔ میں نے کہا کہ سنیوں کے امام اور سنیوں کو ان کے نام نہ بتاؤں یہ پابندی غلط ہے سے لے کر صفحہ 31 کتاب حقیقت اہل ذکر کے ساتویں سطر تک بالکل جھوٹ لکھا ہوا ہے اور آٹھویں سطر کا یہ فقرہ درست ہے کہ خلیفہ امام بادشاہ ایک ہی ہستی کے القاب ہیں۔ یا اسی کتاب کے صفحہ نمبر 30 پر اٹھارویں سطر کے یہ فقرہ کہ چہار خلفائے راشدین ان کے بعد امیر معاویہ اس کے بعد عبدالملک بعد اس کے چار بیٹے ایک بھتیجا اور ایک پوتا بس یہاں تک قابل غور بات یہ ہے کہ ہم نے آٹھ احادیث کا پچھلے صفات میں ذکر کیا اس میں اثناء عشر کو کہیں خلیفہ اور کہیں امیر اور کہیں ملک کہا گیا۔ اوپر امام کے لفظ کا

اطلاق نہیں کیا۔ اگر اثنا عشر والی پیشگوئی میں لفظ امام بھی ہو تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ قرآن و حدیث میں اور عام محاورات عرب میں خلیفہ خلفاء امام ائمہ، ملک ملوک، امیر امراء یہ سب الفاظ اپنے مصداق ہیں مترادف و ہم معنی ہیں۔ ان میں سے کوئی لفظ مؤمن مسلم عادل صالح کیلئے مخصوص نہیں اور نہ ہی یہ لفظ کافر و فاسق اور مسلم و غیر مسلم وغیرہ کیلئے مخصوص ہیں۔

۱ ...... لیستخلفنھم فی الارض (پارہ 18) مؤمنین کیلئے کہ ضرور ان کو زمین میں خلیفہ بناؤں گا۔

۲ ...... یا داؤد انا جعلنک خلیفة فی الارض حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے خلیفہ کا لفظ استعمال ہوا۔ (پارہ 23)

۳ ...... واذکروا اذا جعلکم خلفاء اے قوم عاد (کافرو) تم کو نوح علیہ السلام کے بعد من بعد قوم نوح (پارہ 8) خلفاء بنایا۔

۴ ...... جعلنا ھم ائمة یھرون (پارہ 18) ہم نے ان کو (انبیاء علیہم السلام) کو امام بنایا تھا جو ہمارے بامرنا حکم سے ہدایت کرتے تھے۔

۵ ...... قاتلوا ائمة الکفر (پارہ 10) ان کفر کے اماموں (کفار کے بڑے رئیسوں) سے لڑائی کرو۔

۶ وجعلنھم ائمةً یدعون ہم نے فرعون کو (گمراہوں) کا پیشوا بنایا یعنی امام بنایا۔ الی النار (پارہ 20) کہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔

۷ حضور علیہ السلام نے اپنے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو بحری لڑائی کیوجہ سے بہشتی ہونے کی خوش خبری سنائی اور ان کے حق میں ارشاد فرمایا کہ وہ ایسے ہیں کالملوک علی الاسرة جیسے ملوک و بادشاہ اپنے شاہی تختوں پر بیٹھے ہوں۔ (بخاری شریف)

۸ افضل الجھاد کلمة حق عند سلطان جائر۔ سب سے افضل جہاد سلطان جائز ظالم کے سامنے حق بات بیان کرنا ہے۔

۹ جابر بن سمرہ نے کہا کہ میں نے سنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یکون بعدی اثنا عشر امیراً (خصال بن بابویہ صفحہ 76)

آمدم برسر مطلب ان آیات واحادیث یہ بات صراحۃً ثابت ہوتی ہے کہ ان سب الفاظ امام، امیر، خلیفہ، ملک، سلطان میں اس قسم کا کوئی فرق نہیں کہ ملک وسلطان تو غیر اسلامی حکومت کے سربراہ کیلئے مخصوص ہو۔ اور خلیفہ امام امیر اسلامی حکومت کے سربراہ کیلئے مخصوص ہو۔

اب آتے ہیں اصل جواب کی طرف۔ آپ کا یہ کہنا اہل سنت کے بارہ امام یہ ہیں اور ہم اہل تشیع کے بارہ امام اہل بیت اور ہیں جس پر آپ نے ائمہ اہل بیت کرام کے نام گنوا دیئے اور اس کے بعد آپ نے صفحہ 29 کتاب حقیقت اصل ذکر پر بارہ جانشین کے عنوان سے لکھ کر سوال کیا (حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد بارہ امام ہوں گے جو میرے جانشین ہوں گے۔ بخاری صاحب آپ کو علم ہے کہ اہل تشیع کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ معصوم تھے اس لئے آنحضرت ﷺ کے جانشینوں کو بھی معصوم ہونا چاہیے۔ معصوم کا جانشین غیر معصوم نہیں ہوسکتا۔ مصباح الظلم مصنفہ سید نواب امداد امام صفحہ 47 کتاب شیعہ س معت ابا عبداللہ علیہ السلام یقول نحن میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو کہتے سنا کہ ہم قوم فرض اللہ طاعتنا اصول کافی صفحہ 614 وہ لوگ ہیں جن کی اطاعت اللہ نے فرض کی ہے۔ ابو بصیر سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کیا تمام آئمہ امر واطاعت میں ایک ہی جیسے ہیں فرمایا ہیں۔ اصول کافی صفحہ 214 کتاب الحجۃ تو ان کی اصول کافی میں صفحہ 329 پر کتاب الحجت باب 613 میں لکھا ہوا ہے۔ (خدا اور رسول اللہ ﷺ کی نص آئمہ علیہم السلام کیلئے ہم بخوف طوالت وہ احادیث نہیں لکھتے جو آئمہ علیہم کے منصوص من اللہ پر ہونے اس باب میں لکھی ہوئی ہیں۔ تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ شیعہ حضرات کے عقیدہ میں یہ بات ہے۔

۱۔ ...... رسول اللہ ﷺ معصوم تھے تو حضور نبی کریم ﷺ کے جانشینوں کو بھی معصوم ہونا چاہے۔

۲۔ ...... معصوم کا جانشین غیر معصوم نہیں ہوسکتا۔

۳۔ ...... جیسے رسول اکرم ﷺ کی اطاعت فرض ہے اسی طرح بارہ آئمہ اہل بیت کی اطاعت فرض ہے۔

۴۔ ...... جیسے رسالت منصوص من اللہ ہے ویسے ہی خدا اور رسول کی نفی آئمہ علیہم کیلئے

ہے۔شاہ صاحب بخاری آپ اور آپ کے جملہ حواری اہل سنت و جماعت کے ذخیرہ حدیث میں سے کوئی متواتر ایک ہی حدیث اس بارے میں دکھا دے کہ جانشینان رسول علیہ السلام کا معصوم ہونا ان کی اطاعت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اطاعت فرض ہونا اور منصوص من اللہ ہونا تو آپ کو پانصد روپے انعام دیا جائے گا۔

۵ ......آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 198 میں دعویٰ کیا ہے کہ کتاب حقیت اہل ذکر میں جو کچھ لکھا ہے مولانا کی کتاب کے جواب کے طور پر لکھا ہے اور حوالہ جات اہل سنت و جماعت کی معتبر متواتر حدیث سے نقل کیا ہے۔

(حدیث متواتر کی تعریف) برزبان اکابر علمائے شیعہ

یعنی اگر کسی خبر کو ہر طبقہ میں اس قدر جماعت کثیر نقل کرے جس کا کذب وافترا پر اتفاق کرنا عادۃً محال ہو تو اس خبر کو خبر متواتر کہا جاتا ہے۔مقدمہ اصول کافی مترجم۔قول فیصل یکون بعد اثنا عسر امیراً یا خلیفۃ وغیرہ کا تعلق در وازہ ائمہ اہل بیت سے ہرگز نہیں۔ہاں شیعہ حضرات کے ذخیرہ کتب میں ایسی حدیث ہوگی جس میں ائمہ اثنا عشر کو جانشیناں رسول کہا گیا ہو اور وہ منصوص من اللہ بھی ہوں اور ان کی اطاعت رسول کریم کی طرف سے فرض ہو اور وہ رسول اکرم کی طرح معصوم بھی ہوں۔تو وہ سبائیت زدہ راویوں سے مروی ہوگی اور ائمہ اہل بیت کے نام پر بیان کی گئی ہوگی حالانکہ درحقیقت ائمہ اہل بیت ان ہفوات سے بری ہیں۔

شاہ صاحب بخاری عقل و انصاف سے عاری اپنی کتاب حقیت اصل ذکر کے صفحہ نمبر 33 پر لکھتے ہیں۔میرے متعلق کہ میں ابو العطاء نے جامع مسجد رتی ٹبی چک نمبر 12 میں جمعہ میں دوران تقریر ایک حضور علیہ السلام کی حدیث بیان کی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میری اُمت میں تہتر فرقے ہو جائیں گے۔ان میں صرف ایک جنتی اور بہتر جہنم میں جائیں گے ایک صحابی نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ایک جنتی فرقہ کونسا ہوگا تو آپ نے فرمایا وہ اہل سنت و جماعت ہوگا۔

جواب اس میں کوئی شک نہیں کہ بفرمان خداوند کریم اور حضور پرنور کے فرمان اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اعلان کے مطابق وہ جنتی فرقہ اہل سنت و جماعت ہی ہے۔فرمان

خداوندی پڑھیئے۔

۱ ...... فرمان خداوندی

قال الله تعالیٰ ومن یشاء لق الرسول من بعد ماتبین له' الهدٰ و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولیٰ ونصله جهنم و ساءَ تْ مصیراً

ترجمہ:۔ جو شخص مخالفت کرے گا رسول کی بعد اس کے کہ اس کو ہدایت ظاہر ہو چکی اور ایمان والوں کی راہ کے خلاف چلا تو ہم اس کو پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا۔ ڈالیں گے جہنم میں اور بہت بری جائے بازگشت ہے۔

ف ...... اس آیت کریمہ میں دو چیزوں کی ممانعت کی ہے رسول کی مخالفت کی اور ایمان والوں کی راہ کے خلاف چلنے کی۔ پس صاف نتیجہ نکلا کہ رسول کی سنت پر عمل ہونا چاہیے اور جماعت اہل ایمان کی راہ چلنا چاہیے۔ سنت و جماعت دونوں کا ثبوت اس سے زیادہ واضح اور کیا ہوسکتا ہے۔ دیکھو تو اس میں سنت و جماعت سے علیحدہ ہو جانے والے پر کسقدر قہر و غضب کا اظہار فرمایا ہے۔ کہ اس کو اس طرح پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا ہے۔ یعنی جس طرح وہ دنیا میں ایمان والوں کی راہ سے علیحدہ ہو گیا آخرت میں بھی اس کو ہم ایمان والوں کی راہ سے علیحدہ رکھیں گے۔ ایمان والے جنت کی راہ چلیں گے اس کو ہم دوزخ میں ڈالیں گے۔

۲ ...... فرمان رسول کریم ﷺ ان امتی ستفترق علی اثنین و سبعین فرقة یهلك احدی و سبعون ویتخلو فرقة قالو یا رسول الله من تلك الفرقة قال الجماعة الجماعة الجماعة تحقیق میری امت میں بہتر فرقے ہو جائیں گے اکہتر دوزخی ہوں گے اور ایک فرقہ نجات پائے گا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ ایک فرقہ کون ہو گا۔ آپ نے فرمایا جماعت جماعت جماعت۔ ابن بابویہ قمی کتاب خصال جلد دوم صفحہ 121 فرمانِ علی شیر خدا ایک آدمی نے آپ سے پوچھا اے امیر المومنین اہل جماعت اہل تفریق اہل بدعت، اہل سنت کون کون ہیں؟ فرمایا اما اهل الجماعة فانا من اتبعنی وان اقلو اہل جماعت میں اور میرے متبعین ہیں اگرچہ وہ تھوڑے ہی ہوں۔ اور اہل سنت تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ان طریقوں کو مضبوطی سے تھامنے والے ہیں جو ان کے لئے

مقرر کیئے گئے۔

مذکورہ روایت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود اپنی ذات اور اپنے متبعین کو ہی اہل جماعت کہا اور اس کے ساتھ آپ نے اہل سنت کی واضح علامت یہ بیان فرمائی کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی سنت کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کرنیوالے ہوتے ہیں اور بلا شک وشبہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی پاک ﷺ کی سنت کا کون پابند ہو سکتا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل سنت کے کامل واکمل مصداق ہیں جس طرح آپ نے اپنے لئے اور اپنے متبعین کیلئے اہل جماعت کا لفظ استعمال کیا ہے تو اسی طرح آپ اہل سنت بھی قرار پائے۔ کیونکہ اہل سنت کی تعریف بھی آپ پر صادق آتی ہے۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ آپ اہل سنت و اہل جماعت ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اہل سنت و جماعت ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے ''اہلسنت و جماعت'' کی اس طرح تعریف بیان فرمائی ہے۔ کہ من مات علی حب آل محمد مات علی السنة والجماعة یعنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کی محبت لئے ہوئے فوت ہوتا ہے وہ اہل سنت و جماعت ہو کر فوت ہوا۔ تو بخاری شاہ صاحب جنت ایک فرقہ ہونے سے نہیں ملتی بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مسلک پر چلنے والوں کو ملتی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ تھے جو آپ نے اپنی زبانی بیان کیا اور پھر اس کی تائید حضور ﷺ کی حدیث پاک سے کی گئی۔ اپنے منہ میاں مٹھو۔

شاہ صاحب بخاری فکر وتدبر سے عاری اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ نمبر 34 پر بعنوان بنات النبی ﷺ یوں رقم طراز ہیں کہ کتاب اظہار حقیقت الحق کا پہلا مسئلہ بنات رسول ﷺ ہے جس کی تحقیق کیلئے مولانا ابو العطاء صاحب نے صفحہ 29 سے صفحہ 98 تک رسول اللہ ﷺ کی چار بیٹیوں کے ثبوت میں ورق سیاہ کئے ہیں اور اس انداز سے لکھا ہے جیسے شیعہ کے مذہب کا دارومدار اسی پر ہے۔ حالانکہ یہ ایک مسئلہ عام ہے کہ اس کی میرے نظریے میں ایک خاص وجہ ہے جسے میں اب بھی لکھنا نہیں چاہتا۔ اس مسئلہ میں سنی اور دیگر ان کے نظریہ والے یعنی سقیفہ کی کاروائی کو درست سمجھنے والے تمام مذاہب چار بیٹیوں سے تعلق زور دیتے

ہیں جس سے ان کی غرض یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام داماد صرف حضرت علی ﷺ ہی نہیں اور بھی ہیں بلکہ ایک داماد کو دونور والا کہتے ہیں حالانکہ آپ کے ساتھ والے کئی مذاہب حضور نبی اکرم ﷺ کو بھی نور نہیں مانتے۔ شاہ صاحب بخاری آپ کی مذکورہ بالا تحریر جو کہ آپ نے بنات النبی کے جواب میں لکھا ہے آپ نے اپنی شکست تسلیم کرلی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ہماری کتاب واقعی لاجواب ہے کیونکہ آپ نے ہمارے دلائل دربارہ بنات الرسول لکھے ہوئے کو آپ نے نہ ہاتھ ہی لگایا اور نہ اس پر کوئی اعتراض کیا ہے۔ آپ نے جو لکھا ہے کہ علمائے اہل سنت آج بھی اپنے خطبات میں سوائے سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے دیگر دختران کا نام نہیں لیتے۔ جس سے ثابت ہوا کہ وہ اس فضیلت کے مالک نہیں جس فضیلت کی حضرت فاطمہ زاہرا علیہا السلام ہیں۔ شاہ صاحب بخاری آپ کی اس تحریر سے یہ ثابت ہو کہ آپ بصیرت دینی سے عاری تو ہیں ہی آپ بصارت کے لحاظ سے بھی کمزور ہیں۔ کیا آپ کو ہماری کتاب اظہار حقیقت الحق کے صفحہ 62 کی دوسری سطر نظر نہیں آئی جس میں ہم نے اپنا عقیدہ لکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ لیکن ہمارا اہل سنت و جماعت کا یہ نظریہ بھی صحیح ہے کہ ان سب میں سے افضل حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔ کیونکہ آنسرور عالمیاں ﷺ کی یہ سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ پس فطرۃً آپ کو سب سے زیادہ محبت بھی انہی سے تھی اور حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل پاک بھی انہیں سے جاری رہی۔ تو پھر آپ نے صرف اپنی کتاب کا پیٹ بھرنے کیلئے دوبارہ یہ کیوں تحریر کیا۔

۲ ﴿﴾...... آپ کا یہ ترجمہ کرنا کہ یہ ایک مسئلہ عام سا ہے تو اس مسئلہ کو عام سا کہنا بھی اعتراف شکست کا نادر نمونہ ہے۔ حقیت یہ ہے کہ آپ اور آپ کے اکابر علماء بھی اس میں بے بس ہیں۔ ایسا ہی ایک اور با علم شیعہ کا اعتراف اندریں مسئلہ پڑھیئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں اپنے ایمان و وجدان کو حاضر ناظر رکھ کر کہتا ہوں کہ مسلکاً اللہ کے فضل سے مستند دقسم کے شیعہ ہوں مگر اس متنازعہ مسئلے نے (یعنی شیعہ حضرات کا عقیدہ کہ سیدہ فاطمہ حضور ﷺ کی اکلوتی بیٹی ہیں اور اہل سنت آپ کی چار صاحبزادیاں ثابت کرتے ہیں۔

مجھے ذہنی طور پر سخت خلجان میں ڈال دیا ہے آج تک میں نے اپنے جن علمائے کرام

سے دریافت کیا اگر ان میں سے کوئی ایک بھی میری تسلی کر دیتا تو شاید مجھے یہ طویل خط نہ لکھنا پڑتا۔اس کے بعد انہوں نے شیعہ مذہب کہ علماء اور مجتہدین کرام اور مدیران جرائد کی خدمت میں خطوط لکھے۔آخر میں لکھتے ہیں ایک اور بات ذہن میں آتی ہے کہ اگر شیعہ علمائے کرام اپنی معتبر کتب کی تحریروں کے مطابق نبی علیہ السلام کی چار صاحبزادیوں کا اقرار کر لیں تو کیا شیعیت میں کوئی فرق پڑ جائے گا اور جو فضیلت حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کو قدرت کی طرف سے ودیعت ہوئی اس میں کوئی کمی آ جائے گی۔اب یہ حقیقت کسی کے چھپائے چھپ تو نہیں سکتی تو پھر خواہ مخواہ اغیار کے سامنے آئیں بائیں شائیں کر کے جان چھڑا لینا چہ معنی دارد؟ ڈاکٹر یاور حسین ساقی رہتاس ضلع جہلم ،نوٹ آپ میں اور ڈاکٹر یاور حسین ساقی میں ایک نمایاں فرق ہے کہ ڈاکٹر صاحب علم اور اپنے دل میں طلب حق کی سچی تڑپ رکھتے ہیں۔مگر آپ متعصب اور ضدی ہیں اور ان کے مقابلے میں آپ کا مذہبی شعور بہت ہی کم ہے۔

اب اس مسئلہ کی اہمیت سمجھئے۔قرآن کریم سورۃ احزاب میں اللہ تعالی نے فرمایا۔

ینسآء النبی لستن کاحد من النسآء اس کا ترجمہ اور تفسیر و قال ابن عباس معناہُ لیس قدر کن عندی کقدر غیر کن من النسآء الصالحات انتن اکرم علی نانا بکن الحم وثوا بکن اعظم لمکا لکن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے تمہاری قدر و منزلت میرے نزدیک ایسی ہے جو تمہارے سوا دنیا کے کسی دوسری عورت کو نہیں خواہ وہ کتنی زاہد عابدہ صالحہ ہو۔ تم میرے نزدیک بڑی تکریم والی ہو۔میں تم پر بہت مہربان ہوں تمہارا ثواب میرے نزدیک اس لئے بہت زیادہ ہے کہ تم میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہو۔(شیعی مفسر علامہ طبرسی) تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جز ہشتم صفحہ 356

مختصر ترجمہ اس آیت کا اے نبی کی بیویو! تم دنیا بھر کی کسی عورت کی مانند نہیں۔

اب اس مذکورہ بالا مقدمہ کو ذہن میں رکھئے۔ان چاروں صاحبزادیوں کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صلبی بیٹیاں یعنی حقیقی بیٹیاں ہونے میں دنیا بھر کی کوئی عورت ان کے مرتبے میں سہیم و شریک نہیں کیونکہ ان کی مثل تو وہ ہو سکتی ہے جس کا باپ خاتم النبیین رحمۃ العالمین ہو اور یہ

بات ناممکنات میں سے ہے۔ تو ان تینوں صاحبزادیوں کا سہم وشریک اگر کوئی ہے تو وہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں۔ تو ثابت ہوا سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے علاوہ سارے جہاں میں ان کی مثل کوئی عورت نہیں۔ خواہ وہ نبی زادیاں ہوں یا ولی زادیاں ہوں یا امام زادیاں ہوں یا غوث یا قطب زادیاں ہوں۔ تو اب دوسری طرف آیئے۔ حضور پرنور صلبی یعنی حقیقی بنات الرسول کے متعلق جو یہ عقیدہ رکھے کہ سرور عالمیاں ﷺ کی صرف اکلوتی بیٹی سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا ہی تھیں باقی تینوں صاحبزادیاں حضور ﷺ کی اپنی صلبی بیٹیاں نہ تھیں یہ کتنا جرم عظیم ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب مرحوم کے نزدیک جو یہ عقیدہ رکھے کہ حضور ﷺ کی صرف اکلوتی بیٹی سیدہ فاطمہ تھی باقی تینوں صاحبزادیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی صلبی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ گیلڑ تھیں وہ لوگ متعصب اور ضدی ہیں عقل کے اندھے ہیں اور اولاد رسول کے نسب کا انکار کر کے مجرم عظیم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ جرم عظیم کے معنی یعنی حقیقت سمجھنے کیلئے معترض خود سوچے اور اپنے ضمیر سے فتویٰ لے کہ اس کی متعدد بیٹیاں ہوں جو اس کے صلب سے ہوں ایک شخص اٹھ کر بکواس کرے کہ صرف تیری صلبی یعنی حقیقی بیٹی ایک ہے اور تیری دوسری بیٹیوں کا باپ فلاں شخص ہے تو بتاؤ معترض اس کا سر پھوڑے گا یا نہیں۔ اس کو نہ جانے کیسے کیسے گندے القابات سے ملقب کرے گا۔ بنات رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار بارگاہِ رسالت میں سخت ترین گستاخی اور ایذا رسانی کا سبب ہے۔ (تفہیم القرآن جلد چہارم صفحہ 130 سورۃ احزاب)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جن کا عقد ابو العاص سے ہوا یہ بیٹی وہ ہے جس کو جناب رسالتمآب بہت پیار کرتے تھے۔ ان کے نام پاک زینب ہی سے ظاہر ہے۔ اصل میں یہ لفظ ہے زین اب الف کو گرا کر زینب بنا دیا گیا اور اس کے معنی ہیں باپ کی زینت۔ بخاری شاہ صاحب اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 34 پر لکھتے ہیں کہ میں ابو العطاء نے مسئلہ بنات النبی ﷺ اس انداز سے لکھا ہے جیسے شیعہ مذہب کا دارومدار اسی پر ہے حالانکہ یہ مسئلہ ایک عام سا ہے۔ افسوس عقل کے اندھے پر آخر یہ حضور پاک ﷺ کی آل اولاد کا مسئلہ ہے کوئی معمولی مسئلہ نہیں۔ چونکہ دلائل قاھرہ سے ثابت ہو چکا کی فی الواقع حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی اپنی چار صاحبزادیاں تھیں تو شیعہ حضرات کس قدر ظلم اور آل نبی ﷺ سے دشمنی کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اپنی حقیقی

بیٹیوں کو آپ کے نسب و نسل سے خارج کر کے اُن کیلئے دوسرے باپ بناتے ہیں۔

شاہ صاحب بخاری آپ کے نزدیک مسئلہ بنات النبی اس لئے ایک عام سا مسئلہ ہے کیونکہ آپ اور آپ کے حواری اس مسئلہ کا جواب نہیں دے سکے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا کیا شیعہ مذہب کا دارومدار کی حقیقی چار صاجزادیاں ہیں۔ کیونکہ آپ اس مسئلے کا جواب تو دے نہیں سکے۔ آپ نے اس مسئلے کو ہاتھ ہی نہیں لگایا ہمارے دلائل بسلسلہ بنات الرسول کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ کو کوئی سانپ سونگھ گیا ہو۔ آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ 35 سے لے کر صفحہ 400 تک خلط مبحث سے کام لیتے ہوئے کتاب کی ضخامت بڑھائی ہے۔ جس کا ہماری کتاب لاجواب میں ان باتوں کا ذکر تک نہیں۔

درود شریف میں آل محمد ﷺ کے مصادیق کا بیان اور حقیقت

سب سے پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ آل محمد ﷺ کون مراد ہیں۔ بات بہت مختصری ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی سے صاف ظاہر ہے کہ درود پاک اُن ہستیوں کیلئے ہے جن پر صدقہ حرام ہے۔ مولانا ابوالعطاء صاحب نے آل رسول میں مختلف حضرات کو شامل کر کے اپنی کتاب کے 18 صفحے سیاہ کئے ہیں آگے جا کر پھر لکھتے ہیں جبکہ معتبر حدیث سے ثابت ہے کہ درود صرف اُن کے لئے ہے جن پر صدقہ حرام ہے۔ آج بھی جب آل محمد ﷺ پر درود پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں آلہ واصحابہ وازواجہ۔ اگر اصحاب رسول آل رسول میں شامل ہیں تو پھر انہیں علیحدہ نام لے کر اُن کو شامل کرتے ہیں۔ جس سے ثابت ہے کہ آل رسول اور ہیں اور اصحاب رسول اور ہیں۔ مذکورہ بالا عبارت شاہ صاحب بخاری تعلیم و تفہیم سے عاری کی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 41 سے نقل کی گئی ہے اسی صفحہ 41 کی چودھویں سطر پر لکھتے ہیں کہ مولانا ابوالعطاء نے اپنی کتاب فارق الحق والباطل کے صفحہ 100 پر قرآن سے آل داؤد کا ذکر کیا ہے۔

اعملوا آل داؤد شکراً وقلیل من عبادی الشکور (ترجمہ) اے داؤد کی اولاد شکر کرتے ہو اور میرے بندوں میں سے شکر کرنے والے (بندے) تھوڑے ہیں۔

ترجمہ فرمان علی شیعی سورۃ سبا پارہ 22 صفحہ 685 آیت مذکورہ میں آل سے مراد

حضرت داؤد علیہ السلام کا اولاد اور خاندان کے علاوہ اُمت کے متبعین افراد بھی شامل ہیں۔ اگر صرف اولاد مراد لی جائے تو آپ کی اولاد سے بے شمار جلیل القدر انبیاء پیدا ہوئے اور انبیاء علیہم السلام سے عدم شکرگزاری کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اگر نبی اپنے رب کے انعامات اور نوازشات کا شکرگزار نہیں ہوگا تو پھر دنیا کا کوئی فرد اس کا حق شکر ادا نہیں کرسکتا؟ ہرگز نہیں اس سے مولانا صاحب ابوالعطاء حضرت داؤد علیہ السلام کی تمام اولاد کی انبیاء شمار کرتے ہیں۔ شاہ صاحب بخاری کی جہالت دیکھیئے کہ اردو کی عبارت کا بھی صحیح مفہوم سمجھنے سے قاصر ہیں اور اس برتے پر ہماری کتاب کا جواب لکھ رہے ہیں۔ بصیرت سے عاری تو ہیں ہی شک پڑتا ہے بصارت سے بھی بہت کمزور ہو چکی ہے۔

جواب:...... اس آیت مذکورہ میں خطاب ہے آپ کی اولاد اور آپ کا خاندان اور آپ کے متبعین افراد بھی خطا میں شامل ہیں۔ علم وعقل کا تقاضا ہے کہ یہاں بھی آل سے داؤد علیہ السلام کی امت کے وہ افراد مراد ہیں جن سے عمل ناسپاسی یعنی ناشکری سرزد ہوسکتا تھا۔ تو بخاری صاحب آپ نے کس جملہ سے یہ نتیجہ اخذ کرلیا۔ مولانا ابوالعطاء حضرت داؤد علیہ السلام کی تمام اولاد کو انبیاء شمار کرتے ہیں۔ مگر یہ نکتہ ذہن میں حاضر رکھیئے کہ آپ کے محبوب مترجم فرمان علی شیعہ نے آل کا ترجمہ اولاد کیا۔ یعنی حاصل کلام حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد اور آپ کے خاندان یا اس کے علاوہ آپ پر ایمان لانے والے سب آپ کے اُمتی تھے اور ان تینوں گروہوں میں سے وہ افراد مراد ہیں جن سے عمل ناشکرگزاری سرزد ہوسکتا تھا۔ رہی وہ اولاد جن کو پیغمبری کا مقدس عہدہ عطا فرمایا گیا وہ ان میں یعنی ناشکروں میں داخل نہیں ہرگز ہرگز نہیں۔

۲﴾...... شاہ صاحب بخاری کا یہ کہنا کہ درود پاک ان ہستیوں کیلئے ہے جن پر صدقہ حرام ہے وہ مبارک ہستیاں آل رسول پاک ہیں، ان کے علاوہ اور کوئی نہیں جن پر درود پاک بھیجنا جائز ہو۔ صفحہ 41 پر شاہ صاحب اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر پر لکھتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ جان لینا چاہیے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کون مراد ہیں۔

جواب:...... نماز کے درود میں جو آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ ہے اس کے معنی پیروی کرنیوالے کے ہیں۔ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے بے تعلق لوگوں کو جو پیروی کرنے والے ہوں آل فرمایا

ہے اور خاص صلبی بیٹے کو جو پیروی کرنے والا نہ ہو آل سے خارج کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا
واغرقنا آل فرعون یعنی ہم نے فرعون کو غرق کر دیا۔
اس آیت میں قطعاً آل فرعون سے پیروان فرعون مراد ہیں اس لئے کہ فرعون کے اولاد
نہ تھی نہ بیٹی نہ بیٹا اور دیکھو نوح علیہ السلام کا بیٹا خاص صلبی بیٹا جو پیرو نہ تھا اس کا بات فرمایا۔ انہ'
لیس من اھلك یعنی اے نوح وہ تمہاری آل میں سے نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول
مبارک سے بھی کتب شیعہ میں یہ مضمون منقول ہے۔ جناب امر علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ بے
شک انبیاء سے زیادہ قرابت رکھنے والا وہ ہے جو ان کی شریعت کا زیادہ علم رکھتا ہو۔ پھر یہ آیت
تلاوت فرمائی۔ (نہج البلاغہ حصہ سوم ملفوظات)

ان اولی الناس باہراھیم للذین اتبعوا وھذا النبی والذین آمنو ثم قال ان
ولی محمد من اطاع اللہ وان بعدت لحمتہ' وان عدو محمد مں عصی اللہ و
ان قربة قرابتہ' ابراہیم سے زیادہ قرابت رکھنے والے تھے وہ جنہوں نے ابراہیم کی پیروی
کی (اگرچہ ان کا نسبی تعلق ابراہیم سے نہ ہو) اور یہ نبی اور جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور
پھر جناب امیر نے فرمایا کہ محمد کا قرابت والا وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے اگرچہ اس کا نسب
جدا ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے اگرچہ اس کی قرابت قریب ہو۔ یہ تو
قرآنی اصطلاح میں آل کے معنے ہوئے اب ائمہ اہل بیت کے اقوال مبارکہ اس بارے میں
پڑھیئے آل محمد سے مراد امام جعفر صادق آل محمد میں اُمت کو بھی شامل کرتے ہیں۔ چنانچہ
فرماتے ہیں۔

۱﴾...... والامة المومنون الذین صد قوا ما جاء بہ من عنداللہ المتمسکون
بالثقلین (ترجمہ) مومنوں کا وہ گروہ بھی جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی
اور شریعت کی تصدیق کی ہے اور ثقلین سے تمسک کیا ہے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہیں۔ تفسیر
صافی زیر آیت ان اللہ اصطفیٰ آدم ونوحا سورہ آل عمران اب فیصلہ تم پر ہے حدیث تمہاری
حضرت امام جعفر صادق کا فیصلہ ہے۔

۲﴾...... قال ابو جعفر عندنا آل محمد نادر من الباب وھو منہ' ان العلماء

ہم آل محمد۔

۳ ...... بصائر الدرجات حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آل محمد ہمارے نزدیک نادر الباب ہے اور اسی سے ہے کہ علماء وہی آل محمد ہیں۔ یہ دوسری حدیث بھی تمہاری ہے اور امام محمد باقر کا فیصلہ ہے کہ علمائے دین بھی آل محمد میں شامل ہیں۔ شیعہ حضرات بالخصوص شاہ صاحب بخاری اب آپ فرمائیے کیا حال ہے اگر آپ واقعی جعفری اور باقری ہیں تو ایمان لے آؤ۔ کہ امت کے مومنین متقین علمائے ربانی یعنی کامل متبعین اللہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین پر دل وجان سے عمل کرنے والے آل رسول میں داخل ہیں۔ مُنہ مُن ہونا اور بات ہے اور مومن ہونا اور بات ہے اگر آپ واقعی مومن ہیں تو اپنا عقیدہ بنا لو جو ہم بیان کر رہے ہیں نہیں تو آپ کی مرضی۔ ہدایت اللہ کریم کے ہاتھ میں ہے۔

(بصائر الدرجات اور تفسیر صافی دونوں شیعہ حضرات کی معتبر کتابیں ہیں)

مقام غور وفکر آل اور اولاد کے الفاظ عام طور پر ایک ہی معنی میں بولے جاتے ہیں۔ مگر ان میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ جو مذکورہ بالا حوالا جات اور تصریحات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ عام طور پر درود شریف **اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت** پڑھا جاتا ہے اس میں وارد شدہ لفظ آل سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے نیک اور پاک سیرت متبعین مراد ہیں اسی طرح نیک اور پاک سیر اولاد بھی آل محمد سے ہر وہ فرد جو شریعت مطہرہ کی پابندی نہ کرے۔ صوم وصلوٰۃ اور دیگر فرائض کا تارک ہو۔ علوم شریعہ سے نابلد ہو، خواہ وہ اولاد رسول ہو یا نہ ہو، خارج متصور ہوگا۔ اگر آل سے مراد تمام اچھے برے لوگ لئے جائیں شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ آل نبی صرف اہل بیت ہیں اور درود میں وعلی آل محمد میں آل سے مراد صرف اہل بیت ہیں۔ حالانکہ آل کا معنی صرف اہل بیت یا صرف نسل واولاد کرنا فرمان الٰہی کے خلاف ہے۔ چنانچہ سورۃ بقرہ آیت نمبر 50 میں ارشاد ہے۔ واغرقنا آل فرعون اور ہم نے فرعون کی آل کو غرق کر دیا۔ یہاں آل بمعنی اولاد یا نسل یا اہل بیت ہو سکتے ہی نہیں۔ بلکہ آل سے فقط مطیع متبع قوم اور لوگ مراد ہیں اور اسی طرح وعلی آل محمد میں بھی آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مطیع متقی، متبع مراد ہیں۔ اس دعویٰ میں ہم اکیلے نہیں۔

شیعہ تاریخ سے آل کی تحقیق

وقیل آل محمد کل تقی بعض علماء نے کہا کہ ہر متقی آل محمد ﷺ ہے۔ وآل فرعون من کان علی دینہٖ و مذھبہ' قال تعالیٰ واغرقنا آل فرعون اور آل فرعون جو شخص اس کے دین اور مذہب پر تھا۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے اور ہم نے آل فرعون کے دین اور مذہب والوں کو غرق کیا۔ (کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ صفحہ 14)

اگر شیعہ ان معنی کو جو ہم نے بیان کئے نہیں مانتا تو اس کو چاہیے جس طرح ہم نے قرآن و حدیث سے اسی طرح صراحتاً واضح الفاظ میں آل کا معنی اہل بیت یا اولاد یا نسل نبی دکھائے جس طرح ہم نے قرآن مجید سے آل کا معنی مطیع و تبع دکھائے ہیں تو ہم مانیں گے (آل دو قسم کی ہیں)۔

ایک آل جسمانی جن پر صدقہ حرام ہے اور دوسری آل روحانی ہے اس میں علمائے راسخین اولیائے کاملین حکماء، مسلمین مشکوٰۃ انوار سے مقتبین خواہ سابقین ہوں یا لاحقین سب کے سب آ جاتے ہیں۔ اور یہ جسمانی آل سے زیادہ پختہ ہیں۔ مثلاً حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد نبوت ہے۔ سلمان رجل منا اھل البیت۔

(بصائر الدرجات 1/5 اصول کافی صفحہ 254)

حالانکہ وہ آل جسمانی سے نہیں نہ اولاد رسول نہ آپ کی نسل پاک سے ہے۔ شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب کے صفحہ 44 پر پانچویں سطر پر یوں اپنی جہالت اور زیادہ گوئی مظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں یہ حوالہ ابو العطاء نے اپنی کتاب کا دیا ہے۔ جس سے ثابت کر رہا ہے کہ یہ جسمانی آل سے زیادہ پختہ ہیں کون ہیں وہ ہستیاں، اولیائے کاملین، علمائے راسخین جن کے متعلق اپنی کتاب کے صفحہ 102 پر لکھا ہے۔

شاہ صاحب اس ضمن میں ہم نے 3 حوالے لکھے ہیں۔ حوالہ نمبر 1 سیدنا علی المرتضیٰ کا حوالہ نمبر 2 سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا حوالہ نمبر 3 سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا۔

حوالہ نمبر 1 کا بیان بزبان فیض ترجمان سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ قربت رکھنے والے وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

پیروی کی۔ اگرچہ ان کا نسبی تعلق ابراہیم علیہ السلام سے نہ ہو۔ پھر جناب امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محمد ﷺ کا قرابت والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اگرچہ اس کا نسب جدا ہو اور پاک محمد مصطفےٰ ﷺ کا دشمن ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اگرچہ اس کی قرابت نزدیک ہو یہ تو قرآنی اصطلاح میں آل کے معنی ہوئے۔ اب ائمہ اہل بیت کے اقوال مبارکہ اس بارہ میں پڑھیئے۔

حوالہ نمبر۲:...... آل محمد سے مراد کون ہیں؟ حضرت سیدنا امام جعفر صادق آل محمد ﷺ میں اُمت کو بھی شامل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں والامة المومنون الذین صدقوا ما جاء به من عند الله المتمسکون بالثقلین (تفسیر صافی زیر آیت ان اللہ اصطفیٰ آدم ونوحا) سورۃ آل عمران۔ کہ مومنون کا گروہ بھی جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی پیروی کی وحی اور شریعت کی تصدیق کی ہے اور ثقلین سے تمسک کیا ہے۔ آل محمد ﷺ میں شامل ہیں۔

حوالہ نمبر۳:......قال ابو جعفر عندنا آل محمدنا در من الباب وهو منه ان العلماء هم آل محمد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آل محمد ﷺ ہمارے نزدیک نادر الباب اور اسی سے ہے کہ علماء وہی آل محمد ہیں۔ (بصائر الدرجات 1/5)

ان تینوں حوالہ جات کو بغور پڑھنے سے معلوم ہوا کہ انبیاء کے اقارب اور اُن کی آل مومنون میں سے صالح علماء باللہ ہوتے ہیں۔ بالخصوص حوالہ نمبر۲ پڑھیئے۔ جس میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ آل محمد میں اُمت کو بھی شامل کرتے ہیں۔

اب آیئے اصلی مطلب کی طرف بخاری شاہ صاحب کہتے ہیں کہ ابو العطاء نے کہا کہ آل دو قسم کی ہیں۔ ایک آل جسمانی جن پر صدقہ حرام ہے۔ اور دوسری آل روحانی ہے اس میں علماء راسخین اولیائے کاملین مشکوٰۃ نبوت سے فیوض برکات کے انوار حاصل کرنے والے خواہ وہ سابقین ہو یا لاحقین سب کے سب آ جاتے ہیں اور یہ جسمانی آل سے زیادہ پختہ ہیں۔

شاہ صاحب ہم نے جن ہستیوں کو جسمانی آل سے زیادہ پختہ کہا ہے وہ ہیں اُمت کے علمائے راسخین اور اولیائے کاملین۔ شاہ صاحب ہم نے کب اپنے متعلق لکھا ہے کہ ہم یعنی میں ابو العطاء اولیائے کاملین یا علمائے راسخین میں سے ہوں۔ آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ 43 کی آٹھویں سطر پر لکھا ہے کہ مولانا صاحب ابو العطاء نے اپنے آپ کو آل رسول میں

شامل کرنے کے لئے بڑے دلائل دیئے ہیں۔ کیونکہ آپ بھی اپنے آپ کو آل رسول میں شمار کرتے ہوں گے۔ یقیناً کیونکہ سید الصادقین حضرت امام جعفر صادق کے فرمان کے مطابق کہ مؤمنوں کا وہ گروہ بھی جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی پیروی کی اور وحی اور شریعت کی تصدیق کی ہے اور ثقلین سے تمسک کیا ہے آل محمد ﷺ میں شامل ہے۔ تو اولیاء کاملین، علمائے راسخین آپ جیسی آل سے بچتے ہیں۔ کیونکہ آپ کا شمار بقول آپ کے آل جسمانی سے ہے جن پر صدقہ حرام ہے۔ ہم دور حاضر اور اس کے قریب زمانے کی مثال دیتے ہیں۔ حضرت پیر سید بلھے شاہ صاحب قصور والے آپ کے مرشد پاک پیر عنایت شاہ آرائیں خاندان سے تھے۔ سید نور الحسن شاہ بخاری کیلیانوالہ شریف والے شیعہ حضرات کے اکابر علماء سے تھے۔ قسمت نے یاوری کی تو میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو گئے۔ اب ان کے ہزاروں مرید ہیں وہ بھی آرائیں خاندان سے تھے۔ علی پور شریف والے سادات خاندان کے چشم و چراغ قطب زماں پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی شاہ صاحب اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 43 کے ساتھ ستارھویں سطر پر لکھتے ہیں کہ مولانا ابو العطاء صاحب نے ان دلائل سے اپنے آپ کو آل رسول میں شامل کر لیا۔ یہ شاہ صاحب بخاری صدق و صفا سے عاری، ثابت کریں میں نے اپنے متعلق یہ لکھا ہے کہ میں آل رسول سے ہوں۔ انبیاء کے خاص اور ان کی آل مؤمنوں میں سے صالح علماء باللہ ہوتے ہیں۔ یعنی علمائے راسخین اور اولیاء کاملین، فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ 569 جو نماز میں درود شریف پڑھا جاتا ہے اس میں وارد شدہ الفاظ اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد پڑھا جاتا ہے اس میں وارد شدہ لفظ آل سے حضور ﷺ کی اُمت کے نیک اور پاک سیرت متبعین مراد ہیں۔ بہر حال لغت میں بھی حضور علیہ السلام کی اُمت کے نیک اور پاک سیرت علمائے راسخین مراد ہیں۔ تو ثابت ہوا آل جسمانی کے علاوہ جن کو آل رسول میں شامل کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔ اولیائے کاملین، علمائے راسخین اور نیک پاک سیرت مومن اور جو متقی ہوں۔ قرآن پاک میں صاف فرمایا اولیاء ہ الا المتقون اللہ تعالیٰ کے ولی صرف پرہیزگار لوگ ہی ہوسکتے ہیں۔ ایک اور جگہ قرآن پاک میں وارد ہے۔ الذین آمنوا وکانو یتقون ولی صرف وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور ... ساتھ

متقی اور پرہیز گار بھی ہوں۔

تو بتاؤ شاہ صاحب میں نے کب دعوٰی کیا ہے کہ میں اولیاء کاملین اور علمائے راسخین اور نیک پاک سیرت مؤمن اور متقی ہوں۔ جبکہ یہ اوصاف از روئے قرآن پاک اولیاء اللہ کے بیان ہوئے ہیں یہ آپ کا سفید جھوٹ ہے آپ کو خوف خدا نہیں کہ جھوٹ بولنے والے پر خدائی فتویٰ کتنا خطرناک ہے۔شاہ صاحب آپ اپنی کتاب کے صفحہ 44 کے چھبویں سطر پر تحریر کیا ہے کہ یہ جو صدقہ کھانے والی آل رسول ہے اس میں حکیم بھی ہیں اس کا مطلب ہے کہ ہم دو طرف سے خطیب بھی ہیں اور حکیم بھی ہیں۔ اس لئے صدقہ لینے کے ہم ڈبل امیدوار ہیں۔ ہمیں دو تا کہ ہم کھا پی کر خوب موٹے تازے ہو کر اور پختہ ہو جائیں۔ اب شاہ صاحب توجہ کیجئے آپ حوالہ نمبر ۲ پڑھیئے جس میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور شریعت کی تصدیق کی ہے اور ثقلین سے تمسک کیا ہے آل محمد میں شامل ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ شیعہ حضرات جو پکے مؤمن ہونے کے دعویدار اپنے سوا کسی کو مومن ہی نہیں سمجھتے آل رسول میں داخل ہیں۔

جواب:...... محرم الحرام میں شیعہ صاحبان تعزیہ اور گھوڑے کا انتظام کرتے ہیں اور مجلس ماتم قائم کرتے ہیں۔ ماتمی حضرات جب بازاروں میں نکلتے ہیں ان ماتمی حضرات میں شیعی علماء بھی شرکت کرتے دکھائی نہیں دیتے۔ سینہ کوبی کرنے والے صرف نچلے طبقے کے لوگ ہوتے ہیں۔ انمیں میراثی، مصلی، بھانڈ، نقال بھی ہوتے ہیں جو شیعہ مذہب کے پیروکار باقی دیگر اقوام کے بھی ہوتے ہیں۔

شہروں، قصبوں، دیہاتوں میں کسی کے گھر بارات آتی ہے تو گھر والے انہیں مخصوص جگہ پر ٹھہراتے ہیں۔ جب باراتی اپنی اپنی جگ پر سکون سے بیٹھ جاتے ہیں تو گھر والے موسم کی مناسبت سے چائے یا بوتلیں پیش کرتے ہیں۔ ابھی باراتی چائے یا دیگر مشروب کے استعمال سے پوری طرح فارغ بھی نہیں ہوتے کہ نقلیئے، بھانڈ، گویے آ حاضر ہوتے ہیں۔ گویے، نعتیں اور مناقب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی سخاوت نجابت پر جو مشتمل ہوتے ہیں سناتے ہیں۔ نقال اپنے فن کا مظاہرہ کرے کے باراتیوں سے خوب داد لیتے ہیں۔ اور باراتیوں میں سے جو دولہا کے قریبی رشتہ دار یا یار و احباب ہوتے ہیں وہ اٹھ کر دولہا کے سر

پرنوٹ وار کراُن کو دیتے ہیں۔اسی طرح بیسیوں یارواحباب اور قریبی رشتہ دار سینکڑوں روپے دولہا کے سر پر وار کر بطور صدقہ برائے رد بلا تصدق کر دیتے ہیں۔

اور یہی لوگ شبیہ روضہ پاک امام حسین رضی اللہ عنہ پر اپنی کمائی سے نذرانے پیش کرتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں شریک ماتم ہوتے ہیں۔پھر برائے ختم نیازیں بانٹتے ہیں اور تعزیہ پر چڑھاوے کی رقوم ایسی مجالس کے اہتمام کنندگان اپنے تصرف میں لاتے ہیں۔تو لا محالہ انہوں سے بنابر شیعہ مومن ہونے کے میل جول آپس میں ایک دوسرے کی نیازیں کھانے کھلانے اور ان کے نذرانے چڑھاوے اپنے تصرف میں لانے میں بخاری شاہ صاحب آپ بدرجہ اولیٰ شریک ہیں۔تو صحبت کا اثر بھی مسلمات سے ہے۔بدیں سبب آپ میں حجت بازی اور ٹھٹھا اور اخلاق حسنہ سے گری ہوئی باتوں کا ہونا بعید از قیاس نہیں۔اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کی سطر 6 پر جو آپ شاہ صاحب نے میری متعلق بے ہودگی کا مظاہرہ کیا ہے وہ توقع کے خلاف نہیں۔

نوٹ:...... جیسا کہ آپ ہمارے بیان کردہ دلائل بسلسلہ بنات الرسول کے لاجواب ثابت ہوئے ہیں اسی طرح درود شریف میں آل محمد کے مصادیق اپنی کتاب کے صفحہ 41 میں صرف اسی بات پر زور دیا ہے کہ درود پاک اُن ہستیوں کیلئے ہے جن پر صدقہ حرام ہے۔

ہم نے اس نظریہ کی تردید میں کہ درود پاک صرف ان ہستیوں کیلئے ہے جن پر صدقہ حرام ہے۔اپنی کتاب اظہار حقیقت الحق فارق بین الحق والباطل کے صفحہ 99 سے لے کر صفحہ 110 تک بیسیوں دلائل دیئے ہیں اُن میں سے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا اور نہ دے سکتے ہیں بلکہ آپ اور آپ کے حواری بھی جواب نہیں دے سکیں گے۔

ہم اپنی کتاب فارق بین الحق والباطل سے اپنے دعوے کے مطابق قارئین کیلئے بطور نمونہ چند دلائل پیش کرتے ہیں جس سے شاہ صاحب کی بے بسی آپ کو بھی علم ہو جائے گا۔

ا﴾ هو الذى يصلى عليكم وملئكته يخرجكم من الظلمت الى النور ط (وہی ہے جو خود اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔تاکہ وہ تم کو (کفر ونفاق کی) اندھیریوں سے ایمان کی روشنی کی طرف نکال لائے۔

(ترجمہ مقبول شیعی مطبوعہ افتخار بکڈپو کرشن نگر لاہور)

کیونکہ شیعہ حضرات پنج تن پاک کا معصوم جانتے ہیں اور شیعی عقائد کے مطابق بھی خدا کے نور سے پیدا ہوئے یہ پانچوں تن محمد است ﷺ علی و فاطمہ حسینؓ و حسنؓ مگر مخاطب مذکورہ آیت کریمہ میں وہ ہیں جو کفر و نفاق کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ تو شیعہ ترجمہ کے مطابق یہ حضرات اس آیت کے مصداق نہیں۔ (سورۃ الاحزاب پارہ 22 صفحہ 844)

۲...... حضرت علی المرتضیٰ ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے صلوٰۃ بھیجنا یعنی ان کے لئے نزول رحمت کی دعا کرنا۔ اللہ کے نبی محمد مصطفےٰ ﷺ کی تصدیق کرتا ہوں تا کہ اس سے قریب نصیب ہو۔ وہ نبی جسے اُس نے وحی کیلئے چنا اور رسالت کیلئے پسند فرمایا وہ نبی جو حق شفاعت سے سرفراز اور اس کے حق کا ذمہ دار ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وعلی النبین والمرسلین والملائکۃ اجمعین جس کا نام نامی محمد ﷺ ہے اس پر اور اس کی اولاد پر اور اصحاب پر اللہ کی رحمتیں۔ بلکہ تمام انبیاء۔ تمام مرسلین اور تمام فرشتوں پر صحیفہ علویہ صفحہ 18 امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام اور تابعین اور ان کی اولاد و ازواج پر صلوٰۃ بھیجنا۔

نزول رحمت کی دعا:

اللھم وصل علی التابعین من یومنا ھذا یوم الدین وعلی ازواجھم وعلی ذریاتھم وعلی من اطاعت (اے معبود! پس رحمت نازل کر (اُن) پیروؤں پر آج سے لے کر قیامت تک اور (رحمت نازل کر) اُن کی بیویوں اور ان کی اولاد۔

(از صحیفہ کامل صفحہ 37 سید قائم نسیم امروہی)

۴...... سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ کی صلوٰۃ دعائیہ اللھم صل علی محمد و اھل بیتہ الطیبین وعلی اصحابہ وعلی ازواجہ المطھرات یا اللہ رحمت کر محمد پاک اور اس کی اہل بیت پاک اور اصحاب پر اور ان کی طاہر مطہر بیویوں پر۔ (ناسخ التواریخ جلد ہفتم صفحہ 468)

۵...... صلوٰۃ دعائیہ کیلئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ رب العزت نے سورۃ توبہ میں حکم دیا اپنے صحابہ کیلئے۔ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا و صل علیھم ان

صلوٰتک سکن لهم ان کے مالوں سے صدقہ لے لو کہ ان کو بھی پاک کر دو اور اس صدقہ لینے کی وجہ سے ان کے مال کو بڑھا دو اور ان کیلئے دعائے رحمت کرو۔ تمہاری دعائے رحمت کرنا ان کی تسکین کا باعث ہوگا۔ (ترجمہ مقبول شیعی صفحہ 404)

نوٹ: دلیل نمبر 1:...... هو الذی یصلی علیکم وملٰئکته الی آخره

ترجمہ: وہی وہی ہے جو خود اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں تا کہ وہ تم کو (کفر و نفاق) کی اندھیریوں سے ایمان کی روشنی کی طرف نکال لائے۔ (پارہ 22 صفحہ 844 سورۃ الاحزاب) اس مذکورہ بالا آیت کریمہ میں شیعہ حضرات کے عقیدہ کے مطابق جن نفوس قدسیہ کو آل کہتے ہیں اُن پر اس آیہ کریمہ کا اطلاق ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا اس کا اطلاق ان پر ہے جو کفر و نفاق کی ظلمت میں پہلے گھر لے ہوئے ہوں۔ بخاری شاہ صاحب ہم نے خاص صحابہ کرام کے حق میں اللہ اور اس کے فرشتوں کا درود بھیجنا از روئے قرآن پاک ثابت کر دیا ہے۔ کوئی بزرگ آیۃ اللہ حجۃ اللہ سیاہ پوش شیعہ حضرات سے جو قرآن پاک سے ایک ایسی آیت دکھاوے۔ جس سے ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے شیعہ حضرات کے عقیدہ کے مطابق جن نفوس قدسیہ کو وہ آل رسول کہتے ہیں ان پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

سوائے اُن کے دوسروں پر اسکا اطلاق نہیں نہ ہو سکے۔ ہرگز ہرگز نہیں دکھا سکتے اگر دکھا سکتے ہیں تو ہمیں دکھا کر پانچ صد روپیہ انعام حاصل کریں۔ شیعہ حضرات بنظر ایمانی غور کرو کہ صحابہ کرام پر کس کس طرف سے صلوٰت کی چھلیں آ رہی ہیں۔

۱)...... خود ذات باری تعالیٰ کی طرف سے (سورۃ احزاب پارہ 22 سے از روئے قرآن مجید)

۵)...... حضور ﷺ کی طرف سے (سورۃ توبہ سے از روئے قرآن پاک (ے)

۲)...... حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کی طرف سے (از صحیفہ علویہ از علامہ سید مرتضیٰ حسین)

۳)...... حضرت امام زین العابدین کی طرف سے صحابہ پر (از صحیفہ کاملہ صفحہ 37 سید قائم رضا نسیم امروہی

اور تابعین اور اُن کی ازواج واولاد پر (تاریخ التواریخ جلد ہشتم صفحہ 468)

۴ ......سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ ﷺ کی طرف سے محمد پاک، اہل بیت اور اصحاب پر اور ان کی طاہر مطہر بیویوں پر۔ شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 41 گیارھویں سطر پر لکھتے ہیں اگر آل رسول میں اصحاب بھی آ گئے تو پھر انہیں علیحدہ نام لے کر اُن کو کیوں شامل کرتے ہیں جس سے ثابت ہے آل رسول اور ہیں اصحاب رسول اور ہیں۔ رہا شبہ صحابہ کو بھی شامل ہے تو بعض درودوں میں ال کے بعد اصحاب کا ذکر کیوں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عربی زبان میں تخصیص بعد التعمیم کا قائدہ بکثرت جاری ہے۔ یعنی پہلے ایک عام لفظ بولتے ہیں پھر اس عام کے بعض خاص مہتم بالشان افراد کا بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ مثلاً من کان عدواً للہ وملئکتہٖ و رسولہٖ و جبرائیل و میکائیل فان اللہ عدو للکافرین یعنی جو شخص اللہ کا دشمن ہو اور اس کے فرشتوں کا اور رسولوں کا او جبرائیل اور میکائیل کا رتبہ زیادہ ہے اس لئے ملائکہ کے بعد ان کا بھی ذکر فرمایا۔ اسی طرح گو صحابہ آل میں داخل ہیں۔ مگر چونکہ صحابہ کا مرتبہ وہ نسبت دوسرے پیروی کرنے والے والوں سے زائد ہے اس لئے بعد آل کے صحابہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

دوسرا ثبوت:......تنزل الملئکتہ والروح (سورۃ القدر پارہ 30) ترجمہ: اترتے ہیں فرشتے اور روح القدس اس میں مذکورہ بالا ہر دو آیات میں جبرائیل و میکائیل اور ذکر ملائکہ کے بعد روح کے خصوصی ذکر سے مراد ان کی فضیلت کا اظہار ہے۔ ورنہ ملائکہ میں جبرائیل اور میکائیل شامل ہی تھے۔ ملائکہ کے بعد روح کا ذکر دیگر ملائکہ سے اس کا امتیاز واختصار میں ظاہر کرنے کیلئے کیا گیا ہے۔ شاہ صاحب بخاری اور ان کے حواری صحابہ کے فضائل سن کر بدکتے ہیں کیا صحابہ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا عمر فاروق رضی اللہ عنہ یا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور دیگر ہاشمی خاندان کے افراد جنہوں نے کلمہ پڑھ کر توحید رسالت کی تصدیق اور آنحضرت ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل کیا اور تقویٰ پرہیز گاری کی زندگی گذاری اور تادم مرگ اس عقیدہ واعمال شریعہ پر قائم رہے۔ سبھی صحابہ کی جماعت میں داخل ہیں اور اس پر طرہ کہ شیعہ حضرات مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اہل بیت میں ہونے کا اقرار کرتے ہیں یعنی اہل بیت میں شامل کرتے ہیں۔ مگر اُن کو آل میں نہیں

مانتے۔تو ہم درود میں جب آلہ کے بعد اصحابہ کہتے ہیں تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اصحابہ میں شامل ہونے کی وجہ سے ہمارے درود میں شامل ہوئے۔

قارئین ہم نے جتنے دلائل درود شریف میں آل محمد ﷺ کے مصادیق کے بیان کئے یہ سارے دلائل ہم نے اپنی کتاب فارق بین الحق والباطل میں باب دوم کے صفحہ 99 سے لے کر 116 تک لکھے ہیں ان تمام دلائل کو اپنی اس دوسری کتاب میں لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ کون اتنا وقت نکال کر ہماری کتاب فارق بین الحق والباطل سامنے رکھ کر اور شاہ صاحب بخاری کی کتاب حقیقت اہل ذکر سامنے رکھ کر موازنہ حق وصداقت کرے گا۔تو ہماری اس کتاب کے قاری پر واضح ہو جائے گا کہ شاہ صاحب بخاری ہماری پیش کردہ دلیلیں در بارہ درود شریف۔ کسی ایک دلیل کا جواب نہیں دیا اور نہ ہی دے سکتے ہیں۔اس مسئلہ میں بھی کسی دلیل کا جواب نہ دینا اور یہی رٹ لگانا کہ درود پاک صرف اُن ہستیوں کیلئے ہے جن پر صدقہ حرام ہے۔بس یہی اعتراف شکست بین ثبوت ہے۔

کتاب ہذا کے قارئین کی توجہ طلبی کیلئے چند سطور کا اضافہ کرتے ہیں۔بنظر ایمانی غور وفکر سے پڑھیئے اگر کوئی کم عقل اور کو چشم کسی کے ساتھ فی سبیل اللہ قسم کے بغض عناد کی ٹھان ہی لے اور اس کے دنفرت کا بیڑ ا ٹھا ہی لے تو اسے کوئی آیت قرآنی اور حدیث نبوی اور اقوال ائمہ اہل بیت مطمئن نہیں کر سکتے۔اسے تو باری تعالیٰ ہی اپنی بے آواز لاٹھی سے قائل کر سکتا ہے۔یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں قرآن پاک آیہ مبارکہ من یضلل اللہ فلا ھادی لہ' سورۃ اعراف ہمارے مذکورہ موقف کی مؤید ہے جیسے خوارج اور روافض ہمارے سامنے زندہ مثالیں ہیں۔خارجی دشمن اہلبیت کرام رافضی دشمن صحابہ کرام حضرت عبدالقادر بیدل نے سچ کہا ہے۔

بیدل عبث است از سخن پروردن ☆ برشیعہ وخارجی شکست اوردن

حق چوں لب ایں طائفہ ہرزہ نہ بست ☆ معقولات چہ سحر خواہد کردن

ترجمہ: بیدل باتیں کرنے سے شیعہ اور خارجی کو شکست دینا مشکل کام ہے۔اس لئے کہ جب قادر مطلق نے ان دو گروہوں کے منہ بیہودہ گوئیوں اور ہرزہ سرائیوں سے بند نہیں کیا تو کیا تیری یہ تمام معقول اور سچی باتیں ان سیاہ دلوں پر کیا جادو پھونک دیں گی۔

مطلب یہ کہ دونوں اگر وہ اپنے عقائد باطلہ اور فاسدہ میں اتنے آگے جا چکے ہیں کہ اب ان کو قرآن وحدیث یا اقوال ائمہ صادقین سے راہ راست پر لانا ممکن نہیں۔

تفسیر آیہ تطہیر اور قرآنی رو سے اہل بیت کا بیان

حقیقت اہل ذکر شاہ صاحب اپنی اس کتاب کے صفحہ 45 کی آخری سطر میں لکھتے ہیں ۔آیت جس رکوع میں درج ہے اس میں سات آیات درج ہیں۔ پہلی پانچ آیت نبی رسول کی ازواج کے متعلق ہیں اور چھٹی آیت کا مضمون ان پہلی آیات سے مختلف انداز میں ہے۔

جواب:۔دراصل یہ خطاب یایھا النبی قل لا زواجك سے شروع ہوکر لطیفاً خبیراً پر ختم ہوتا ہے۔ یہ خطاب سورۃ احزاب کی اٹھائیسویں آیت سے شروع ہوکر چونتیسویں آیت تک جمع مؤنث حاضر کے چھبیس صیغے ہیں وار دوبار یا نسآء النبی کے الفاظ سے واضح فرمایا گیا کہ یہ تخاطب صرف اور صرف نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات سے ہے۔اس میں کسی کی شمولیت نہیں۔اس مقام پر جن لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ انما یرید اللہ عنکم الرجس اھل البیت کے کلمات سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسن وحسین رضا اللہ عنہما کی شان میں نازل ہوئے ہیں۔ وہ بوجوہ محل نظر ہے۔ یہ کلمات چونتیسویں آیت کا ایک ٹکڑا ہیں نہ کہ پوری آیت اور آیت وقرن فی بیوتکن سے شروع ہوتی ہے۔اور لفظ قرن اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ باقی آیات کی طرح یہ کلمات بھی نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوئے ہیں۔

قرن بیوتکن تبرجن امممن اتین اطعن آگے آیہ تطہیر انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا آگے واذکرن بیوتکن یہ سب صیغے آگے پیچھے والے جمع مونث کے صیغے اور ضمیریں ہیں اور درمیان میں ذکر تطہیر ہے۔ جن میں تمام تر مخاطب ازواج مطہرات ہیں دراصل انسان اس وقت ٹھوکر کھاتا ہے جب آیت کو سیاق وسباق سے الگ کر کے کسی جز سے اپنے پسند کا مفہوم نکالنے کی کوشش کیجائے۔ یہ کوشش دراصل قرآن کے الفاظ سے معنی اخذ کرنا نہیں ہوتا۔ بلکہ آیت میں اپنے پسند کے

معانی داخل کرنا ہوتا ہے۔اس قسم کی ایک صورت آیت تطہیر کی تعبیر و تفسیر میں ملتی ہے۔ چنانچہ اس مہم کی ابتدا سارسلسلہ وار مضمون سے صرف نظر کر کے اس آیت کے ٹکڑے سے کی جاتی ہے۔تو آیہ تطہیر کو ازواج مطہرات سے کاٹ کر دوسری طرف لے جانا ظلم اور تحریف قرآن ہے۔شیعہ امہات المومنین کو اہل بیت میں شامل نہیں مانتے۔ان کا اعتراض نمبر 1

آیہ کریمہ میں عنکم اور یطھر کم کے ضمائر مذکر ہیں اگر یہیں ازواج مراد ہوتیں تو ضمیریں مونث عنکن اور یطھر کن وارد ہوتیں۔

تو شیعہ حضرات کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے۔اکابر مفسرین نے لکھا ہے کہ لفظ اہل بیت مذکر ہے۔اگرچہ معنی کے لحاظ سے مؤنث ہے عربی لغت میں اکثر معنی کا لحاظ نہیں رکھا جاتا صرف لفظ کے مطابق ضمیر لایا جاتا ہے۔جیسا کہ سورۃ ہود میں وارد ہے کہ فرشتے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کی ولادت کا مژدہ سناتے ہیں تو پاس کھڑی ان کی اہلیہ مطہرہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ہنس کر تعجب کرتی ہیں۔ وائے حیرانی میرے ہاں بچہ ہوگا حالانکہ میں بوڑھی ہوں اد رمیرے خاوند بھی بوڑھے ہیں یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔اس پر فرشتے کہتے ہیں۔اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت اے سارا کا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔اس آیت کریمہ میں تعجبین مونث کا صیغہ ہے لفظ اہل بیت کے پیش نظر بعد کا ضمیر مونث استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ علیکم مذکر کا ضمیر استعمال ہوا ہے۔حالانکہ بالاتفاق اس سے حضرت سارا رضی اللہ عنہا ہی مراد ہیں۔اور بائیسویں پارے کی ابتدا مونث کا ضمیر ہے اور بالاتفاق یہاں ازواج مراد ہیں۔یقنت مذکر کا صیغہ ہے۔چاہیے تو یہ تھا کہ یقنت کی بجائے تقنت استعمال ہو۔چونکہ لفظ مذکر ہے اس لئے اس کی رعایت سے ضمیر مذکر استعمال ہوا ہے۔ اس قسم کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔جن کی روشنی میں شیعوں کا یہ استدلال باطل ہو جاتا ہے۔نیز اگر مذکر ضمائر کی وجہ سے جملے میں مونث شامل نہیں تو پھر سیدہ زہراہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو کس طرح شامل مانا جائے گا؟ قرآن کریم میں کثرت سے احکام کے صیغے مذکر کے ہیں حالانکہ مونث بھی اس میں شامل ہیں۔بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ صیغہ مذکر کا اور مراد صرف مونث ہے۔ جیسا کہ ارشادربانی ہے۔ فقال لاھلہ امکثوا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ سے فرمایا ذرا ٹھہر

جاؤ(سورۃ طٰہٰ پارہ 16)اعتراض اول تو باطل ہو گیا۔

دوسرا اعتراض:۔ آیہ تطہیر میں بیت کا لفظ مذکور ہے جو واحد ہے۔ اگر ازواج مراد ہوتیں تو بیت کی بجائے بیوت کا لفظ استعمال ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ازواج مطہرات کے حجروں کی دو حیثیتیں تھیں ایک ان کی اپنی قیام گاہ کی حیثیت چنانچہ جب اس حیثیت سے حجروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو بیوت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان سے ہر ایک کا بیت الگ الگ تھا۔ ارشاد ہوا قرن فی بیوتکن اور اس اگلی آیت میں ہے! واذکرن مایتلی فی بیوتکن دوسری حیثیت اُن حجروں کی رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے ہے کہ وہ سارے کے سارے بیت النبی ہیں۔ اور نبی کا بیت ہونے میں ان کی جہت ایک ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں بیت النبی کی جہت سے بشارت تطہیر دی جارہی ہے۔ اس لئے لفظ اہل بیت وارد ہوا تو شیعہ حضرات کا یہ اعتراض بھی باطل ٹھہرا۔

تیسرا اعتراض:۔ کہتے ہیں کہ مفسرین اہل سنت اس بات کے قائل ہیں کہ آیہ تطہیر ان چار حضرات کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اس سے امر میں روایات کثیرہ ہیں خاص طور پر ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ کہ آیت ان کے ساتھ خاص ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ قائل ہونا اور ناقل ہونا۔ دو مختلف چیزیں ہیں۔ نقل میں ہر رطب ویابس شامل کر دیا جاتا ہے۔ مگر قائل ہونا کسی دلیل کی بنا پر ہوتا ہے۔ یعنی مفسرین نے اگر اسی روایات نقل کر دیں تو ان سے یہ کب ثابت ہوا کہ وہ قائل ہیں۔ کسی ایک محقق مفسر نے مثلاً تفسیر مظہری، تفسیر کبیر، تفسیر روح المعانی، تفسیر ابن کثیر مانندا: آج تک یہ بیان نہیں کیا کہ یہ آیت ان چار کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ روایات جو پیش کی جاتی ہیں اُن میں یہی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی اصل اہل بیت میں ان چار کو داخل کیا جائے۔ یہی دعا ہی تو ان حضرات کو نص سے خارج کر رہی ہے۔ رہا ابو سعید کا سوال تو یہ ایک دامِ ہمرنگ زمین ہے۔ ابو سعید کنیت ہے کلبی کی جو مستند تقیہ باز شیعہ تھا۔ عطیہ کوفی جو خود مستند شیعہ ہے اس سے نقل کرتا ہے کبھی ابو سعید کی کنیت سے کبھی ابو الہشام کی کنیت سے اور ابو نصر کی کنیت سے اور دنیا کو دھوکہ دینے کیلئے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا لفظ بڑھا دیا جاتا ہے۔

ایک دو اور روایات میں بھی آیا ہے کہ اہل بیت سے مراد صرف آل عبا ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ کثیر روایات اور ثقہ روایات کے اعتبار سے تو وہی مفہوم ثابت ہے جو جمہور کا مسلک ہے اگر دو چار روایت میں یہ مفہوم ہو جو شیعہ کہتے ہیں تو اولاً وہ سیاق قرآن کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہیں دوسرے ان رواتوں کے راوی درجہ ثقاہت کو نہیں پہنچے۔ بلکہ مجروح، ضعیف اور کاذب اور ساقط الاعتبار ہیں۔ ایسے راویوں میں ایک علی یزید ہے جس کے متعلق امام عسقلانی تہذیب التہذیب میں لیس بالقوی منکر الحدیث عن الثقات وہ قوی نہیں ثقات منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ ایک اور راوی ابوداؤد ہے۔ یہ وہ ابوداؤد نہے جو صاحب سنن ہیں۔ علامہ بن کثیر نے لکھا ہے الاعمیٰ نفیع بن حارث کذاب اندھا ابوداؤد جس کا نام نفیع بن حارث ہے کذاب ہے۔ لیس بشیٔ کان یغلو فی الرفض یہ کچھ بھی نہیں رفض میں غالی ہے۔ ایک اور راوی عبداللہ بن قدوس ہے جس کے متعلق علامہ ابن حجر لکھتے ہیں لیس بشیٔ رافضی خبیث کوئی حیثیت نہیں رکھتا رافضی خبیث ہے۔ ایک راوی کا نام مندل ہے اس کے متعلق علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔ قال احمد ضعیف الحدیث والبخاری ادخلہ فی الضعفاء امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ضعیف ہے اور امام بخاری نے بھی اُسے ضعفا میں شمار کیا ہے۔

از تفسیر ضیاء القرآن از پیر کرم شاہ بھیروی جلد 2 صفحہ 53 تا 54 مطبوعہ لاہور

آیہ تطہیر کے مصداق پر جمہور کا مسلک کیا ہے؟

ترجمہ:- معلوم ہونا چاہیے کہ شیعہ لوگوں کا اہل سنت سے لفظ اہل بیت لیس فی صدق اللفظ بحسب المعرف واللغة یظهور صدق اهل البیت لغة وعرفاً علی النسآء ان المراد من الایة ازواج النبی صلی الله علیه وآله وسلم باسلوب الکلام قبلها و بعدها و ذالك مخالف للروایة والدرایة کے باعتبار عرف اور لغت کے مصداق میں اختلاف نہیں کیونکہ عرفاً ولغۃً لفظ اہل بیت عورتوں پر بولا جاتا ہے۔ اس لئے اہل بیت لغت میں انہیں کہتے ہیں جو اس گھر میں بسنے والے ہوں۔ اختلاف اس لفظ

کے مراد میں ہے جمہور نے آیت تطہیر میں لفظ اہل بیت کا معنی ازواج النبی جو مراد لیا ہے تو یہ اس آیت کے اسلوب اور سیاق وسباق کے لحاظ سے لیا ہے اور یہ معنی لینا روایت اور درائیت دونوں کے خلاف ہے۔ (درنجفیہ صفحہ 15 مطبوعہ ایران طبع قدیم)

۲......از شرح نہج البلاغہ فقال الجمہور ان نسآء النبی مرادات بھذہ الایۃ ومن الناس من خصصھا بھن مستدلین بسیاق الکلام قبلھا وبعدھا آیہ تطہیر میں ذکر شدہ لفظ اہل بیت کی مراد میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک ہیں اور بعض لوگ اس کی تخصیص کرتے ہوئے صرف ازواج مطہرات کیلئے مانتے ہیں ان کی دلیل اس کلام کا سیاق وسباق ہے۔ شیعہ لوگ اس پر متفق ہیں کہ اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا، حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔

قارئین کتاب ہذا غور کا مقام ہے کہ شیعہ مفسر شارح اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ لفظ اہل بیت ازروئے عرف ولغت بیوی پر بولا جاتا ہے اور پھر اسی اطلاق کو جمہور کا مسلک بھی قرار دے رہے ہیں اور مان لیا کہ جمہور کے نزدیک کلام کے سیاق وسباق سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہی ہیں۔ اس حقیقت کے تسلیم کر لینے کے بعد آخر خوئے بدرا بہانہ بسیار کے مطابق دولتی یہ لگائی کہ اہل بیت سے عرفاً لغۃً اگرچہ مراد بیوی ہی ہوتی ہے اور جمہور نے بھی یہی کہا لیکن یہ مراد روایت اور درائیت دونوں کے خلاف ہے۔

ا......روائیت ہی کو لیجئے خود حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اپنے بارے میں استفسار کہ کیا میں اہل بیت سے نہیں ہوں۔ اس کے جواب میں جو کچھ آپ نے فرمایا کیا وہ صرف حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اکیلی کے بارے میں تھا۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی آپ سے علاوہ زوجیت کے اور کونسی نسبت تھی جس کی بنا پر اہل بیت ہونے کا سوال کیا جب ان کے استفسار کے جواب میں علی خیر وانت علی جیسا کہ کشف الغمہ کے حوالے سے ثابت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اہل بیت میں داخل ہیں تو یہ نسبت جس میں پائی جائے وہ بھی اہل بیت میں شامل ہے۔ اس لئے ازواج مطہرات بھی روائیت کے لحاظ سے خارج نہیں۔ جب حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا نے چادر میں داخل ہونے کی درخواست کی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا انت علی خیرٍ خیر اسم

تفضیل کا صیغہ ہے جس کے معنی یہ ہیں تو بہت اچھے حال پر ہے۔ یعنی تمہارے حق میں تو آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ اب میں ان کو بھی شامل کرتا ہوں جو پہلے شامل نہ تھے کیونکہ اگر شامل ہوتے تو دعا کی ضرورت نہ تھی۔

خیر کے معنی قرآنی اصطلاح میں

چنانچہ قرآن پاک پارہ 30 میں آتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے **اُولٰئك هم خير البريه** ساری مخلوق سے بہتر وہی لوگ ہیں۔ دوسرے سورہ آل عمران پارہ 4 میں آتا ہے **كنتم خيرَ اُمةٍ اُخرجت للناس** جو امتیں ہدایت مردم کیلئے پیدا کی گئیں ان میں تم سب سے بہتر ہو۔ (ترجمہ مقبول شیعی) مزید برآں حضور ﷺ نے فرمایا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو صرف اتنا ہی نہ کہا تھا کہ **انك علی خير** کہ تو بھی اچھے مقام پر ہے بلکہ ان کے اس سوال پر **الست من اهلك**؟ کیا میں آپ کے اہل بیت میں سے نہیں؟

یہ جواب بھی ارشاد فرمایا تھا "بلیٰ" کیوں نہیں۔ یعنی ہاں تو بھی میرے اہل بیت سے ہے اہل سنت کی کتاب مسند امام احمد میں یہ روایت موجود ہے۔ اور اہل تشیع کے ہاں بحار الانوار جلد 10 صفحہ 269 میں منقول ہے تو روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ ازواج مطہرات بھی روائیت کے لحاظ سے خارج نہیں اور حضرات امہات المومنین کا اہل بیت نبوی سے ہونا صرف انہیں روایات پر موقوف نہیں خود قرآن پاک اپنی اعجازی تربیت سے ان کے اہل بیت ہونے پر نص فرما رہا ہے۔ مثلاً سورۃ یوسف پارہ 12 میں آیا۔ **قالت ماجزاء من اراد باهلك سوء** مذکورہ آیت کا ترجمہ شیعہ تفسیر سے قالت کہا زلیخا نے عزیز سے کہ **ماجزاء مَن اراد باهلك سوء** کیا ہے جزا اس شخص کی کہ ارادہ کرے ساتھ زوجہ تیری کے بدی کا۔ شاہ صاحب بخاری آپ کے معتبر مفسر نے اہل کے معنی بیوی کے لئے ہیں اب ایمان لے آؤ کہ اہل بیت میں زوجہ بھی شامل ہے جیسا کہ صرف اہل میں بھی شامل ہے۔

سورۃ القصص پارہ 20 **فقالت هل ادلكم علیٰ اهل بيت يكفلونه** موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے کہا کہ میں تمہیں گھر والی کا پتہ بتاتی ہوں جو اس کی پرورش کریں گے۔ اس آیت میں اہل

بیت سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں جوان کی ہمشیرہ اپنی والدہ کے پاس ہی لے گئیں۔
ثابت ہوا کہ قرآن مجید میں اہل بیت سے مراد بیوی گھر والی لی گئی۔ اور وہی لفظ اہل بیت سورۃ احزاب پارہ 22 میں عنکم الرجس اهل البیت موجود ہے۔ وہی لفظ اہل بیت اس آیہ مذکورہ میں هل ادلکم علی اهل البیت میں موجود ہے جس سے بیوی مراد ہے۔

رہا معاملہ درائیت کا اگر چہ شیعہ لوگوں کا مذہب عقلیات اور ادھر اُدھر کی گپوں کا مرکب ہے۔ مگر یہاں درائیت کے طور پر تمہارا زور صرف ضمیروں پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمع مذکر کی ضمیر کم باعتبار غلبہ کے ذکر فرمائی جس میں مردوں کا ہونا ضروری ہے؟ آخر تم سے ہم پوچھتے ہیں کہ یہ ضمیروں والا چکر تم نے کہاں سے سیکھا؟ تمہارا جواب یہی ہوگا کہ اہل لغت کا یہ قاعدہ ہے۔ ہم نے اپنے گھر سے تھوڑا گھڑ لیا ہے تو اس پر تم سے یہ دریافت کیا جا سکتا ہے؟ کہ اہل بیت کے لفظ سے ازواج مطہرات کو نکالنے کیلئے تم نے ضمیروں کے بارے میں اہل لغت کو معتبر جانا۔ مگر انہیں لغت والوں نے جب یہ کہا (جیسے کہ تم عرف لغت کے اعتبار سے یہ کہہ چکے ہو) کہ اہل بیت سے مراد ازواج ہوتی ہیں۔ تو اسے ماننے میں تم کو کون سا سانپ سونگھ گیا تھا۔ آخر ضمیروں کے بارے میں کہنے والے وہی اہل لغت ہی تو ہیں۔ تو ایک جگہ جہاں اپنا اُلو سیدھا ہوتے دیکھا ان کی بات مان لی اور دوسری جگہ جب کمر ٹوٹنے لگی تو اسے رد کر دیا اور جمہور نے جو اہل بیت سے اس آیت میں ازواج مطہرات لیں وہ تمہیں کھٹکا کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ عرف لغت جمہور سبھی جھوٹے ہیں اور آپ ہی صادق ہیں؟ یعنی سارا جہاں کپتا اور اکیلا ستھرا، بھلا مانس، چلو تمہاری لغت دانی کے مقابلے میں عرف اور اہل لغت اور جمہور نہیں ٹھہر سکے تو خدارا ہمیں بتایئے کہ ان آیات میں کیا کرو گے؟ قالو اتعجبین من امر الله رحمة الله و برکاته، علیکم اهل البیت انه، حمید مجید ० فرشتوں نے کہا اے عورت کیا تو امر خدا سے تعجب کرتی ہے حالانکہ اے اہل بیت تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں بے شک اللہ تعالیٰ سزاوار حمد وثنا ہے۔ (ترجمہ مقبول احمد شیعہ پارہ 12 سورہ ھود)

۲ ﴾...... فقال لاهله امکثو انی انست نارا لعلی اتیکم منها بقبس حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کو فرمایا کہ (ذرا یہیں) ٹھہرو میں نے آگ دیکھ لی ہے۔ امید ہے

کہ میں سے تمہارے لئے چنگاری لاؤں گا۔ (ترجمہ مقبول احمد شیعہ پارہ 16 سورۃ طٰہٰ)

ان دونوں آیات میں سے پہلی آیت میں علیکم میں ضمیر مجرور جمع مذکر کی ہے۔ لہذا تمہاری لغت کے مطابق اس کے مخاطب یا تو سبھی مرد ہونے چاہییں یا مرد اور عورت دونوں۔ لیکن عورتوں کو ماتحت کرتے ہوئے تغلیبی حکم مردوں کیلئے آیا ہے تو بتلایئے اس کم سے کون مرد اور کون سی عورتیں تھیں؟ حالانکہ سبھی مفسر تمہارے سمیت اس سے مراد حضرت سارا رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام لیتے ہیں۔ اگر تمہاری لغت کو مان لیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے بھیجے ہوئے فرشتوں پر دو الزام آتے ہیں۔ پہلا یہ کہ سیدہ سارہ اکیلی تھیں۔ لیکن انہیں جمع سے تعبیر کیا گیا۔ دوسرا یہ کہ وہ مؤنث تھیں لیکن خطاب ایسے الفاظ سے ہوا جو مذکروں کیلئے مخصوص ہیں۔ لیکن اس کی مخاطب حضرت موسیٰ علیہ السلام "امکثوا اتیکم" میں دو دفعہ ضمیریں جمع مذکر کی مذکور ہیں۔ لیکن اس کی مخاطب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ بنت شعیب ہیں۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پھر بھی اعتراض ہوسکتا ہے کہ انہیں یا تو اپنی بیوی کے مذکر یا مؤنث ہونے کی خبر نہ تھی (جو سراسر باطل ہے) ایک کی بجائے کئی اور وہ بھی نرے مرد یا ملے جلے افراد سمجھتے تھے۔ بہرحال شیعہ لغت کو مان کر اللہ کی ذات اس کے فرشتوں کی عصمت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان پر طرح طرح کے الزامات عائد ہوتے ہیں۔ اگر بقول شیعہ اہل بیت بیوی پر نہ استعمال ہوتا تھا کیا فرشتے عربی زبان سے ناواقف تھے۔

۱ ...... کیا معاذ اللہ خداوند کریم کو عربی زبان سے ناواقفی تھی۔

۲ ...... جس نے ان دو مقامات پر اہل بیت سے گھر والی بیوی پر لفظ اہل بیت کو استعمال فرمایا۔

۳ ...... کیا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ عربی زبان نہ جانتے تھے آپ ہی فرما دیتے کہ اہل بیت کا لفظ تم بیوی پر کیوں بول رہے ہو۔ یہ تو بیٹی اور نواسوں اور داماد پر استعمال ہوتا ہے۔ ہرگز ہرگز نہیں بھی ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے عربی زبان سے ناواقف ہوں اور نہ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ دراصل بات یہ ہے کہ یہ سب ہیر پھیر شاہ صاحب بخاری وکیل روایان سبائی اس لئے کرتے ہیں کہ ازواج مطہرات آنسہ رعالیاں صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بیت نہیں مانتے مگر

ہم بھی اتنے ثبوت دیں گے کہ لاجواب ہونے پر ندامت کا پسینہ پیشانی پر آ جائے۔ قارئین کرام توجہ فرمائیں۔

۱...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجانب خانہ خدیجہ رواں شد و چوں حضرت بر درِ خانہ رسید خدیجہ را بقدوم آنحضرت بشارت دادند، خدیجہ بپائے برہنہ از غرفہ اصحن خانہ دوید چوں در را کشودند حضرت فرمود السلام علیکم یا اہل البیت

ترجمہ:- آنحضرت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف چل پڑے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر کے دروازے پر پہنچے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نوکرانیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت لے کر آئیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا ننگے پاؤں چوبارے سے صحن کی طرف دوڑی جب دروازہ کھولا تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السلام علیکم یا اہل بیت۔

بخاری شاہ صاحب وکیل راویان سبائی ایمان سے کہو اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لفظ اہل بیت کا اطلاق اپنی بیوی یعنی گھر والی پر کیا یا نہیں؟ اس حدیث کو بیان کرنے والے آپ کے گیارھویں صدی کے مجدد امام المحدثین ملا باقر مجلسی ہیں یا نہیں؟ تو پھر لگاؤ نعرہ، نعرۂ حیدری یا علی اس نعرے میں ہم آپ کے ساتھ ہیں اللہ کریم آپ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(حیاۃ القلوب جلد 2 صفحہ 100)

۲...... تحقیق اہل بیت شیعہ مفسر کی زبانی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل بیت فرمایا۔ خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہل بیت سے بدی اور بدنامی سے دور رکھا۔ (حاشیہ ترجمہ مقبول شیعی صفحہ 699) شکرے کنم خدارا کہ ہمیشہ بدی ہارا از اہل بیت ما دورے گرداند، میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ ہمارے اہل بیت سے خدا تعالیٰ ہمیشہ برائیوں کو دور کرتا ہے۔ (حیات القلوب ملا باقر مجلسی جلد 2 صفحہ 594) شاہ صاحب بخاری وکیل راویانِ سبائی اب تو تمہارے مجدد ملا باقر مجلسی اور تمہارے شیعہ مفسر نے بھی تسلیم کر لیا کہ لفظ اہل بیت کا اطلاق بیوی پر ہوتا ہے۔ محدثین مفسرین امامیہ نے خدائی آیتوں اور فرمان رسول کریم کو تسلیم کرتے ہوئے لکھ دیا کہ اھل بیت کا گھر کی زوجہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ لیکن ضد اور تعصب بری بلا ہے۔ کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اہل بیت تسلیم کرنے نہیں دیتا۔

جبکہ سیدنا فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی صلوٰۃ سے ازواج مطہرات کا طاہر و مطہر ہونا ثابت ہے۔ اللھم صلی علی محمد واهل بیته الطبین وعلی اصحابه المنتجبین وعلی ازواجه المطهرات یااللہ رحمت نازل کر محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کی اہل بیت پر اور اصحاب اخیار پر اور ان کی طاہر و مطہر بیویوں پر۔ (ناسخ التواریخ جلد ہشتم صفحہ 468)

۳﴾ ...... ایں ہنگام رسول خدائے زوجات مطہرات را فرمود۔ یعنی از برائے دختر من و پسر عم من در سرائے من وثاقی ترتیب کنید۔ ذکر زفاف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

(ناسخ التواریخ جلد ہشتم صفحہ 56)

ترجمہ:۔ بعد از نکاح شریعت رسول خدا نے اپنے ازواج مطہرات کو فرمایا کہ میری لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور میرے حقیقی چچا کے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے میرے گھر میں علیحدہ کمرہ ترتیب دو۔ یہاں بھی آپ کی ازواج مطہرات کو بمصداق آیہ تطہیر طاہر و مطہر کہا گیا۔ عاقل نوں اک نقطہ کافی لوڑ نہیں دفتر دی پاتے جاہل نوں کچھ اثر نہ کردی پند نبی سروردی۔

نوٹ:۔ اگرچہ آیہ تطہیر کا سیاق و سباق حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے خطاب سے گھرا ہوا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہے کہ انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم تطهیرا O بھی ازواج مطہرات کیلئے نازل ہوا ہے۔ البتہ ہمارا یہ ایمان بھی ہے کہ جب یہ آیہ تطہیر نازل ہوئی تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان حضرات کو اپنی چادر میں لے کر فرمایا۔

اللھم هؤلاء اهل بیتی فاذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهیرا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں پس ان کو پاک کردے جیسا پاک کرنے کا حق ہے۔ تو یہ خاصہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ آپ مختار کل ہیں جس کو چاہیں کسی چیز کو کسی چیز میں داخل فرمادیں یا خارج کردیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے یہ حضرات بھی تطہیر میں داخل ہیں اگر آیہ تطہیر ان کیلئے نازل ہوتی تو صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے لئے دعا مانگنے کی حاجت نہ ہوتی لیکن میرے پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی صاحبزادی اور دونواسوں اور داماد کو اہل بیت میں شامل فرمالیا۔ بسر وچشم قبول اور ہمارا جزو ایمان لیکن جو شخص حضور پرنور کے ازواج پاک کو اہل بیت نہ سمجھے وہ مصطفےٰ علیہ السلام کا دشمن

ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ جس کو چاہیں داخل فرمالیں۔ آپ کا فرمان السلمان منا اہل البیت اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بیعت رضوان ان میں شامل فرمالینا حالانکہ آپ جس وقت تحت الشجر بیعت ہو رہے تھے تو آپ مکہ معظمہ میں تھے۔ مگر نبی کریم ان کی عدم موجودگی میں اپنا دلیاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ دیا۔ ثبوت از کتب شیعہ۔ بروائیت کلینی حضرت یک دست خود رابر دست دیگرے زدو برائے عثمان بیعت گرفت گویا کہ اشارہ حضرت عثمان کو بیعت میں داخل کرلیا۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ 404 ثبوت نمبر 2)

وبایع رسول اللہ ﷺ وضرب باحدی یدیہ علی الاخری بعثمان یعنی آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں سے بیعت لی چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ آچکے تھے اس لئے ان کی بیعت اس طرح لی کہ آپ دست مبارک پر اپنے ہی دوسرے ہاتھ کو رکھ دیا گویا کہ اشارۃً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بیعت میں داخل کرلیا۔ (کافی کتاب الروضہ صفحہ 151)

قارئین اب ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

اعتراض اہل تشیع اور اس کا جواب

جب آیہ تطہیر نازل ہوئی تو آپ نے علی و فاطمہ اور امامان حسنین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر چادر تان کر یہ آیت تطہیر پڑھی تو ثابت ہوا کہ یہ آیت ان چاروں کے حق میں نازل ہوئی اور آپ نے انہیں ازواج النبی پر چسپاں کر کے ظلم کر رہے ہیں۔ جواب کلام خداوندی میں کسی کو مجال انکار نہیں۔ قل لازواجک سے شروع ہو کر لطیفا خبیرا پر ختم ہوتا ہے۔ اس پورے رکوع میں حضرت علی شیر خدا اور حضرت امام حسن پاک اور امام حسین پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین نہ اشارۃً نہ کنایۃً ذکر ہے ہی نہیں۔ اگر کوئی شخص قرآن پاک سے ان پاک ہستیوں میں سے کسی ایک کا بھی ذکر ثابت کر دے تو اسے اُسی وقت پانصد روپے انعام دینے کو تیار ہیں۔ ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں رب کریم نے اہل بیت ازواج مطہرات کو فرمایا ہے۔

۲ ﴾...... قارئین کرام ہم نے قرآن پاک سے دو آیتیں قرآنیہ میں اہل بیت گھر والی بیوی مراد کی ہے شہادت بھی پیش کر دیں۔ پہلی سورۃ ہود سے ہے۔ اتعجبین من امر اللہ

رحمة الله وبر کاته' علیکم اهل البیت دوسری سورۃ قصص سے هل ادلکم علی اهل البیت بخاری شاہ صاحب وکیل راویان سبائی تم بھی کوئی ایک ہی آیت دکھادو کہ اہل بیت کا لفظ اور رب کریم نے شادی شدہ بیٹی اور داماد اور نواسے کو اہل بیت سے مراد لیا ہو اور اہل بیت کا لفظ استعمال ہوا ہو۔ اور مالک بیت کی بیویاں اہل سنت سے خارج ہوں تو ایسے شخص کو بھی ہم پانصد روپے انعام دیں گے۔ ورنہ خدا سے ڈرو مرنا ہے اور خداوند کریم کے روبرو پیش ہونا ہے اور قرآن کریم کے معنی بگاڑنے کا آپ سے حساب لیا جائے گا۔

شاہ صاحب بخاری علم وفہم سے عاری اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 50 کی تیسری سطر میں لکھتے ہیں کہ آیت تطہیر میں خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے خدا کا کلام قدیم ہے اس کا ارادہ بھی قدیم ہے۔ خداوند تعالیٰ کا ارادہ اہل بیت کو ہر قسم کی رجس سے پاک وصاف رکھنے کا ہے۔ مطلب شاہ صاحب کا یہ ہے کہ یرید اللہ کا معنی ہے کہ اہل بیت کی تطہیر ہو چکی ہے۔ ازل قدیم میں ہی مگر شاہ صاحب قرآن پاک کی دیگر آیات کا بھی علم نہیں رکھتے قرآن پاک پارہ چھ سورہ مائدہ کی ایت نمبر 6 میں بھی رب تعالیٰ نے تمام قیامت مسلمانوں کیلئے ارشاد فرمایا ہے۔ ولکن یرید لیطھر کم یہاں بھی یرید صفت باری تعالیٰ ہے جو قدیم ہے۔ تو چاہیے کہ تمام مسلمان بھی ازل میں پاک ہو چکے ہیں۔ نیز حدیث پاک میں آپ کی دعا درج ہے جس میں آپ عرض کررہے ہیں کہ یہ میرے اہل بیت ہیں انہیں پاک فرمادے۔

شاہ صاحب کو کتاب لکھنے کا شوق گدگدایا کاش اس سے پہلے علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو جاتا۔ صفحہ 50 کی آٹھویں سطر سے لے کر صفحہ 51 کا سارا صفحہ خلط مبحث یعنی اصل موضوع سے ہٹ کر اپنی بے ہودگی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ جنگ جمل چشمہ حواب میں کتے بھونکنے کا پنج تن پاک کا ختم بند کرانے کا ذکر۔ شاہ صاحب آپ ہر باب میں اصل موضوع چھوڑ کر راہ فرار تلاش کرتے اس مسئلہ کا آپ کو کوئی جواب نہیں آتا جیسا کہ قارئین پر واضح ہو جائیگا۔ جواب تو تمہارے ہر اعتراض کا ہمارے پاس ہے کہ آپ لاجواب ہو جائیں۔ مگر کتاب ہزار صفحات سے بھی تجاوز کر جائے گی اس کا بوجھ ہم پر اور قارئین پر گراں گذرے گا۔

آئمہ اہل بیت

از حقیقت اہل ذکر صفحہ 52 شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علی اور ان کے بعد جو گیارہ ائمہ کرام ہیں ان کو وہی فضیلت حاصل ہے جو محمد پاک ﷺ کو حاصل ہیں اور جیسے نبی پاک کیلئے اطاعت کا حکم ہے ایسے ہی علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ کرام کی اطاعت فرض ہے اور اپنے ائمہ کو جناب رسالتمآب علیہ التحیۃ والثنا کی طرح معصوم جانتے ہیں اور ائمہ کو جملہ انبیاء کی طرح منصوص من اللہ جانتے ہیں اور ان کی اطاعت کو رسول اللہ ﷺ کی طرح فرض جانتے ہیں۔ مفروض الطاعۃ اصول کافی صفحہ 234 الامام المطهرين من الذنوب والمبراء عن العيوب (اصول کافی صفحہ 231) امام کے وہی فرائض ہیں جو ایک نبی اور رسول کے ہوتے ہیں۔ امام دین و دنیا کی دونوں کی اصلاح کا کفیل ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں ان تمام صفات جمیلہ کا ہونا ضروری ہے جو ایک نبی کیلئے ضروری ہوتے ہیں۔

(اثبات الامامت صفحہ 42 محمد حسین ڈھکو شیعہ)

چنانچہ اصول کافی میں مرقوم ہے عن ابی عبدالله قال ماجآء به علی احذبه وما نهى عنه جراى له' من الفضل ماجرای لمحمد و كذالك لائمة الهدى واحد بعد واحد

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو کچھ علی رضی اللہ عنہ لائے ہیں اس پر عمل کرتا ہوں اور جس چیز سے انہوں نے منع کیا ہے میں اُس سے باز رہتا ہوں۔ اُن کی بزرگی مثل اس بزرگی کے ہے جو محمد ﷺ کیلئے ثابت ہے۔ آخر میں فرمایا کہ ایسی ہی ہر بزرگی تمام آئمہ ہدی کی ہے یک بعد دیگرے اسی حدیث کا مضمون شیعوں کے علامہ نے حملہ حیدری میں یوں نظم کیا ہے۔

ہمہ چوں محمد منزہ صفات ...... ☆ ...... ہمہ صاحب حکم بر کائنات

لیکن شیعہ حضرات کا عقیدہ قارئین کرام آپ نے پڑھ لیاہ کہ سارے ائمہ معصوم ہیں نبی پاک کی طرح اور نبی پاک کی طرح ان کی اطاعت فرض ہے اور سارے ائمہ اُسی فضیلت کے مالک ہیں جو محمد پاک ﷺ کو حاصل ہے۔ (امام خمینی بھی انہی عقائد باطلہ کی تائید کرتے

ہوئے لکھتے ہیں۔) از ضروریات مذہب ما است کہ کسے بمقامات معنوی ائمہ علیہم نمے رسد حتی ملک مقرب نبی مرسل۔ یہ چیز ہمارے شیعہ مذہب کی ضروریات سے ہے کہ ہمارے اماموں کا وہ درجہ ہے جسے کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل بھی نہیں پا سکتا۔ (ولایت فقیہہ فارسی صفحہ 58) مکتبہ انتشارات آزادی قم سہ راہ موزہ

گویا دوسرے لفظوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین نہیں تسلیم کیا گیا بلکہ ان کے بعد بارہ ائمہ رضی اللہ عنہم کو بھی مثل نبی مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء مانتے ہیں۔ اگر شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی کا ہم رتبہ نہ سمجھتے تو علی کے نام کا کلمہ کیوں پڑھتے اور علی مرتضی کا نام اذان میں کیوں شامل کرتے۔ اگر شیعہ مذہب صحیح ہے تو مرزائی بدرجہ اولیٰ سچے ہیں کیونکہ انہوں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد صرف ایک کو پیغبر مانا ہے وہ بھی مستقل نہیں بلکہ ظلی کر کے سمجھا۔ مگر شیعوں نے تو بارہ کو ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پلہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے جزی لہ من الفضل ما جری لمحمد علی المرتضی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مثل ہیں نیز کہا گیا ہے۔ ہمہ چوں محمد منزہ صفات ہمہ صاحب حکم بر کائنات اگر بارہ اماموں کو چوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمہ صاحب حکم بر کائنات تسلیم کر لینے کے بعد بھی کوئی یہ دعوی کرے کہ میں رسول خدا کی ختم نبوت کا قائل ہوں تو وہ ایسا ہی سچا ہے جیسے مرزائی سچے ہیں۔

ہم اہل سنت کسی کو نبی علیہ السلام کی مثل ماننے کو تیار نہیں۔ **منزۃ عن شریك فی محاسنہ فجوھر الحسن فیہ منقسم** میرے نبی کے مرتبہ کا خدا کی ساری کائنات میں کوئی نہیں بلکہ سید المرسلین کی نظیر ممتنع الوجود ہے۔ مگر شیعہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان میں یہاں تک کوشاں ہیں کہ آپ کی شان مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے بھی گھٹاتے ہیں۔

فلروی الصدق طاب ثراہ عن النبی قال اعطیت ثلاث وعلی مشارك فیھا واعطی علی ثلاثا ولم اشارك فیھا۔۔۔ واعلی ولدیہ الحسن والحسین ولم اعط مثلھا

ترجمہ: شیخ صدوق متوفی صفحہ 381 طاب ثراہ نے روایت کی کہ نبی نے فرمایا کہ مجھے تین چیزیں دی گئیں۔ علی رضی اللہ عنہ ان میں میرے شریک ہے اور علی رضی اللہ عنہ کو تین چیزیں دی گئیں میں اُن میں اس کے ساتھ شریک نہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تین چیزیں کون سی ہیں۔ جن میں علی رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ فرمایا حمد میرے واسطے ہے

اور علی رضی اللہ عنہ اس کے اٹھانے والا ہے۔ کوثر میرے واسطے ہے اور علی اس کا ساقی ہے۔ بہشت و دوزخ میرے ہیں اور علی رضی اللہ عنہ ان دونوں کا بانٹنے والا ہے۔ لیکن وہ تین چیزیں جو علی کو دی گئیں میں اُن میں علی کا شریک نہیں۔ سو علی کو شجاعت ملی جس کی مثل مجھے نہ ملی۔ علی کو فاطمہ الزہرا زوجہ ملی جس کی مثل مجھے نہ ملی۔ علی کو حسن و حسین علیہم السلام دو بیٹے ملے جن کی مثل مجھے نہ ملے۔

(شیعہ کے مجتہد محدث سید نعمت اللہ حسینی انوار نعمانیہ)

معراج حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئی

بریدہ اسلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے علی تمہیں اللہ نے ہر مقام پر میرے ساتھ ساتھ رکھا ہے پھر آپ نے ہر مقام کی تشریح فرمائی پھر معراج کا واقعہ بیان فرمایا اور کہا میرے پاس جبرائیل آئے اور رات کو مجھے آسمان پر لے گئے۔ جب میں جبرائیل کے ساتھ آسمان پر پہنچا تو جبرائیل نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بھائی کہاں ہیں میں نے کہا انہیں پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ جبرائیل نے کہا کہ آپ اللہ سے دعا کریں وہ انہیں یہاں پہنچا دے گا۔ میں نے سنتے ہی اللہ سے دعا کی اُسی وقت تم میرے پاس آ گئے۔ پھر ہم دونوں کے آگے ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان کھول دیئے گئے یہاں تک کہ میں نے ان رہنے والوں کو ان کی عمارتوں کو اور ہر ہر فرشتہ کے مکان کو دیکھ لیا اور ان میں جتنی چیزیں میں نے دیکھی تھیں سب جوں کی توں تو نے بھی دیکھ لیں۔

(از بحار الانوار جلد 9 صفحہ 443 کتاب الشہادت جلد پنجم صفحہ 65)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الٰہ ہونے کا شیعی عقیدہ

انا عندی مفاتیح الغیب لا یعلمها بعد انا قاسم الجنة والنار انا آدم الاول انا نوح الاول انا آیت الجبار انا حقیقت الاسرار انا مورق الاشجار انا مفجر العیون انا مجری الانهار حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ایک خطبے میں یہ الفاظ ارشاد فرماتے ہیں۔ میرے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میرے سوا کوئی

نہیں جانتا، میں صحف اولی میں ذوالقرنین ہوں میں ہی خاتم سلیمان کا مالک ہوں۔ میں ہی حساب و کتاب کا والی ہوں۔ میں ہی پر صراط کا والی ہوں۔ جنت و دوزخ کا تقسیم کرنے والا بھی میں ہی ہوں۔ میں آدم اول اور نوح اول ہوں۔ میں ہی جبار کی آیت ہوں۔ میں ہی اسرار کی حقیقت ہوں، میں ہی درختوں کے پتوں کا لباس اوڑھانے والا ہوں، میں ہی پھلوں کا پکانے والا ہوں۔ (سید ظہور الحسن شیعہ (ملتان) نے مقدمہ جلاء العیون میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ردہ ایک خطبہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

جلاء العیون جلد دوم صفحہ 60 شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس لاہور طبع جدید شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد سوم صفحہ 115 پر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہاتھ پر مجبور ہو کر بیعت کی ادھر اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انبیاء کی مشکل کشائی کی اور امداد کی رسولوں کی ہوئی حاجت روائی علی نے نوح کی ناخدائی۔ (تاریخ الائمہ صفحہ 53 سید وزیر حسین مشہدی)

نہ کرتا گر علی مشکل کشائی ...... ☆ ...... نہ پاتا چاہ سے یوسف رہائی

بخاری شاہ صاحب جب علی رضی اللہ عنہ کی ذات علی کل شئ قدیر تھی اور جس کے بیٹے حضرت حسین پاک رضی اللہ عنہ نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا مگر یزید فاسق و فاجر کے ہاتھ پر بیعت نہ کی۔ تو اس اسد اللہ الغالب حضرت حسین پاک رضی اللہ عنہ کے بزرگوار نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کیوں کر لی۔ آمدم بر سر مطلب آپ نے بعنوان ائمہ اہل بیت پر جو لکھا ہے ہم نے اسے وضاحت کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ اب آپ بتاؤ کہ شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ محبت مفرط کی زد میں نہیں آتا؟ یقیناً آپ لوگ حب علی میں اتنا آگے چلے جاتے ہو جو اللہ تعالی اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضی کے فتوے کے مطابق ہلاکت اور گمراہی بلکہ بے دینی کا موجب ہے۔ فرمان علی المرتضی شیر خدا پڑھیے اور غور کیجئے۔

سیھلك فی صنفان محب مفرط یذھب به الحب الی غیر الحق ومبغض مفرط یذھب به البغض الی غیر الحق وخیر الناس فی حالا النمط الاوسط فالزموہ والزموا السواد لا عظیم فان یداللہ علی الجماعۃ (نہج البلاغہ جلد اول)

اور یہ کہ کس قدر صفائی کے ساتھ حضرت علی نے شیعوں کو ہلاک ہونے والا فرمایا۔ بہت بڑی بات جو آپ کے کلام سے ثابت ہوئی کہ شیعہ جو کہتے ہیں علی المرتضٰی کی محبت باعث نجات ہے مگر محبت میں غلو باعث ہلاکت اور گمراہی اور بے دینی بھی ہے۔ نجینا نوحا والذین آمنو معه' (پارہ 8) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ والے ایمانداروں کو نجات دی۔ آپ کہتے ہیں علی نے نوح کی کی ناخدائی۔ قرآن نے فرمایا ان الله علی کل شیء قدیر آپ کا عقیدہ علی کا معجزہ اک اک ہے نادر علی کی ذات ہے ہر شے پہ قادر جلاء العیون کا مقدمہ حضرت علی کی طرف منسوب کردہ خطبہ سید ظہور الحسن کا پیش کردہ ایک جملہ غلو کی شہادت ہے اگر دونوں ثبوت آپ غلط ثابت کر دیں تو آپ پانصد روپے حاصل کر سکتے ہیں۔ پہلا ثبوت مقدمہ جلاء العیون والا خطبہ دوسرے علی المرتضٰی کے خطبہ جو نہج البلاغہ جلد اول سے پیش کیا گیا علی المرتضٰی شیر خدا کی محبت کے باعث نجات اس وقت ہے جبکہ مسلک اہل سنت کے موافق ہو۔ کیونکہ اپنے خطبہ میں مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا سب سے بہتر حال میرے متعلق درمیانی گروہ کا ہے جو محبت میری میں غلو نہ کرے اور نہ ہی اس میں بغض کا شائبہ ہو۔ پس اس درمیانی حالت کو اپنے لئے ضروری سمجھو اور سواد اعظم یعنی بڑی جماعت کے ساتھ رہو۔ تو بتاؤ سوائے اہل سنت و جماعت کے مسلمانوں میں کون سی بڑی جماعت ہے؟

صفحہ 54 حقیقت اہل ذکر سطر آٹھویں پر لکھتے ہیں آپ مولانا ابو العطاء کا اعتراض کہ علی کے نام کا کلمہ کیوں پڑھتے ہو اور علی کیا نام اذان میں کیوں لیتے ہو۔ حدیث نبی الرسول ہے کہ علی مجھ سے ہی اور میں علی سے ہوں اس لئے اذان میں ولائیت و امامت خلیفہ بلا فصل کا اعلان کرتے ہیں۔

جواب:۱﴾...... ایسے خطابات اظہار محبت کیلئے ہوتے ہیں حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔

جواب۲﴾...... اگر حقیقت پر محمول کیا جائے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کیساتھ حضرت علی کا نکاح نہیں ہوسکتا۔

جواب۳﴾...... جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے بیعت لینے لگے تو اپنے ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔

ارشاد خداوندی ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم جو لوگ تم سے

بیعت کرتے ہیں وہ خدا ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے ان دونوں مقدمات کو سامنے رکھ کر نتیجہ یہ نکلے گا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ حضور کا ہاتھ اور حضور کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہوا۔ یہ حضرت عثمان کے تاج فخر کا وہ طرہ شرف ہے جو ان کے علاوہ کسی کے حصے نہ آیا۔

اب کلمہ اور اذان میں نام علی کا جواب۔

یہ جواب جاہلانہ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔ یایھا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہٖ (سورۃ حجرات) اے ایمان والو خدا اور اس کے رسول کے حکم سے آگے تجاوز نہ کرو تو پس شیعہ حضرات یا تو اذان میں ولایت وامامت خلیفہ بلا فصل کا اعلان آنحضرت عالسیاں کے وقت کی اذان میں ثابت کریں یا پھر ترک کر دیں اگر حکم قرآن پر ایمان ہے کیونکہ یہ مداخلت فی الدین

اذان کے الفاظ ابو عبداللہ کے فرمان کے مطابق

فقال اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمد رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح حی علی خیر العمل اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ (من لا یحضرہ الفقیہ باب الاذان)

ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اذان وہی ہے جو اہل سنت یہاں ہے صرف حی علی خیر العمل زیادہ پڑھ لینا چاہیے یہ جواب الزامی ہے۔ قال مصنف ھذا الکتاب ھذا ھوا لاذان الصحیح لا یزید ولا ینقص اس کتاب کے مصنف نے فرمایا کہ یہ صحیح اذان ہے نہ اس سے زیادہ نہ کم

شیعہ حضرات کا کلمہ اور اس کا ترجمہ مولوی فرمان کی زبانی

کلمہ: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی الرسول اللہ وخلیفہ بلا فصل

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہیں، علی اللہ کے ولی ہیں اور رسول

خدا کے وصی یعنی جانشین اور بلا فصل خلیفہ رسول ہیں۔

شیعوں کے بچوں کی نماز

۱﴾......من لا یحضرہ الفقیہ لابی جعفر محمد بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی الملقب بالصدوق متوفی 381 ہجری۔ معلوم ہوا کہ شیعہ کی موجودہ اذان زمانہ رسالت مآب پینش لفظ سے چار سو سال کے بعد ایجاد ہے۔ باقی رہا اسلام کے نام پر جو کلمہ شیعوں نے وضع کیا ہے وہ تمام جہان کے مسلمانوں کے متفقہ کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے خلاف ہے۔ شیعہ علماء اور مجتہدین بھی یہ جانتے ہیں کہ رسول پاک علیہ السلام نے کافروں کو مسلمان بنانے کیلئے جو کلمہ اسلام پڑھایا ہے اس میں صرف توحید و رسالت کا اقرار ہوتا تھا۔ شیعہ مذہب کی روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ چند روایات بطور نمونہ درج کی جاتی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے پس وحی نمود کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بر سوئے مردم وامر کن ایشاں را کہ بگوئیذ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ (ملا باقر مجلسی حیات القلوب جلد دوم صفحہ 3)

پس اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف جائیں اور ان کو یہ حکم دیں کہ وہ پڑھ لیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہشت بریں اور نور میں جس کلمے سے جگہ ملے گی وہ اہل سنت کا کلمہ ہے۔ تفسیر عیاشی اور الخصال میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث مروی ہے کہ جس شخص میں یہ چار خصلتیں ہوں گی اس کو خدا کے سب سے بڑے نور میں جگہ ملے گی۔ اس کے ایمان کی سپر یہ کلمہ ہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اسکی تائید مزید رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اربع من کن فیہ کان فی نور اللہ عزوجل الا عظم ومن عصمہ امرہ شہادۃ ان لا الہ ا لا اللہ وانی رسول اللہ من لا یحضرہ الفقیہ جلد 1 صفحہ 56 ترجمہ اوپر والی عبارت میں گذر چکا ہے۔ قال صادق علیہ السلام

فاذا حضرتم موتاکم فلقنوھم شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ (من لا یحضرہ الفقیہ جلد 1 صفحہ 41) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب کسی قریب المرگ انسان کے پاس جاؤ تو اس کلمہ طیبہ کی اُسے تلقین کرو۔ اس کلمہ طیبہ کی افضلیت کا اقرار حضرت امام جعفر سے ہوگیا۔ اب جعفریہ مذہب کے مدعی دیکھیئے تسلیم کرتے یا نہ۔

۲ ...... تقدیر کی قلم کا کلمہ تب صمدیت جل وعلی نے وحی کی کہ لکھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہرگاہ قلم نے یہ نام ذی جاہ سنا کمال جلالت ومنزلت اس کی سے سجدہ میں درآیا۔ (غزوات حیدر)

۳ ...... خدیجۃ الکبریٰ کا کلمہ۔ اور شربت خوشگوار کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے کام وزبان اپنی کو ذائقہ ایمان کا بخشا (غزوات حیدری صفحہ نمبر 29)

۴ ...... مہر نبوت پر کلمہ۔ ومہر پیغمبری کہ درمیان دو کتف اوست دو سطر نوشتہ است اول لا الہ الا اللہ وسطر دوم محمد رسول اللہ۔

۵ ...... بہشتی علم پر کلمہ۔ برآں علم بسفیدی دو سطر نوشتہ بود لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (حیات القلوب جلد 2 صفحہ 59)

نوٹ:- والمفوضة لعنهم الله قدوضعوا اخباراً وزاد فی الاذان مفوضہ گروہ پر خدا لعنت کرے۔ انہوں نے حدیثیں بنالی ہیں اور اذان میں محمد اور آل محمد خیر البریۃ کو دو مرتبہ زیادہ کر دیا اور بعض رواتوں میں انہوں نے علیاً ولی اللہ کو بھی زیادہ کر دیا۔ اُن کے گروہ میں سے بعض نے اس کے قائم مقام ان علیا امیر المؤمنین بڑھا دیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ حضرت علی ولی اللہ بھی ہیں اور امیر المومنین بھی اور حضور ﷺ اور آپ کی آل خیر البریۃ بھی ہیں۔ لیکن یہ الفاظ اذان میں داخل نہیں اور میں نے اس لئے ذکر کر دیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ اُن لوگوں کو بڑھائے ہوئے الفاظ ہیں۔ جن کو فرقہ مفوضہ کہا جاتا ہے۔ ان علیاً امیر المومنین حقا وان محمد و آلہٖ صلوٰت اللہ علیهم خیر البریۃ ولکن لیس ذالك فی اصل الاذان ترجمہ: اوپر گذر چکا ہے۔

(من لا یحضرہ الفقیہ صفحہ 93 جلد 1)

مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہوا کہ اذان میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق القاب کا ذکر اور اس کی ایجاد اثنا عشریہ مذہب میں ثابت نہیں اور جس مذہب نے اسے ایجاد کیا وہ فریقین کے نزدیک (یعنی شیعہ وسنی) متفقہ طور پر لعنتی ہیں۔ ثابت ہو گیا کہ اہل تشیع کے کلمہ طیبہ میں اور ان کی اذان میں جو الفاظ زیادہ کئے گئے ہیں ابتدائے اسلام سے صدیوں بعد کی ایجاد

نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عمر نے اس حکم سے روک کر صرف اپنا ہی نقصان نہیں کیا بلکہ نبی علیہ السلام پر
یہ الزام لگانے کا راستہ ہموار کر دیا۔ دوسری بات یہ قابل غور ہے کہ حضور ﷺ اس آخری وقت
میں واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے کی وصیت فرمانا ہی چاہتے تھے کہ حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کے حسبنا کتاب اللہ کہنے پر کیوں رک گئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا۔ بلغ ما انزل
الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ' واللہ یعصمک من الناس۔ اے
رسول اس چیز کو لوگوں تک پہنچا دو جو آپ کے رب نے عطا فرمائی۔ اگر بفرض محال آپ نے وہ
نہ پہنچائی تو یوں سمجھے کہ آپ نے رسالت ہی پہنچائی اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے حفاظت میں
رکھے گا۔ یعنی اگر تم نے (حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا اعلان و وصیت) ایسا نہ کیا تو گویا تم
نے اللہ کی رسالت ہی نہیں پہنچائی نہ جانے ان لوگوں کے دماغ کیوں ماؤف ہو گئے ہیں۔
اس حدیث قرطاس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کو ثابت کرنے کے ضمن میں یہ
خیال نہیں آتا کہ اس سے حضور ﷺ کی ذات اقدس پر کس قدر کوتاہی اور لاپرواہی کا الزام لگا
رہے ہیں۔ معمولی سا غور و فکر رکھنے والا آدمی اس قسم کے واقعات پڑھ کر صرف یہی کہے گا کہ
یہ شیعہ لوگوں کی ہفوات اور من گھڑت اور لچر تاویلات ہیں۔ جس کا مدار ان کی نفسانی
خواہشات پر ہے۔ کیا معاذ اللہ آپ نے اللہ کے حکم لوگوں تک نہ پہنچا کر حق رسالت ادا نہیں
کیا۔ تو جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ آپ ﷺ نے اللہ کے احکام کی تبلیغ میں کوتاہی فرمائی وہ مرتد
اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ دوسری بات یہ کہ اسی حدیث میں آتا ہے فاختصموا
منھم من یقول قربوا یکتب لکم النبی ﷺ کتاباً لن تضلو بعدہ' جب ان میں
سے بعض نے کہا کہ سامان کتابت آپ کے نزدیک کر دو تا کہ تمہارے لئے حضور ﷺ کچھ لکھ
دیں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے تو آپ نے فرمایا فقال دعونی انا فیہ خیر ما
تدعوننی مجھے میرے حالت پر چھوڑ دو۔ میری یہ حالت اُس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف تم
مجھے بلا رہے ہو۔ آپ ﷺ کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ سامان کتابت منگوانا در اصل امر
الٰہی نہ تھا بلکہ محض آپ کی شفقت اور ہمدردی کا آئینہ دار تھا۔ جس طرح الوداعی لمحات میں کسی
بات کی بار بار تاکید کرتا ہے۔

۳﴾...... تیسری بات اسی حدیث سے ثابت ہے کہ اوصاھم بثلاث آپ نے تین
یتیں فرمائیں۔ ایک یہ کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو، دوسری یہ کہ قاصدوں کو اس
رح انعام دینا جس طرح میں دیا کرتا تھا اور تیسری وصیت بوجہ بھول جانے پر خاموش رہے۔
جب سامان کتابت کے بغیر بھی آپ نے اپنا مدعا اور وصیت نامہ ظاہر فرما دیا تو اس سے یہ
ہو لینا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل لکھوانا چاہتے تھے اس کی گنجائش کہاں باقی
ہی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ائتونی کا صیغہ امر استحبابی تھا۔ وجوب کیلئے اور من جانب اللہ نہ تھا۔

دوسرا اعتراض:...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ قول حضور نبی کریم ﷺ کو ہذیاں سے تعبیر کیا جو
ال بے ادبی اور گستاخی ہے۔ جواب اھجر کا معنی ہذیاں کرنا جہالت ہے معنی یہ ہے کہ حضور کا
یا حال ہے۔ کیا آپ دنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں آپ سے دریافت تو کرو۔ اگر اھجر کا
نی ہذیاں کئے جائیں تو استفہموہ کا معنی صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس شخص کی نسبت یہ گمان ہو کہ
س کے حواس مختل ہو گئے ہیں اور (ہذیاں بہکی باتیں) کہہ رہا ہے تو کوئی پاگل بھی یہ نہیں کہے گا
ہ اس سے پوچھو تو سہی کہ تمہاری اس بڑ کا کیا مطلب ہے۔ غرض لفظ استفہموہ اہل فہم کو
مجھانے کیلئے کافی ہے۔ کہ یہاں اھجر کا معنی وہ نہیں ہے جو شیعہ کرتے ہیں بلکہ اس کا معنی
ی ہے کہ آپ کا وقت دنیا سے ہجرت (رحلت) کا ہے کہ آپ ایسی شدت درد کی حالت میں
کھنے کی تکلیف برداشت فرمانا چاہتے ہیں کہ پھر یہ موقع نہیں مل سکتا۔ جب اس لفظ کا وہ معنی ہی
یں تو شیعہ کا اعتراض فضول ٹھہرا۔

دیگر اسی حدیث سے ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں حاضرین دو فریق میں بٹ گئے تھے۔
عض اصرار کرتے تھے کہ قلم دوات کاغذ حاضر کیا جائے بعض قول عمر رضی اللہ عنہ سے اتفاق کرکے
ہتے تھے کہ مسائل دین و دنیا کی تکمیل بذریعہ قرآن کریم ہو چکی ہے کوئی امر باقی نہیں ہے اس
لئے حضور علیہ السلام کو ایسے وقت تکلیف دینا مناسب نہیں۔ اس پہلے گروہ کے نقطہ نظر کو سامنے
کھ کر لفظ اھجر کا مفہوم صحیح واضح ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ لفظ ان حضرات نے کہا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ
ی رائے سے اختلاف کر رہے تھے۔ گویا وہ دراصل یہ کہہ رہے تھے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے
سبنا کتاب اللہ کہہ کر حضور ﷺ کی زبان قدس سے نکلے لفظ پر عمل [illegible]

آپ کی زبان اقدس سے یہ الفاظ بطور ہذیاں سرزد نہیں ہوئے تھے۔ اس وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی شخص سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر یہ الزام دھرے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہذیاں کی نسبت کی تو یہ الزام ہٹ دھرمی اور جہالت ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہذیاں کی نسبت نہ کسی نے کی اور نہ ہی ان الفاظ (اھجر) سے یہ مفہوم نکل سکتا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ ہمزہ استفہام اور فعل ماضی دو کلمات سے مرکب ہے اور استفہام بھی انکار یا تعجب کیلئے مذکور ہوا تو معنی یہ ہوئے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہذیاں سے کلام فرمایا؟

نہیں ایسا نہیں بلکہ آپ کا کلام ایک سالم الحواس اور صحیح العقل انسان کی طرح قابل اعتبار ہے اس لئے آپ سے دریافت کرنا چاہیے کہ اس تحریر سے بحکم وحی کس ضروری مسئلہ کا بتلانا مقصود یا بطور استحسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں جو زبانی بھی ہو سکتا ہے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کچھ افاقہ ہو جائے۔

۳ ...... اعتراض حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں رفع صوت کیا جو بحکم آیت لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ممنوع تھا۔ مگر اس کا معنی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم کلامی کے وقت تم اپنی آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے ساتھ دوران گفتگو آپ سے بلند آوازی کی ممانعت ہے۔ مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریک گفتگو نہ ہوں اور حاضرین باہمی گفتگو کرتے وقت بلندیٔ آوازی تک پہنچ جائیں تو ایسی بلند آوازی اس ممانعت میں داخل نہیں اگر ایسا ہوتا تو لا ترفعوا اصواتکم عند النبی کے الفاظ آتے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا کہ ایمان دارو! حضور کی مجلس میں باہمی گفتگو کرتے وقت بلند آواز سے کلام نہ کرو حالانکہ یہ الفاظ نہیں تو معلوم ہوا کہ زیر بحث بلندی آوازی مذکور حکم قرآنی میں داخل نہیں۔ دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ حدیث میں اختلاف اور شور و غل کو اہل بیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

الفاظ ذیل ملاحظہ ہوں فاختلف اھل البیت فاختصمو منھم (اہل بیت نے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے) پھر تعجب ہے اور تو سب جگہ اہل بیت سے حضرت علی سیدہ فاطمہ، امام حسن، امام حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین مراد لئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اہل بیت سے

مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم خیال لئے جاتے ہیں اور اختلاف شور وغل جھگڑے کا ان ہی کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ غرض الزامات مذکور کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا سخت بے انصافی اور بے علمی کی دلیل ہے۔ حدیث پاک کے الفاظ فاکثرو اللغو اور تنازعو اختصمو قالو وغیرہ سب جمع کے صیغے ہیں تو معلوم ہوا کہ شور وغل جھگڑنا اس فعل کے ارتکاب میں ایک جماعت شریک تھی اور وہ وہی جماعت تھی جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول حسبنا کتاب اللہ میں اختلاف کیا یعنی کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی تائید اور کچھ تردید کرتے ہیں بلند آواز کی حد تک پہنچ گئے۔ لہذا ایک جماعت کا باہم بلند آوازی کو صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دینا بہت زیادتی ہے۔

۴ ...... وصیت میں رکاوٹ ڈال کر حق امت تلف کیا وصیت لکھی جاتی تو امت کی بھلائی ہوتی۔

جواب :- شیعہ حضرات حدیث خم غدیر کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کیلئے نص قطعی اور قطعی ثبوت گردانتے ہیں۔ اس پر طرفہ یہ کہ مقام خم غدیر کے موقعہ پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا بھی ان کی تحقیق ہے۔ جیسے کہ ان کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی میں حدیث غدیر کے ابتداء میں لکھا ہے۔

وقوف عرفات کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جبرائیل آمین حاضر ہوئے اور عرض کی اللہ رب العزت آپ کو سلام کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کسی اونچی جگہ کھڑا یقول لك فاقم یا محمد علیاً علماً و حذ علیهم البیعة و جد عهدی فرما کر لوگوں سے ان کے بارے میں بیعت فرمائیں اور میرے عہد کی تجدید کریں۔

اگر بقول شیعہ حضرات اسی طرح ہوا تو میں ان سے پوچھتا ہوں۔ اگر دعای اور عقیدہ کے مطابق مقام خم غدیر پر ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر ان کے خلیفہ بلافصل ہونے کے متعلق بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کر لی تھی اس بیعت عامہ کے بعد اس معاملہ میں وصیت تحریر کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ حدیث قرطاس ثابت تو کیا کرتا تھا یہ واضح کر دیا کہ خم غدیر کا واقعہ رافضیوں کا من گھڑت اور بے سروپا واقعہ ہے۔

ایک اور بے ہودہ الزام

حدیث قرطاس سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل نہ کی اور حسبنا کتاب اللہ کہہ کر رد کر دیا۔ یہ الزام سراسر باطل اور علمی کمزوری کا ثبوت ہے۔ اگر حدیث پاک کے لفظ ائتونی میں غور کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ یہ حکم تمام حاضرین کو مشترکہ طور پر تھا صرف اس سے مخاطب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو گردانا بے علمی کی دلیل ہے پھر اگر یہ بھی دیکھا جائے کہ اُن حاضرین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے بھی موجود تھے اور انہیں سامان کتابت لانے کیلئے آسانی تھی۔ کتابت وحی اُن کے گھر ہونے کی وجہ سے سامان کتابت موجود رہتا تھا تو گھر والوں پر سب سے زیادہ لازم آتا تھا۔ فوراً ان میں سے کوئی ایک جا کر سامان کتابت لے آتا اور جس گروہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے سے اختلاف بھی کیا تھا وہ بھی مخاطب ہونے کے باوجود سامان کتابت نہ لا سکا اور نہ لایا۔ تو لفظ ائتونی کا مصداق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بنانا ہٹ دھرمی اور جہالت کا ثبوت ہے۔

شیعہ حضرات کی ایک اور گستاخی

بعض شیعہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ائتونی بقرطاس فرمایا تو آپ کے اہل بیت اس ارشاد پر عمل کرنے کے لئے تیار تھے لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رویہ دیکھ کر ان سے ڈرتے ہوئے سامان کتابت بارگاہ رسالت میں پیش نہ کر سکے۔ یہ حیلہ شیعہ حضرات کا اہل بیت کرام کے حضور انتہائی گستاخی بے ادبی کا پلندہ ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت علی شیر خدا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ڈر کر اللہ پاک اور اس کے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و ارشادات کی اتباع چھوڑ دیا کرتے تھے۔ معاذ اللہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں کتنی بڑی گستاخی ہے۔ چلو اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ مذکورہ بالا حیلہ (خوف عمر) درست تھا تو واقعہ قرطاس جمعرات کو پیش آیا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار دن تک اس دار فانی میں قیام پذیر رہے سب لوگ گھروں کو جا چکے تھے اور صرف دو شخص آخری وقت تک بارگاہ رسالت میں حاضر

رہے۔ حضرت امیر المؤمنین وفضل پسر عباس ازایں مرض از حضرت جدائے شدند و پیوستہ در خدمت آنحضرت بودند (حیات القلوب جلد دوم صفحہ 983) ترجمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بیماری کے دوران آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوئے اور لگاتار خدمت میں حاضر رہے۔ تو جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ سمیت کوئی بھی وہاں نہ تھا۔ اب وہ ڈر تو ختم ہو چکا تھا تو ایسے تنہائی کے وقت میں بھی سامان کتابت نہ منگوایا اور نہ ہی اس مسئلہ پر دوبارہ بات چیت ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ حیلہ بھی ان کا اپنی گھڑنت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کی خود رسول پاک ﷺ نے تردید کی

حضور ﷺ اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ میرے وصال کے بعد لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔ اور تقدیر الٰہی یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ یہ منصب میرے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا جائے گا۔ جیسا کہ شیعہ کی معتبر تفسیر صافی صفحہ 523 پر ثابت ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس وقت خوشخبری سنائی جبکہ وہ مغموم بیٹھی تھیں۔ ان ابکر یلی الخلافة من بعدی ثم بعده' ابوک تحقیق ابوبکر صدیق میرے بعد خلافت کا والی ہوگا اور اس کے بعد تیرا باپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) خلیفہ ہوگا۔ (آپ ﷺ کی یہ خواہش تھی کہ آپ کے بعد امر خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ملے لیکن اللہ رب العزت نے اس سے انکار کر دیا۔ فرمان امام محمد باقر رضی اللہ عنہ) کس نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تاویل قولہ (لیس لک من الامر شیء) یعنی اس آیت کا حصہ تلاوت کیا جس کا معنی یہ ہے کہ تمہیں اے پیغمبر ﷺ کسی معاملہ کا کوئی قطعاً اختیار نہیں۔ جواب میں سائل کو بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی کہ آپ کے بعد امر خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملے لیکن اللہ رب العزت نے انکار کر دیا۔ ان مذکورہ دو حدیثوں سے ثابت ہوا کہ خلافت صدیقی عند اللہ مقدر ہو چکی تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ بلافصل نہیں ہوں گے۔

ارشاد شیخ مفید وبقی عنده' العباس والفضل بن عباس وعلی بن ابی طالب واهل بیته خاصة حضور ﷺ کے پاس سب لوگوں کے چلے جانے کے بعد صرف حضرت عباس، فضل بن عباس، حضرت علی اور آپ کے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین رہ گئے تو

حضرت عباس نے عرض کی یارسول اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ امر خلافت کے حصول میں کامیاب نہ ہوں گے اور لوگ ہم پر زبردستی کریں گے تو آپ ابھی اس حق کی وضاحت فرماتے ہوئے قطعی فیصلہ فرمادیجئے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے **فقال انتم المستضعفون من بعد** وصــــــت ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میرے بعد کمزور ہو جاؤ گے یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔ حاضرین یہ سن کر روتے ہوئے اٹھ گئے اور امر خلافت میں اپنے بارے میں قطعی فیصلہ کرنے کے متعلق حضور ﷺ سے ناامید ہو گئے۔ تو ثابت ہو گیا کہ ائیتونی بقرطاس! سے سامان کتابت منگوانے کی غرض یہ ہوتی تو اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل قلمبند کردیں جس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے بقول شیعہ حضرات رکاوٹ کھڑ کردی تھی۔ تو جب رکاوٹ ڈالنے والے یہاں موجود بھی نہیں تو ایسی پرسکون حالت میں چند حاضرین جو اس منصب کے خواہاں تھے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے جن کی خلافت بلافصل کو قلمبند کروانا مقصود تھا۔ ان کی طرف سے مطالبہ بھی ہوا لیکن پھر بھی حضور ﷺ نے خلافت بلافصل اُن کے مقدر میں ہونے کی نفی کر دی۔ تو معلوم ہوا کہ حدیث قرطاس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل کو قلمبند کرنے کے لئے نہیں بلکہ کسی اور غرض کیلئے تھی۔ شاہ صاحب بخاری علم وفہم سے عاری اپنی کتاب کے صفحہ 62 کی ساتویں سطر پر لکھتے ہیں کہ فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسد وفالارض وتقطعوا ارحامکم منافقو کیا تم سے کچھ دور ہے کہ اگر تم حاکم ہو تو روئے زمین میں فساد پھیلانے اور اپنے رشتے ناتوں کو توڑنے لگو۔ (سورۃ محمد پارہ 26) ترجمہ فرمان علی شیعی مصنف اس کو دور کی طرف لے جاتا ہے۔ حالانکہ آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ تمہارے لئے لچھن نظر آئے ہیں قریب کی طرف اشارہ ہے۔ تو شاہ صاحب اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ اے منافقو! تم بادشاہ بنو گے۔ بلکہ یہاں تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو حال ایسا ہوگا تو اس جگہ حکومت ملنے کا وعدہ کہاں ہے؟ کیا آیت **ولئن اتبعت اھوآئھم من بعد ما جآءك من العلم انك اذا لمن الظلمین** کے العیاذ باللہ معنی کریں گے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو لوگوں کی خواہشات کے پیچھے لگے گا اور ظالم ہو جائے گا۔

دیگر لئن اشرکت لیحبطن عملك اگر آپ نے شرک کیا تو اللہ آپ کے اعمال ضائع کر دے گا۔

تو لفظ اِنْ شرطیہ ہے جو وقوع شرط کو لازم نہیں۔ ان ہر دو آیات میں شرط اور جزا دونوں غیر ممکن الواقع ہیں۔

صفحہ 64 پر لکھتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلفاء سے جنگ نہ کرنے کی وصیت رسول اللہ تھی۔ شیعہ کہتے ہیں کہ جنگ نہ کرنے کیوجہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر پروردگار عہد لیا تھا۔ حضرت علی شیر خدا نے کہا قبلت ورضیت ہاں میں نے یہ وصیت قبول کی اور میں راضی ہوا۔ اگر چہ میری عزت کی ہتک کی جائے وعطلت السنن ومزق الکتاب وھدمت الکعبۃ وخفبت الحیتی من راسی بدم عبیط صابراً محتسباً ابداً حتی اقدام علیك اصول کافی سنت چھوڑ دی جائے۔ اور قرآن کو پھاڑ دیا جائے کعبہ کو گرا دیا جائے میری داڑھی کو میرے تازہ خون سے رنگ دیا جائے میں ہمیشہ صبر کروں گا یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں تک کہ آپ سے آکر ملوں گا۔ مقام غور ہے۔ ایسی وصیت شان الوہیت اور شان رسالت خلاف ہے۔ کہ جس نوع انسانی کی ہدایت کی خاطر رسول خدا نے اسلام کے پودے کو اپنے دانتوں اور خون تک کی قربانیوں سے آبپاشی کر کے سایہ ور بنایا تھا۔ اس کی تباہی و بربادی دیکھتے رہنا۔ مگر حس و حرکت نہ کرنا۔ اور غیرت اسلامی جوش میں نہ آوے (نعوذ باللہ) وائے مذہب شیعہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پاک نے بھی اچھا صبر لیا اور وصیت کی خوب پاسداری کی۔ بقول شیعہ وعدہ تو یہ تھا کہ عمر بھر صبر کروں گا یہاں تک کہ آپ سے آملوں گا۔ مگر آخرت کا جنگ صفین اور جمل میں ذوالفقار کی دھار سے خدائی وعدہ کے پرخچے اڑا دیئے۔ (نعوذ باللہ) وائے بر شما اے بانیان مذہب شیعہ۔ اور رویان شیعہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل خلفائے ثلثہ کا بہت ہی طرفدار ہے۔ خدا جانتا تھا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تلوار نیام میں نہیں رہنے گی۔ اس لئے وصیت نامہ کے ذریعے ان کی ایسی زبان بندی کی کہ خلفائے ثلثہ کی عمر تک سوائے ان کی بیعت اور اطاعت کے کسی قسم کی کوئی حرکت بھی رونما نہیں ہوئی اور ہوتی بھی کیوں وصیت خدائی کی تلوار

سر پر لٹک رہی تھی جس کا ایفا شیر خدا کیلئے ہر ممکن ذریعہ لازم تھا۔ شاہ صاحب اپنی کتاب الل ذکر کے صفحہ 64 کی سولہویں سطر پر لکھتے ہیں۔

دعوت ذی العشیرہ کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی نے حضور ﷺ کے فرمان پر کہ میں اللہ کا رسول ہوں کون تصدیق کرتا ہے۔ سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی نے اقرار نہیں کیا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا تو میرا جانشین ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وعدہ کو تمام زندگی پورا کیا۔ یہ حدیث تفسیر خازن میں ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا۔

ان هذا اخی و وصی و خلیفتی فیکم تحقیق یہ حضرت علی میرا بھائی اور میری وصی اور میری خلیفہ ہے۔ تفسیر معالم التنزیل میں بھی یہی الفاظ مذکور بالا ہیں۔ شاہ صاحب یہ روایت شیعہ راوی کی بیان کردہ ہے۔ دیکھیے ملاں علی قاری نے اپنی کتاب الموضوعات الکبیر مجتبائی صفحہ 94 پر لکھا ہے۔ یہ روایت موضوعات میں سے ہے۔ (لسان المیز ان صفہ 46) پر لکھا ہے۔ هو رافضی لیس بثقة تفسیر ابن کثیر میں زیر بحث آیت انذر عشیرتك الاقربین کے تحت جلد سوم صفحہ 350 پر اس روایت اخی و وصی و خلیفتی کے متعلق لکھا ہے۔ اس روایت کا راوی صرف عبدالغفار بن قاسم ہے۔ هو متروك كذاب شیعی۔ انتہائی کذاب اور جھوٹا اور شیعہ ہے۔ کشف الاحوال فی نقد الرجال صفحہ 70 پر لکھتا ہے کہ عبدالغفار مریم الانصاری متروك یضع شیعی۔ عبدالغفار متروک راوی ہے جو روایتیں وضع کرتا ہے اور شیعی تھا۔

نوٹ:۔ یہاں تک عبدالغفار بن القاسم کے رافضی شیعہ ہونے کا معاملہ ہے تو اس کی خود شیعہ حضرات کی معتبر کتاب مجالس المؤمنین جلد اول صفحہ 203 پر اس کے مصنف ملا نوراللہ شوشتری لکھتے ہیں۔ طائفہ دوم یعنی غیر بنو ہاشم میں جو حضرات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شیعوں میں تھے ان میں سے ایک شیعہ عبدالغفار بن القاسم بھی ہے۔ جس کا ذکر نوراللہ شوشتری نے فہرست میں پچاسویں نمبر پر صفحہ 294 میں کیا ہے عبارت ملاحظہ ہو۔

درقسم مقبولاں (از کتاب خلاصہ مذکور راست یعنی عبدالغفار بن قاسم کو صاحب کتاب خلاصہ نے از قسم مقبولاں (علی رضی اللہ عنہ) شمار کیا ہے۔ قارئین کرام آگے آگے دیکھتے جائیں۔ اس مذہب کی بنیاد ہی مجروح، ضعیف اور موضوع روایات پر ہے۔

در مسئلہ جنازۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر صفحہ 67 کی 18 ویں سطر پر لکھتے ہیں۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسہ عروہ سے ایک روایت ہے کہ ہر دو خلفاء جنازہ رسول اللہ میں شریک نہ ہو سکے وہ خلافت کے سلسلے میں ثقیفہ بن ساعدہ میں تھے۔ اس روایت کی رو سے اگر کسی نے یہ کہا کہ تو جھوٹ نہیں ہے۔

جواب:- بسند حسن از حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کردہ اند کہ حضرت عباس بخدمت امیر المومنین علیہ السلام آمد وگفت مردم اتفاق کردہ اند کہ حضرت رسول را در بقیع دفن کنند و ابوبکر رضی اللہ عنہ پیش بایستد و براو نماز کند چوں حضرت امیر المومنین دانست از خانہ بیروں آمد و فرمود لیھا الناس بدرستیکہ رسول خدا امام پیشوائے ما است درحال حیات و بعد از وفات و خود فرمودہ نہ من دفن مے شوم در بقعۂ کہ در آنجا قبض روح من میشود۔ (جلاء العیون صفحہ 80)

ترجمہ:- جناب امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور فرمایا کہ آدمیوں نے اتفاق کر لیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت البقیع میں دفن کریں۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کیلئے کھڑا ہو کہ صلوٰۃ جنازہ پڑھائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بدرستیکہ رسول خدا پیشوا و امام ہمارے حیات و ممات میں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا تھا کہ میں دفن ہوں گا جہاں میری روح قبض کی جائے گی۔ سبحان اللہ اب تو شیعہ حضرات کو تسلی ہو گئی ہو گی۔ چونکہ حسب روایت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صرف صلوٰۃ جنازہ میں شریک ہی نہ تھے بلکہ تمام مسلمانوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ آپ ہی امام الصلوٰۃ ہوں۔ یعنی آپ ہی نماز جنازہ پڑھائیں۔ کیونکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عین حیات ظاہری میں بھی آپ کو امامت نماز پر مامور فرما چکے تھے۔
کس قدر دیانت سے دور بات ہے کہ امام اہل بیت کو جھٹلا کر شیعہ صاحبان نے لوگوں کو دھوکہ دے کر گمراہ کر رہے ہیں کہ اچھے خلیفہ تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا۔

۲......شیعہ صاحبان کی کتاب اصول کافی میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عن ابی جعفر رضی اللہ عنہ قال لما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلت علیہ الملائکۃ والمهاجرون والانصار فوجاً فوجاً حضرت ابی جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک کا وصال ہوا تو آپ پر فرشتوں اور تمام مہاجرین اور تمام انصار نے فوج درفوج نماز جنازہ پڑھی یہ مسلمہ قاعدہ ہے۔ کہ الف لام جب صیغہ جمع پر واقع ہو تو استغراق کا معنی دیتا ہے یعنی شمول کل۔ اس لئے صادق پاک امام کے بقول جب سارے مہاجرین وانصار نے نماز پڑھی تو پھر شیعہ حضرات کی یاوہ گوئی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اس بات کی کیا وقعت ہے۔ اپنے ایمان پر فکر کرو تم سچے ہو یا حضرت پاک امام (اصول کافی جلد اول 558)

نوٹ:۔ شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب صفحہ 167 اٹھارویں سطر پر لکھے ہیں۔ حضرت ابوبکر کے نواسہ عروہ سے ایک روایت ہے۔ کہ ہردو خلفاء جنازہ رسول اللہ میں شریک نہ ہو سکے وہ خلافت کے سلسلہ میں ثقیفہ بنی ساعدہ میں تھے۔ نہ اصل حدیث کے الفاظ نہ کتاب کا پتہ نہ کہ اس حدیث کا راوی کون ہے۔ خیال ہے کہ شاہ صاحب سوکر اٹھے اور قلم پکڑ کر تحریر کرنا شروع کر دیا یہ ہے تحقیقی جواب تمام مسئلوں کا جو ہم نے (تحقیق قضیہ فدک) باب نماز جنازہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھے (تحقیق قضیہ فدک) صرف ایک ہی جواب ہبہ فدک کے متعلق شیعہ حضرات نے ایک عجیب قصہ تراش رکھا ہے جس کا ذکر اصول کافی میں امام ابوالحسن نے کہا۔ خدا نے رسول پاک کے ہاتھ پر فدک وغیرہ فتح کئے جن کے متعلق فوج کشی نہ کی گئی تھی اس کے حصول کیلئے نہ گھوڑوں سے حملہ کیا اور نہ ہی اونٹ اس پر دوڑائے پھر اللہ تعالیٰ نے اس (فدک) بارے میں ارشاد فرمایا۔ فانزل اللہ علیہ نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وات ذالقربیٰ حقہ، فلم یدر رسول اللہ منهم فراجع فی ذالک جبرائیل ربہ فاوحی اللہ الیہ ان ادفع فدک الی فاطمۃ فدعها رسول اللہ فقال لها یا فاطمۃ ان اللہ امرنی ان ادفع الیک فدک فقالت قد قبلت یا رسول اللہ من اللہ منک کے بارے میں ارشاد فرمایا قرابت والوں کو ان کا حق دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس اشارہ کو جان نہ

سکے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام سے اللہ نے فرمایا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ حضور ﷺ باغ فدک اپنی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عطا کردیں۔ اس کے بعد آپ نے جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا فاطمہ! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے فدک دے دوں۔ تو عرض کی یا رسول اللہ۔ اللہ اور آپ کی عطا مجھے قبول ہے۔ (اصول کافی کتاب الحجہ باب الفیٔ والانفال صفحہ 354)

لما انزل الله وآت ذا القربی حقه والمساكين قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يا جبرائيل قد عرفت المسكين من ذوی القربیٰ قال هم اقاربك فدعا حسنا وحسينا و فاطمه صلوٰت الله عليهم فقال ان ربی امرنی ان اعطينكم مماً اناء الله علی قال اعطينكم فدك

ترجمہ:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام مسکین تو میں نے پہنچان لئے بتایئے ذوی القربیٰ کون ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے جواب میں عرض کیا وہ آپ کے رشتہ دار ہیں؟ جو زیادہ قریب ہیں۔ پس آنحضور ﷺ نے حسن اور حسین اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کو بلایا اور کہا میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مال فے میں سے تم کو عطا کروں اور فدک تم کو دے دوں۔ (تفسیر صافی زیر آیہ وآت ذوی القربیٰ) اب ہم مذکورہ بالا دو حدیث کی شرح بیان کرتے ہیں۔

حدیث نمبر:ا مندرجہ اصول کافی صفحہ 353 والی کی شرح بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ جب جبرائیل امین علیہ السلام آیت ذالقربیٰ حقہ' آیت حاضر ہوئے تو حضور ﷺ اس کا مقصد مفہوم نہ سمجھ سکے جس کی بنا پر آپ کو جبرائیل علیہ السلام کی ضرورت پڑی پوچھا اے جبرائیل! تم ہی بتاؤ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے؟ کیونکہ مجھے سمجھ نہیں آئی۔ جبرائیل علیہ السلام نے بھی کورا جواب دیا۔ حضور ﷺ مجھے کیا علم کہ اس سے اللہ کا کیا مراد ہے؟ چنانچہ پھر اللہ رب العزت کی بارگاہ سے جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا اے مالک دو جہاں تو نے جو آیت کریمہ **وآت ذالقربی حقه'** نازل فرمائی ہے اس کی مراد نہ رسول اللہ ﷺ سمجھ سکے اور نہ ہی مجھے معلوم ہے لہذا اس کی مراد بتا دیجئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ فدک کی جاگیر اپنی بیٹی کو ہبہ کر دو۔ قارئین ذرا اس انداز روایت میں غور کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا حکم دیا جس کو حضور ﷺ نہ سمجھ سکے۔ لہذا اس کی وضاحت کی خاطر جبرائیل علیہ السلام کو پھر آسمانوں پر جانا پڑا۔

ﷺ کے بارے میں جب شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ اور تمام ائمہ اہل بیت ان الائمة علیهم السلام یعلمو علم ما کان وما یکون وانه' لا یخفی علیهم شیٔ کہ بے شک ائمہ کو علم ما کان و ما یکون حاصل ہوتا ہے اوران پر کوئی کائنات کی شے مخفی نہیں۔ ما کان و ما یکون کا علم رکھتے (اصول کافی صفحہ 159)

تو اتنے علم کا حامل ہوتے ہوئے ذاالقربیٰ کی مردانہ سمجھ سکے۔ اُدھر رب العزت جو بکل شئٍ علیم کی صفت والا ہے اس نے بھی ایسا حکم دیا جو معمہ بن گیا اور بلا وجہ آنسرور عالمیاں کو تردد میں ڈالا کیا اچھا ہوتا کہ وہ اس چکر میں ڈالنے کی بجائے سیدھا صاف الفاظ میں فرما دیتا و آت فاطمة فدك اب دوسری روایت کا حال سنئے از تفسیر صافی آیت مذکورہ بالا و آت ذا القربی حقه' سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ہے اور سورہ بنی اسرائیل باتفاق شیعہ وسنی مفسرین مکی ہے۔ یعنی ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اور اس بات پر بھی تمام علماء کا اتفاق ہے کہ باغ فدک ہجرت کے بعد ساتویں سال آنحضور ﷺ کے قبضہ میں آیا تو اب یہ کہنا کس طرح درست ہوسکتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر فدک فتح کیا تو آیت ذا القربیٰ حقه' نازل ہوئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس آیت کے نازل ہونے کے پہلے فدک آنحضور ﷺ کے قبضہ میں آچکا تھا حالانکہ واقع میں ایسا ہوا نہیں۔ پس واضح ہوگیا کہ شان نزول کی یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے یار لوگوں نے گھڑ کر حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے ذمہ لگا دی ہے۔ اگر وکیل راویان سبائی کہہ دے کہ سورہ بنی اسرائیل اگرچہ مکی ہے مگر اس کے اندر یہ آیت مدنی ہے تو ہم اس کے آگے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث پیش کرتے ہیں اصول کافی۔

ان الله عزوجل انزل علیه فی سورة بنی اسرائیل بمکة وقضی ربك ان لا تعبدوا الا ایاهُ وبالوالدین احساناً یعنی خداوند کریم نے نبی کریم ﷺ پر مکہ شریف کے اندر سورہ بنی اسرائیل میں وقضیٰ ربك سے لے کر خبیرا ام بصیرا تک نازل فرمایا اور آپ و آت ذوی القربی انہی آیات میں ہے تو حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ آیت ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ اگر ہم ہبہ فدک کی حدیث کے بناوٹی ہونے پر اور کوئی دلیل پیش نہ کریں تو ٹھیک ہے کیونکہ دلیل نہایت ہی مضبوط ہے۔ حضرت پاک امام محمد

باقر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث نے اس احتمال کی جڑ کاٹ دی ہے۔ جس کی بنا پر اس استدلال کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ اب دوسری حدیث بحوالہ تفسیر صافی کی شرح پڑھیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرائیل مسکین تو میں نے پہچان لئے بتایئے ذاالقربیٰ کون ہیں جبرائیل نے جواب دیا وہ آپ کے قریبی رشتہ دار ہیں؟ جو زیادہ قریب ہیں پس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور کہا کہ میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مال فی میں سے تم کو عطا کردوں اور فدک تم کو دے دوں۔

ناظرین کرام! جب آیت وآت ذاالقربیٰ حقہٗ نازل ہوئی ہے۔ حسنین شریفین کریمین اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے کیونکہ یہ آیت مکہ شریف میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ اور اس پر امام پاک حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ کی شہادت ثبت کرآئے ہیں اب دیکھنا چاہیے کہ حسنین شریفین کریمین کی ولادت کب ہوئی؟ تو اصول کافی مطبوعہ طہران صفحہ 123 پر امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت سن 2 ہجری میں اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت سن 3 ہجری میں لکھی ہے۔ آیت کا نزول بقول امام پاک محمد باقر رضی اللہ عنہ ہجرت سے پہلے اور حسنین کریمین کی ولادت بحوال اصول کافی ہجرت کے بعد ہے۔ اب شیعہ علماء بتائیں کہ اس آیت کے نازل ہونے پر حسنین کریمین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہاں سے بلا کر فدک عطا کیا۔ آپ ابھی تک دنیا میں تشریف لائے نہیں اور ہبہ فدک پہلے ہو رہا ہے۔ یاللعجب

اس بات کو حل کرنا شیعہ علماء کا ہی کام ہے کیونکہ انہی کے مصنفین نے اس حدیث کو لکھنے کا شرف حاصل کیا۔ اختیاہ ہم یہ نہیں کہتے کہ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ کی یہ کاروائی ہے۔ حاشا وکلا آپ ایسی خلاف واقع باتیں ہرگز نہیں ارشاد فرما سکتے یہ تو شیعہ مصنفین نے اپنے جی سے بنا کر آپ کے نام گرامی کے ساتھ جوڑ دی ہیں کہ اس طرح قبول ہو جائیں گی اور ہبہ فدک کی یہ روایت گھڑنے والے کچھ نرالے محقق تھے کہ حسنین شریفین دنیا میں تشریف لائے نہیں اور انہوں نے ہبہ کرا کر اور قبضہ دلوا دیا۔ بقول شیعہ حضرات یہ خطہ سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا اور ان کے تصرف میں تھا از حیات القلوب پس صحابہ راطلبید در حضور ایشاں اموال را بہ سال فتح خود را از فدک برے داشت پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بلایا اور ان کی حاضری میں مال اور فدک سیدہ

فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو دے دیا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے قبول کر لیا۔

اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مال مسلمانوں میں بانٹ دیا اور ہر سال فدک کی آمدنی سے اپنی گذر اوقات کے علاوہ اس پر ان کا عمل رہا۔

شاہ صاحب بخاری وکیل روایان سبائی اپنی کتاب حیقت اہل ذکر کے صفحہ 73 پانچویں سطر پر لکھتے ہیں۔ حدیث نمبر ار جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رشتہ داروں کا حق دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا خویش کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا فاطمہ۔ ہے حوائط فدک کو اسے دے دو۔ اور فدک خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جو کچھ ہے اسے دے دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ زہرا کو بلایا اور اس کے لئے تحریر لکھ دی کہ یہ اس ثبوت تھا۔ ناظرین اس حدیث کا تعلق معارج النبوت سے ہو یا در منثور وغیرہ سے یہ سبائی مصنفین نے اپنے جی سے بنا کر ان پاک اماموں کے ناموں سے جوڑ دی ہیں تا کہ عوام میں مقبول ہو جائیں۔ اس کا جواب پہلی دو حدیثوں اصول کافی اور تفسیر صافی والی حدیثوں کی تشریح میں ہم نے دے دیا۔ اب ہم ہبہ فدک کی بحث کو ختم کرتے ہیں ہمارا دعوی ہے کہ اس بارے میں تمام روایات بے اصل اور غیر معتبر ہیں۔

کوئی شیعہ عالم یا مجتہد آیت اللہ ایک ہی ایسی روایت دکھا دیں کہ جس کے راوی سب کے سب ثقہ اور سنی المذہب ہوں جس سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو باغ فدک ہبہ کرنا اور سیدہ خاتون جنت کا اس پر قبضہ کرنا ثابت ہو۔ پانچ صد روپے نقد انعام دیں گے۔ ایسی کوئی روایت وکیل راویاں سبائی اور اس کے حواری تا قیامت نہیں دکھا سکتے۔ ہبہ فدک کے متعلق جتنی روایات ہیں ان کے راوی غالی شیعہ اور سب کے سب کذاب اور وضاع ہیں ایسی روایات کو اہل سنت کی کتب اسمائے رجال نے کذاب اور وضاع ثابت کر دکھایا ہے۔ شاہ صاحب نے صرف ایک ہی حدیث ہبہ فدک کے بارے میں لکھ کر آگے اسی صفحہ 73 کی آخری سطر میں ہی دعویٰ وراثت کے متعلق یکے بعد دیگرے دو حدیثیں بحوالہ بخاری شریف پیش کی ہیں۔

مال فئی انفال کی تعریف اور اس کا حکم قرآن اور ائمہ اہل بیت کے اقوال سے

جب شیعہ حضرات دعویٰ ہبہ فدک میں لاجواب اور فیل ہو جاتے ہیں تو وراثت کا سوال پیش کر دیتے ہیں۔ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس دعویٰ کیا کہ باغ فدک وراثت میں مجھے ملنا چاہیے۔ سو یہ سوال پہلے دعویٰ ہبہ فدک سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ کیونکہ وراثت اُن ہی اشیاء میں ہوتی ہے جو مورث کی ملکیت ہوں کیونکہ باغ فدک ازروئے قرآن مجید مال فیٔ (وقف) تھا اس میں عامۃ المسلمین کا بھی حق تھا تو وراثت کیسی؟ یہ بات شیعہ وسنی علماء میں مسلمہ ہے یعنی یہ بات سب نے تسلیم کی ہے کہ باغ فدک وہ مال ہے جو بغیر جنگ و جدال بطور مصالحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ آیا اور جو مال اس طریقہ کے مسلمانوں کے ہاتھ آئے اسے مال فیٔ کہتے ہیں۔ سورۃ حشر میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

و ما افاء الله على رسوله منهم فما او جفتم عليه من خيل و لا ركاب ولكن الله يسلط رسله على من يشآء والله على كل شيء قدير

جو مال حق تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان لوگوں سے بغیر لڑے عطا کیا ہے تو اس پر نہ تم نے گھوڑے دوڑائے ہیں نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جس جس پر چاہتا ہے مسلط فرما دیتا ہے۔ اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ ترجمہ مقبول شیعی سورہ حشر رکوع ۲ اس آیت کریمہ میں مال فیٔ کی حد اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرما دی۔ یعنی جو مال جنگ و جدال کے بغیر حاصل ہو جب یہ ثابت ہو گیا کہ فدک روایات شیعہ کے مطابق اور تعریف قرآن کے مطابق مال "فیٔ" ہے تو اس قسم کے مال کا حکم کیا ہے؟ یعنی وہ کس کی ملکیت ہوتا ہے اور اس کا مصرف کیا ہوتا ہے۔

حوالہ نمبر ۱ ﴿ الجوامع میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ انفال میں ہر وہ چیز داخل ہے جو بغیر لڑائی کے کفار کے ملک سے ہاتھ آئے اور ہر وہ زمین جس کے رہنے والے بغیر لڑائی کے نکل جائیں جس کو فقہا کی اصطلاح میں "فیٔ" کہتے ہیں۔ (ضمیمہ جات مقبول شیعی حواشی صفحہ 156)

حوالہ نمبر ۲ ﴿ امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فیٔ و انفال یہ وہ زمین ہے جس کے حصول کیلئے خون ریزی نہ کی گئی اور لوگوں نے بطور صلح اپنے ہاتھوں خود

دے دی ہو اور وہ زمین جو غیر آباد ہو یا پانی کی تہہ میں ہو۔ وہ بھی تمام کی تمام مال "فئی" اور انفال میں داخل ہے۔۔۔۔۔۔ جو اللہ کی ملکیت ہے وہ بھی نیابتہً اس کے رسول کی ملکیت میں ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مرضی اُسے جہاں چاہے صرف فرمائے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد امام اس کا مالک ہوتا ہے۔ (تفسیر صافی جلد اول صفحہ 626 مطبوعہ طہران)

حوالہ نمبر:۳﴾......سوم "فیئے است" (یعنی من جملہ اموالیکہ ائمہ و ولاۃ در آں تصرف دارند۔۔۔۔۔۔) ترجمہ: تیسرے مال "فیئے" ہے یعنی منجملہ اُن اموال کہ کہ جن ائمہ اور والیان حکومت تصرف رکھتے ہیں۔ یہ وہ مال ہوتاہ جو کفار کی ملکیت سے مسلمانوں کے ہاتھ بغیر ضرب وحرب کے منتقل ہو کر آج ائے اس کے مالک رسول خدا ہوتے ہیں۔ جب تک بقید حیات ہیں اور ان کی وفات کے بعد اُس شخص کی ملکیت قرار پاتے ہیں جو پیغمبر کے قائم مقام ائمہ دین میں سے ہوتے ہیں۔ وایشاں ہر کس را خواہند دھند و بر ہر پر چہ صلاح باشد صرف نمائیذ ایں قول امیر المومنین است۔ پھر یہ لوگ جس کو چاہیں اس میں سے عطا کریں اور ہر اس کام پر خرچ کریں جو بہتر ہوتا ہے اور یہی قول علی کرم اللہ وجہہ کا ہے۔

آیئے اب قرآن مجید کی طرف کے مال "فیئے" کا مصرف کیا ہے اور اس کے حقدار کون ہیں) ما آفآء الله على رسوله من اهل القرىٰ فللّٰه وللرسول ولذى القربى واليتمى والمساكين وابن السبيل كى لا يكون دولةً م بين الاغنيآء منكم

تو جو مال خدا نے اپنے رسول کو دیہات والوں سے بے لڑے دلوایا ہے وہ خاص خدا اور رسول اور قرابتداروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پردیسیوں کا ہے۔ تا کہ جو لوگ تم میں دولتمند ہیں۔ وما اتكم الرسول فخذوهُ وما نهكم عنهُ فانتهوا واتقوا الله ان الله شديد العقاب للفقرآء والمهاجرين الذين اُخرجو من ديارِ هم واموالهم ----- والذين جآؤ من بعد ربهم

تا کہ دولت پھر پھر کر ان ہی میں رہے۔ ہاں جو تم کو رسول دیدیں وہ لے لیا کرو۔ اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز رہو۔ اور خدا سے ڈرتے رہو۔ بے شک خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔ اور اس مال فیئے میں اُن مفلس مہاجروں کا حصہ بھی ہے جو اپنے گھروں اور

مالوں سے نکالے گئے۔ مطلب جو زمین اور جائیداد بطور "فیئ" اہل دیہات سے رسول ﷺ کو ملی وہ خدا اور رسول اور قرابتداران رسول اور یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور فقراء و مہاجرین اور اُن سب مسلمانوں کیلئے وقف ہے جو آئندہ دنیا میں آہیں گے۔ تو قرآن پاک اس آیتوں میں صریح فیصلہ موجود ہے کہ مال "فیئ" جو بدوں لڑائی ہاتھ آئے جب وہ غیر منقولہ ہو تو کسی کی خاص ملکیت نہیں بلکہ اس کے حقدار رسول اور قرابتداران رسول کے علاوہ تمام مسلمان جو یتیم مسکین اور مسافر ہوں اور وہ مہاجرین محتاج جو اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ اور جو آئندہ پیدا ہوں گے یکساں ہیں۔ پھر شیعہ کا یہ خیال بر خلاف فیصلہ قرآن کہ فدک (فی) رسول پاک ﷺ نے صرف فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ملکیت میں دے دیا تھا۔ نہ صرف قرآن ہی کو جھٹلانا ہے بلکہ حضور ﷺ کے ذمے اتہام لگانا ہے۔ کہ آپ نے حکم خداوندی پس پشت ڈال کر یہ مال وقف جو غریب مسلمانوں کا حق تھا اکیلا خاتون جنت کے قبضہ میں دیدیا۔ کیا فیصلہ قرآن سے بڑھ کر کوئی اور فیصلہ ہوسکتا ہے۔ شیعہ حضرات دیں یا تو ثابت کریں کہ فدک مال فیئ نہ تھا۔ اگر یہ تسلیم ہے تو اس کے مصارف یہ لوگ کیوں نہیں جن کا ذکر قرآن میں بالصراحت ہے۔

کیا فدک رسول پاک ﷺ کی ذاتی جائیداد تھی؟

فدک کا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت قرار دینے کے متعلق شیعہ سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ کبھی کہتے ہیں فدک آپ کو بطور ہبہ ملا تھا کبھی یہ کہ وارثتاً ترکہ میں آیا۔ لیکن یہ دونوں باتیں تب ثابت ہوسکتی ہیں کہ فدک رسول کی ذاتی ملکیت ہوتی۔ لیکن اس بات کا ثابت کرنا از حد مشکل ہے۔ اول تو یہ کہ آیت مذکورہ اس کے مخالف ہے۔ دوسرے یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ذاتی جائیداد وہ ہوتی ہے جو کسی شخص کو وراثتاً ملے یا اس نے ذاتی کمائی سے خریدا ہو۔ یہاں دونوں باتیں نہیں نہ حضور ﷺ کو آباؤ اجداد سے بادشاہ یا امام یا نبی جو جائیداد حکومت یا امامت یا نبوت کے اثر سے حاصل ہوئی ہو۔ وہ بادشاہ یا امام یا نبی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی۔ بادشاہ حکومت کے اقتدار سے جو ملک یا زمین یا حصہ فتح کرتا ہے وہ اس کی گورنمنٹ کی ملکیت ہوتی ہے۔ نہ بادشاہ کی ذاتی جائیداد۔ ایسی ہی جو اراضیات امام یا نبی کے قبضے میں آتی ہیں وہ اس کے

وارثوں کو وراثت میں نہیں ملا کرتیں بلکہ اس کے خلیفہ یا جانشین کو ملا کرتی ہیں۔ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق حسب ذیل تبصرہ کیا ہے جو ہر عقلمند نے اس کے متعلق حسب ذیل تبصرہ کیا ہے جو ہر عقلمند اہل علم کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ یہ بحث اگرچہ دونوں طرف کی طبع آزمائیوں میں بہت بڑھ گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بات نہایت مختصر تھی اور اب جبکہ سیاست مدن کے اصول زیادہ صاف اور عام فہم ہوگئے ہیں یہ مسئلہ اس قابل ہی نہیں رہا کہ بحث کے دائرے میں لایا جائے کہ نبی یا امام یا بادشاہ کے قبضہ میں جو مال یا جائیداد ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک مملوکہ یعنی ملکیتی خاص جس کے حاصل ہونے کے میں نبوت اور امامت اور بادشاہت کے منصب کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ مثلاً داؤد علیہ السلام زرہ بنا کر معاش حاصل کرتے تھے۔ یا بادشاہ عالمگیر قرآن لکھ کر بسر کرتا تھا۔ یہ آمدنی ان کی ذاتی آمدنی تھی اور اس پر ان کو ہر طرح اختیار تھا۔ دوسری مملوکہ حکومت مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کے مقبوضہ ممالک جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضہ میں آئے اس دوسری قسم میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ جو شخص پیغمبری یا امامت یا بادشاہت کی حیثیت سے جانشین ہوتا ہے وہی اس کا مالک یا متولی ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ آج کل کے مزاج کے موافق ایک بدیہی بات ہے مثلاً سلطان عبدالمجید خان کے بعد ان کے ممالک مقبوضہ یا ان کی جاگیر خاصہ ان کے بیٹے بھائی ماں بہن وغیرہ میں تقسیم ہوگی۔ بلکہ جو تخت نشین ہوگا اس پر قابض ہوگا۔ مذہبی حیثیت سے مسلمانوں کے ہر فرقہ میں یہ قاعدہ مسلم رہا ہے۔ مثلاً جو لوگ باغ فدک کو درجہ بدرجہ ائمہ اثنا عشر کا حق سمجھتے ہیں وہ بھی اس میں وراثت کا قاعدہ جاری نہیں کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں اس کے مالک ہوئے۔ تو یہ نہیں ہوا کہ اُنکی وفات کے بعد وراثت کا قاعدہ جاری ہوتا اور حضرت حسین و حضرت عباس اور محمد حنیفہ اور حضرت زینب رضوان اللہ علیہ اجمعین کو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وارث تھے اس کا بلکہ صرف حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں آیا کیونکہ امامت کی حیثیت سے وہی حضرت کے جانشین تھے۔ الفارق جلد دوم پس جب فدک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذاتی املاک سے ہی نہ تھا تو اس کا ہبہ بحق فاطمہ رضی اللہ عنہا کر دینا یا آپ کی وفات پر وراثتاً آپ کو ملنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

(شیعہ حضرات کی ایک گپ)

شیعہ کہتے ہیں حضرت فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے فدک کو اپنے حق ہبہ ہونے کا مقدمہ دربار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں دائر کر دیا اور دو نہایت ثقہ اور معتبر گواہ (حضرت علی اور ام ایمن بھی پیش کئے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شہادت رد کر دی اور دعویٰ خارج کر دیا۔ گو اس کا ثبوت کس اہل سنت کی معتبر کتاب سے نہیں ملتا۔ اگر یہ بات صحیح بھی ہو تو اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عامل بالشرع اور بے رو رعایت منصف حاکم ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ بحکم قرآن واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكون رجلين فرجل وامرتن دو مرد گواہ رکھو وہ نہ مل سکیں تو ایک مرد دو عورتیں گواہ ہوں چونکہ صورت بالا میں نصاب شہادت موجود نہ تھا نہ دو مرد نہ ایک مرد دو عورتیں ہی گواہ تھیں اس لئے اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس شہادت پر فیصلہ بحق خاتون جنت کرتے تو لوگ کہتے کہ دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر غلط فیصلہ کی خاطر فیصلہ دے رہا ہے۔ خلافت راشدہ کے زمانہ میں اس قدر آزادی نہ تھی کہ سر اجلاس ایک معمولی عورت بھی خلیفہ وقت کو ٹوک سکتی تھی۔ کہ یوں نہیں ہونا چاہیے اور خلیفہ وقت خندہ پیشانی سے معترض کے اعتراض کو سن کر اگر واجبی ہوتا تو سر تسلیم خم کر دیتے۔ یہ دعوت والا واقعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا واقع ہے۔ جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حق مہر میں گرانی کو منع فرمایا تو ایک عورت اٹھی اور کہنے لگی کیا آپ ہم سے اس چیز کو منع رکھنا چاہتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر کی اور اس کا ہمیں اختیار دیا ہے۔ پھر یہ آیہ کریمہ تلاوت کی۔ واتيتم احداهن قنطاراً فلا تاخذوا منها شيئا اگر تم عورتوں کو حق مہر میں ایک ڈھیر (مال کا) بھی دو تو اس میں سے کوئی چیز بھی نہ لو۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔ تفسیر منہج الصادقین جلد دوم صفحہ 458 شیعی۔ ایسا ہی ایک اور واقعہ شیعہ معتبر کتاب کشف الغمہ میں مذکور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے عہد خلافت میں اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی۔ اپنا دعویٰ قاضی شریح کی عدالت میں دائر کیا۔ قاضی نے حضرت امیر المومنین سے شہادت طلب کی۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے امام

حسن رضی اللہ عنہ اور اپنے غلام قنبر کو شہادت میں پیش کیا۔ قاضی نے گواہی نامنظور کی کیونکہ ایک حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے اور دوسرا غلام۔ ایسا ہی من لا یحضرہ الفقیہ کتاب قضا میں مرقوم ہے کہ جناب امیر قاضی مدینہ (شریح) اس فیصلے سے ناراض نہیں ہوئے اور نہ اس کو قضا سے معزول کیا بلکہ اس کے انصاف کی داد دی اور اس کے حق میں دعائے خیر کی۔

اب اور پڑھیے شرح ابن میثم شیعی سے چنانچہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ام ایمن اور انہوں نے ہبہ کی گواہی دی اتنے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ انہوں نے کہا یعنی گواہی دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فدک کی آمدنی کو تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سچ کہا تم علی اور ایمن نے بھی سچ کہا اور عبدالرحمٰن نے بھی سچ کہا یعنی اے فاطمہ الزہرا آپ کو وہی ملتا رہے گا جیسا کہ نبی علیہ السلام فدک سے تمہاری خوراک بھر لیتے تھے اور باقی تقسیم کر دیتے اور اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے اور میں ولک علی اللہ ان اضع بھا کما کان یفع فرضیت بذالک واخذت العھد علیہ بہ

ترجمہ:- اور میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ آپ کو وہی کچھ دیتا رہوں گا جیسے نبی علیہ السلام کا دستور تھا۔ جس پر سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں اور اس پر ابو بکر سے عہد لے لیا۔ ابن میثم شرح نہج البلاغہ جلد 5 صفحہ 107 خط 44 الغرض دعوی ہبہ فدک کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باقی اقربا کو محروم کر کے اکیلی سیدہ فاطمہ خاتون جنت کو یہ جائیداد دے سکتے تھے اور دیتے کس طرح جب جائیداد آپ کی ملکیت ہی نہ تھی اور آگے ابن میثم لکھتا ہے کہ وکان یاخذ غلتھا فیدفع الیھم منھا ما یکفیھم ثم فعلت الخلفآء بعدہٗ کذالک الی ان ولی معاویہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کا غلہ وصول کرتے اور اہل بیت کو ان کی ضرورت کے مطابق دے دیتے جو ان کیلئے کافی ہوتا اور ان کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی ایسا ہی کیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہ عمل جاری رہا۔

۲ ...... ابو بکر سود آں راہ گرفتہ بقدر کفایت اہل بیت مے داد و خلفائے بعد از وہم بر آں اسلوب رفتار نمودند تا زمانِ معاویہ کہ ثلث آں را بعد از امام حسن علیہ السلام بمروان داد

ترجمہ:- فدک کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کی آمدنی سے اہل بیت کو

ان کی ضرورت کے مطابق دے دیا کرتے تھے اور آپ کے بعد دوسرے خلیفوں یعنی عمر، عثمان، علی رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اسی طریق پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ آ گیا انہوں نے پاک امام حسن کی وفات کے بعد ایک تہائی فدک میں سے مروان کو دے دیا۔ (شرح نہج البلاغہ سید علی نقی فیض الاسلام فارسی جلد 5 صفحہ 960)

۳ ...... كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يا حذ من فدك توتكم ويفسهم الباقي ويحمل منه في سبيل الله ولك على الله ان امنع بها كما كان يصنع فرضيت بذالك واخذت العهد عليه به و كان ياخذغلتها خيرفع اليهم منها ما يكفيهم ثم فعلت الخلفآء بعد كذالك الى ان ولى معاويه

ترجمہ:۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا خاتون جنت سے فرمایا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فدک سے تمہاری خوراک لے لیا کرتے تھے اور باقی ماندہ تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ اور فی سبیل اللہ سواریاں بھی لے دیا کرتے تھے اللہ کی قسم کھا کر تم سے اقرار کرتا ہوں کہ میں فدک کی آمدنی اس طرح صرف کروں گا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس پر راضی ہو گئیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کا عہد لے لیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فدک کا غلہ وصول کر کے اہل بیت کی ضروریات کے مطابق انہیں دیا کرتے تھے پھر ان کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی ایسا ہی کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہی عمل رہا۔ ناظرین یہ ہے فدک کے معاملے شیعہ کی معتبر کتب کے تین حوالے جس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے راضی ہونا اور اپنے لئے فدک کی آمدنی وصول کرنا۔ جتنی ان کے لئے کافی ہو۔ صد افسوس شیعہ حضرات پر نہ اپنی روایتیں مانتے ہیں نہ ہماری روایتیں مانتے ہیں۔ سچ ہے ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔

جاننا چاہیے بخاری شریف میں فدک کے بارے میں روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے چار جگہ ہے۔ (جواب اس کا یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئیں)

صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے تین جگہ منقول ہے لیکن اُن روایات میں ناراضگی کا نام نہیں ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سے تین جگہ یہ روایت

ہے۔ مگر ناراضگی کا لفظ نہیں۔ فغضبت کا لفظ بخاری شریف میں دو جگہ ہے، دو جگہ نہیں مسلم شریف میں نہیں علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو طفیل سے جو روایات منقول اُن میں بھی ناراضگی کا لفظ نہیں۔ پس یہ دو پہلو صرف اُس روایت کے ہیں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ لہذا باقی بزرگوں کی روایات جس پہلو کی تصدیق کریں وہی پہلو معتبر ہو گا اور اس پہلو میں ناراضگی نہیں دس جگہ ناراضگی کا لفظ روایات میں نہیں آیا۔ صفحہ 74 کا پانچویں سطر پر شاہ صاحب اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر پر لکھتے کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا خاتون جنت نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے استدعا کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ترکہ میں سے جو اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عنایت فرمایا تھا۔ اُن کا میراثی حصہ ان کو دے دیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں ہمارے مال میں عمل میراث نہیں ہوتا حدیث رسول سنائی۔ لا نورث ما ترکناہ فھو صدقة ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ فغضبت فاطمة اس پر فاطمہ ناراض ہوئیں۔ جواب پہلے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ جنابہ علیہا السلام کس پر ناراض ہوئیں۔ صدیق اکبر پر یا اپنی ذات پر کیونکہ احادیث در بارہ فدک میں بعض جگہ تو غضبت ہے اور بعض جگہ وجدت ہے اور وجدت کے معنی حزنت اور ندمت کے ہوتے ہیں۔ (قاموس عربی زبان کی لغات)

یعنی وہ پشیمان ہوئیں اور ان کی یہ پشیمانی اپنے دعویٰ پر ہی تھی۔ اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئی تو نص حدیث غضبت علی ابی بکر دکھائیں اور دوسرے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حدیث لا نورث ماترکنا فھو صدقہ سن کر ناراض ہو کر حدیث غلط ہے تو یہ نص حدیث سے ثابت کریں مگر شاہ صاحب یہ ہرگز دو سوالوں کا جواب نہیں دے سکتے اگر جواب دے دو تو پانصد روپے نقد حاصل کرو۔

باغ فدک کے الزام میں شیعہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر، منافق، مرتد نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں۔ اور اسی سلسلہ میں سیدہ فاطمہ علیہا السلام اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں ایسی گستاخانہ عبارت منسوب کرتے ہیں۔ جسے پڑھ کر دل کانپ اٹھتا ہے۔ دل تو نہیں چاہتا کہ وہ الفاظ دہرائے جائیں۔ لیکن ان نام نہاد محبان اہل بیت کے نظریہ سے آگاہی کی خاطر

پیش کرتے ہیں کتاب حق الیقین

پھر جب سیدہ فاطمہ خاتون جنت اپنے گھر دربار صدیقی سے واپس آئیں اور آرام سے بیٹھ گئیں۔ از روئے مصلحت خطا بہائے شجاعانہ بسید اوصیاء نمو کہ مانند جنین دررحم پردہ نشین شدہ ای مثل خائباں درخانہ گرریختہ ای تو از روئے مصلحت شجاعانہ انداز سے سید اوصیاء کو (سخت) الفاظ میں فرمایا کہ تم اُس بچے کی طرح جو ابھی اپنی ماں کے رحم میں ہو پردہ نشین ہو گئے۔ اور ذلیل لوگوں کی طرح گھر بھاگ آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو صحابہ کرام اور اہل بیت کی شان میں گستاخیاں ہی یہ ثمرہ دے رہی ہیں نہ زندگی میں سکھ چین اور نہ حشر میں حزن و ملال سے آزادی کی نعمت دنیا میں سزا یہ کم مرتے دم تک اپنی پٹائی خود کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے اور بوقت موت ان کے منہ سے منی نکلے گا اور یہ خود کہتے ہیں۔ بوقت موت شیعوں کے منہ سے منی نکلتی ہے۔

سئل الصادق علیہ السلام لا ی علۃ یغسل المیت فقال تخرج منہ' النطفۃ التی خلق منھا تخرج من عینہ او رمن فیہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ میت کو غسل کیوں دیا جاتا ہے تو فرمایا اس لئے کہ وہ نطفہ (منی) جس سے اس کی تخلیق ہوئی تھی اس کی آنکھ یا منہ سے نکلتا ہے۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ 84 شاہ صاحب بخاری سیدہ فاطمہ خاتون جنت کا حضرت ابو بکر صدیق سے ناراض ہونے کا ثبوت بزبان حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ثابت نہیں کر سکے اور نہ آپ اور نہ ان کے حوای کر سکتے ہیں ہاں البتہ سیدہ فاطمہ زہرا خاتون کا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر شدید ناراض ہونا بزبان فاطمہ خاتون جنت ثابت ہو گیا۔

اعتراض:- شاہ صاحب اپنی کتاب کے صفحہ 79 گیارھویں نمبر پر لکھتے ہیں کہ یہ جو نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خود ساختہ وارث بن گئے۔ (دختر رسول اللہ کی بیماری سے عیادت کیلئے نہ جانا نماز جنازہ میں شرکت نہ کرنا)

جواب:- فاقبل ابو بکر و عمر تعزیان علیاً ویقولون لہ' یا ابا الحسن لا تسبقنا بالصلوٰۃ علی ابنہ رسول اللہ۔

ترجمہ:۔ سیدہ کی وفات کا سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ تعزیت کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں کہا کہ اے ابوالحسن! بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھنے کے وقت پیچھے نہ چھوڑ دینا۔ اس روایت سے برائے تعزیت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے پاس آنا اور پھر ان سے کہنا کہ بنت رسول اللہ کا جنازہ پڑھنے میں ہم سے سبقت نہ کرنا۔ (ناسخ التواریخ جزاول صفحہ 181)

اگر شیعہ حضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ سیدہ خاتون جنت کے جنازے میں ہر روز کی شرکت فرض تھی۔ جو شخص نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوا اس پر زبان طعن دراز کرنی جائز ہو جائے۔ تو پھر ان سے پوچھا جا سکتا ہے کہ تمہاری روایات کے مطابق صرف سات آدمی سیدہ فاطمہ الزہرا کی نماز جنازہ میں شریک تھے۔ اس کا ثبوت جلا العیون ملا باقر مجلسی میں ہے۔ از حضرت امیر المومنین صلوۃ اللہ علیہ روایت کردہ است کہ ہفت کس بر جنازۂ حضرت فاطمہ نماز کردند۔

ترجمہ:۔ ابوذر سلمان ۔ حذیفہ ۔ عبداللہ بن مسعود ۔ مقداد و من امام ایشاں بودم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاتون جنت کی نماز جنازہ میں صرف سات آدمی شریک تھے۔ ابوذر ۔ سلیمان ۔ حذیفہ عبداللہ بن مسعود مقداد اور میں ان کا امام بنا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ ان کے علاوہ کئی جلیل القدر صحابہ اس وقت موجود تھے۔ لیکن انہوں نے شرکت نہ فرمائی۔ مثلاً امام حسن ۔ امام حسین ۔ عبداللہ بن عباس ۔ عقیل بن ابی طالب ۔ سعد بن عبادہ ۔ ابوایوب انصاری ۔ ابوسعید حذری ۔ سہل بن حنیف ۔ بلال ۔ مہیب بن عازب ۔ ابورافع رضوان اللہ علیہم اجمعین ان بارہ حضرات کو خود شیعہ بھی قابل احترام اور ان کی جلالت کے قائل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سیدہ کی نماز جنازہ میں شرکت یا عدم شرکت کو رضامندی یا ناراضگی کی بنیاد بنانا غلط ہے۔ کیا ان بارہ افراد سے بھی سیدہ سلام اللہ علیہا ناراض تھیں جن میں امام حسن پاک، امام حسین پاک اور عبداللہ بن عباس شامل ہیں۔ اگر ان افراد کی عدم شرکت ناراضگی کی بنا پر نہ تھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عدم شرکت بھی اسی قاعدے کے تحت آنی چاہیے۔ اس لئے اسبات کی ناراضگی کے اسباب میں ذکر کرنا باقی ہے۔

امامت صلوٰۃ کیلئے اسلام قانون

قال علی علیہ السلام الوالی احق بالصلوٰۃ علی الجنازۃ من ولیھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اگر کسی کی نماز جنازہ میں میت کا ولی اور امیر المؤمنین خلیفہ وقت دونوں موجود ہوں تو ان میں سے خلیفہ وقت نماز جنازہ پڑھانے کی اولیت رکھتا ہے۔

﴿۲﴾ .....**ان الحسین ابن علی قدم سعید ابن العاص للصلوٰۃ علی الحسن بن علی وقال تقدم فلو لا انھا سنۃ ما تقدمتك** بے شک امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ امام حسن پڑھانے کیلئے سعید بن العاص کو آگے کیا۔ اور کہا کہ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں اور فرمایا اگر اس طرح دستور نہ ہوتا تو تمہیں آگے نہ کرتا۔ (مقاتل الطالبین مصنفہ ابو فرج اصفہانی شیعی صفحہ 74 طبع بیروت)

﴿۳﴾ ..... **لما توفیت اُم کلثوم بنت المومنین علیه السلام خرج مروان ابن الحکم وھو امیر یومئذ علی المدینۃ فقال الحسین بن علی علیه السلام لولا السنۃ ما ترکتہ یصلی علیھا۔**

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا انتقال ہوا تو اس مدینے کا حاکم مروان بن حکم نماز جنازہ کیلئے (امامت کیلئے) نکلا تو امام حسین بن علی نے کہا کہ اگر طریقہ شرعی یہ نہ ہوتا تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھانے دیتا۔ (کتاب الجعفریات صفحہ 210)

نیز قرب الاسناد جلد دوم صفحہ 210 حاصل کلام پاک امام حسین رضی اللہ عنہ نے سنت سمجھتے ہوئے امام حسن پاک اور سیدہ ام کلثوم کا جنازہ حاکم وقت سے پڑھوایا لہٰذا سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی نماز جنازہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بمطابق اسلامی قانون اور سنت رسول اللہ کے پڑھائی۔ (طبقات ابن سعد جلد 8 صفحہ 29)

صلی ابو بکر الصدیق فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فکبر علیھا اربعاً حماد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی نماز جنازہ کی امامت کرائی اور آپ نے چار تکبیریں کہیں۔

جب بنت رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو نماز جنازہ کیلئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا آپ مصلیٰ امامت پر تشریف لے چلیے۔ فقال ما کنت لا تقدم وانت خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم فتقدم ابو بکر وصل علیها۔ (کنز الاعمال جلد 2 صفحہ 366)

اگر سیدہ فاطمہ خاتون جنت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تادم آخر ناراض رہیں اور اُن سے کلام تک کرنا گوارانہ فرمایا جیسا کہ شیعہ لوگ کہتے ہیں۔ تو کیا ان کی ہمہ وقت تیمارداری کیلئے ایسی عورت کو منتخب کیا گیا جو معاذ اللہ ان کے دشمن اور غاصب فدک کی زوجہ تھیں۔ اگر نیک بخت بیوی جانتی کہ میرے خاوند ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ کے درمیان قطع کلامی ہے اور ایک دوسرے سے ناراض ہیں تو خاوند کی دشمن کی تیمارداری کیوں کرتیں؟ اس معاملہ میں شیعہ لوگوں نے بہت دھوکا کھایا اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب کے صفحہ 82 کی آٹھویں سطر پر لکھتے ہیں بحوالہ معارج النبوت ہبہ فدک کی تحریر حضرت ابو بکر کے سامنے پیش کی جو سیدہ فاطمہ خاتون جنت کو سرور عالم علیہ السلام نے لکھ کر دی تھی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فدک لکھ دے دیا۔ مگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے دونوں تحریریں لے کر پھاڑ دیں۔ قارئین کرام اس کا جواب ہم نے شیعہ حضرات کی ایک گپ کے عنوان میں لکھ دیا ہے جو کہ اہل علم کے پڑھنے کے قابل ہے۔

شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 85 کی گیارہویں سطر پر لکھتے ہیں۔ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا باپ کی طرف یتیم ہوگئیں۔ شوہر کو حکومت کی طرف سے لاتعلق کر دیا۔ بچے چھوٹے ہیں گذارہ کی جائیداد پر حکمرانوں نے قبضہ کر لیا۔ جواب معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب خداوند تعالیٰ کی رزاقی کے معتقد نہیں کیا قرآن پاک کی یہ آیت آپ کی نظر سے نہیں گذری۔ ویرزقه من حیث لا یحتسب۔

کیا اس دنیا میں میراث کے علاوہ خدائے تعالیٰ نے کوئی ذریعہ نہیں بنایا؟ پیغمبر تو عام دنیا سے خاص ہیں۔ ان کی تو بات ہی اور ہے عام لوگوں کو لیجئے کیا جو مسلمان تنگدستی کے عالم میں فوت ہو جائے اس کی اولاد بھوکوں مر جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رزاقی کے

نمونے بے شمار ہیں ابھی تک آپ کو قرآن پاک کی یہ آیت بھی نظر نہیں آئی ہوگی۔ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب یا اس کے معنی آتے۔

باغ فدک کے علاوہ سات باغ اور بھی سیدہ فاطمہ کے قبضہ میں تھے

فروع کافی ملاحظہ ہو۔ فلما قبض جاء العباس بخاصم فاطمه فيها فشهد علی علیه اللسام و غیره' انها وقف علی فاطمه علیها السلام و هی الدلال والعفاف والحسنیٰ والصافية وما لام ابراهيم والمثب والبرقة

ترجمہ:- جب رسول اللہ ﷺ رحلت فرما گئے تو حضرت عباس ؓ نے سیدہ فاطمہ سے سات باغات کے بارے میں جھگڑا کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے بارے میں گواہی دی کہ سب حضرت فاطمہ خاتون جنت کو وقف کر دیئے گئے ہیں۔ وہ سات یہ ہیں۔ دلال۔ عفاف۔ حسنیٰ۔ صافیہ۔ مالام ابراہیم۔ میثب۔ برقہ (فروع کافی جلد ہفتم کتاب الوصایا باب صدقات النبی صفحہ 48)

امام موسیٰ کاظم کی روایت سے معلوم ہوا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت مذکورہ سات باغ بھی تھے۔ اس جائیداد کے علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اراضی اور باغات بھی ان کے زیر قبضہ و تصرف تھے۔

واقعہ جواب:- شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب کے صفحہ 92 پر لکھتے ہیں تاویں سطر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ماتحتی میں مکہ سے لشکر ... جانب بصرہ روانہ ہوا۔ ان کا رہبر بنام عرنی کہتا ہے کہ چلتے چلتے ہم حواب کے چشمہ پر پہنچے تو وہاں کتے ہمیں دیکھ کر بھونکنے لگے ان لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ کونسا چشمہ ہے میں نے کہا کہ یہ چشمہ حواب کے نام سے مشہور ہے۔ عرنی بیان کرتے ہیں کہ ایسا جواب سن کر حضرت عائشہ زور سے چیخیں اور اپنے اونٹ پر زور سے چابک مار کر اسے ہنکایا۔ پھر فرمایا خدا کی قسم حواب کے کتوں والی میں ہوں۔ اے لوگو مجھے واپس لے چلو۔ جواب سبائیوں کا ... ہوا واقعہ بلکہ موقع محل کے مطابق ایک حدیث بھی تیار کر لی حضور ﷺ نے ایک دفعہ ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کان احدکن

نتبها الکلاب الحواب فایاك ان تکونی یا حمیرا گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے ایک پر حواب کے کتے بھونکتے ہیں پس اے حمیرا (حضرت صدیقہ) تو وہ نہ ہونا۔

۲﴾......عن ام سلمة قالت ذکر النبی علیه الصلوٰه والسلام خروج امهات المؤمنین مضحکت عائشه رضی الله عنها فقال انظری یا حمیرا ان لا تکونی انت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کے سامنے بعض ازواج کے خروج کا ذکر کیا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حمیرا (حضرت صدیقہ) تم ایسا نہ کرنا ابن جریر طبری نے اس مکذوبہ روایت کو یوں بیان کیا۔

خدثنی اسمعیل بن موسیٰ الفزار می قال اخبرنا علی بن عباس الارزق قال حدثنا ابو الخطاب اهجری عن صفوان بن قیبه الاحمسی قال حدثنی المعرفی حصاب ا لعجمل (طبری جلد 1 صفحہ 170)

اس کا پہلا راوی اسمعیل اس کے متعلق امام ذہبی محدث ابن عدی کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ وہ غالی شیعہ تھا اور ایسا خبیث النفس تھا کہ صحابہ کرام پر سب وشتم کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال جلد 1 صفحہ 117) دوسری راوی جس نے فزاری جیسے فاسق سے روایت کی ہے کہ علی بن عباس اس کے متعلق امام ذہبی کہتے ہیں۔ علی بن عباس الارزق الاسدی کوفی عدابن سی اور ابن سالم وغیرہ سے روایت کرتا ہے اور عباس نے ابن معین سے روایت کیا ہے۔ علامہ جوز جانی اور امام نسائی اس کو ضعیف کہتے ہیں اور امام ابن حبان لکھتے ہیں کہ یہ ایسی فاحش خطائیں کرتا تھا جس کی وجہ سے چھوڑ دینے کا مستحق قرار دیا گیا۔ تیسرا راوی ابوالخطاب الہجری جس کو تہذیب التہذیب میں مجہول کہا ہے۔ چوتھا راوی صفوان قتیبہ الاصمی مجہول ہے میزان الاعتدال پانچواں راوی عرفی نامعلوم مجہول القسم جس سے حضرت صدیقہ کیلئے اونٹ خریدنا بیان کیا گیا۔ اس داستانِ کذب کے خالف نے اپنی خودتراشدہ روایات میں حمیرا کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ ایاك ان یکونی یا حمیرا کے دردود الفاظ معتبر کتب اہل سنت میں نہیں۔

کل حدیث فیہ یا حمیرا فھو موضوع ہر وہ روایت جس میں لفظ یا حمیرا ہے موضوع ہے۔
(موضاعات کبیر حرف یا صفحہ 143)

وکل حدیث فیہ یا حمیرا وذکر الحمیرا فھو کذب ہر وہ روایت جس میں لفظ حمیرا ہے یاذکر حمیرا ہے جھوٹی ہے۔(موضوعات کبیر صفحہ 150)اس واقعہ کے حوالے کے طور پر۔طبری۔ابوالفدا۔کتاب الامۃ والسیاست۔روضۃ الصفااوراعثم کوفی کے نام لکھتے ہیں۔طبری رافضی تھا۔الامت والسیاست کسی رافضی کی تالیت ہے۔جو ابن قتیبہ کے نام سے مشہو ہوگئی۔ابوالفداءبھی رافضی تھا۔(کتاب التلبیس جلد 1 صفحہ 7) اعثم کوفی بھی رافضی تھا۔تحفہ اثناعشریہ صفحہ 336 گویاواقعہ حواب کے تمام راوی سبائی ہیں۔

شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب کے صفحہ 103 کی تیسری سطر پر لکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہادختر رسول پاک ﷺ کے دروازہ پرآئے اور کہا تھا کہ اس گھر میں جو ہیں وہ باہر نکل کر ہماری حکومت تسلیم کریں ورنہ میں اس گھر میں آگ لگا کر سب کوجلادوں گا۔

جواب:-یہ کہانی عقدالفرید تاریخ طبری یاالفارق یاکسی کتاب سے ہے یہ کہانی سیدہ فاطمہ کے گھر جلانے کی سراپا موضوع اور غلط روایت ہے۔اہل سنت کی کسی معتبر کتاب میں نہیں جہاں بھی یہ روایت لکھی ہوئی ہے شیعہ کی روایت لکھی ہوئی ہے۔خود شیعوں نے بھی اسے ضعیف اور خبرواحد لکھا ہے۔(نہج ازشرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید شیعی)

واما ما ذکرہ من الھجوم علی دار فاطمہ وجمع الخطب لتحریقھا فھو خبر واحد غیر موثوق ولا معقول علیہ حق الصحابہ

ترجمہ:-یہ جوروایت کی گئی ہے کہ حضرت فاطمہ کے گھر انبوہ کر کے حملہ کیااورلکڑیاں جمع کی گئیں تاکہ اس گھر کوجلایا جائے تو خبرواحد ہے جومعتبر نہیں اور نہ اس خبر پراعتبار واعتماد ہے صحابہ کرام کے حق میں بلکہ کسی ایک مسلمان کے حق میں بھی ایسی روایت قابل اعتبار نہیں ہوسکتی جس کی عدالت اور نیکی ظاہر ہو۔نیز الفاروق کے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔اگرچہ سند کے اعتبار سے اس روایت میں ہم اپنا اعتبار ظاہر نہیں کر سکتے۔(الفاروق صفحہ 54) کے یہ الفاظ صاف طور پر دلالت کرتے ہیں اور شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید سے بھی یہی ثابت ہے کہ روایت بالکل غیر معتبر ہے۔اس کی سند کا کوئی اعتبار نہیں۔علاوہ ازیں بفرض محال یہ روایت مان لی

جائے تو اس روایت میں نہ سیدہ کا گھر جلانا مقصود ہے اور نہ سیدہ کا جلانا اور نہ اس مکان کا جلانا مقصود جس میں جناب سیدہ خاتون جنت رہتیں تھیں۔ بلکہ ایک دوسرے مکان کے جلانے کی دھمکی دی گئی تھی جو کہ جناب سیدہ کا تھا اور اس میں بعض لوگ جمع ہو کر ایسے مشورے کرتے تھے جو اسلامی مفاد اور وحدت قومی اور تنظیم ملی کے خلاف تھے۔ اور خاتون جنت نے خود بھی اُن لوگوں کو وہاں جمع ہونے سے منع کر دیا۔ جیسا کہ حق الیقین باقر مجلسی کی کتاب کے باب پنجم صفحہ 111) پر ہے کہ خاتون جنت نے ان لوگوں کو فرمایا شاد یگر بایں خانہ میا ئید تم لوگ پھر اس مکان میں مت آنا۔ مقام غور وفکر اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان غلط تھا تو جناب سیدہ خاتون جنت نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان کی تائید کر کے اُن لوگوں کو منع کیوں کیا؟ جناب سیدہ خاتون جنت کیوں نہ تائید فرماتیں جب ایک دینی مفاد تھا۔ حضرت خاتون جنت کا ادب واحترام اور نہایت عقیدت مند حضرت عمر کے دل میں تھی جیسا کہ حق الیقین جو کہ شیعہ امام المحد ثین مجلسی کی تصنیف ہے کے باب پنجم پر طعن غاصبین خلافت کے صفحہ 111 پر لکھتے ہیں۔ اے دختر رسول خدا! احدے نزد ما از خلق محبوب ترنیست از پدر تو وبعد از پدر تو احدے نزد ما محبوب ترنیست از تو بخدا سوگند ایں مانع من نیست ازاں کہ اگر ایں جماعت در خانہ تو جمعیت کنند آتش بزنم وخانہ ات را برایشاں بسوزانم۔

ترجمہ:۔ اے رسول خدا کی بیٹی کوئی شخص ہمارے نزدیک آپ کے والد سے زیادہ محبوب نہیں اور آپ کے والد بزرگوار کے بعد کوئی شخص آپ سے زیادہ محبوب ہم کو نہیں اور خدا کی قسم تمہارا یہ ادب اور احترام ومحبت مجھ کو اس بات سے نہیں روک سکتا کہ اگر یہ لوگ تمہارے گھر میں جمع ہوتے ہیں تو ان لوگوں پر تمہارے گھر کو جلا دونگا۔ دیکھو یہ روایت شیعہ کی ہے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتون جنت کے ساتھ کس قدر عقیدت واحترام کا اظہار و اقرار کیا۔ اس میں الفاظ بھی یہی ہیں کہ اُن لوگوں پر گھر جلا دوں گا۔ آخر وہ سب لوگ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے محرم تو نہ تھے کہ سیدہ اُن کے ساتھ ہوتی تھیں۔ بلکہ جناب سیدہ دوسرے مکان اور کمرے میں ہوتی تھیں۔ تو اس روایت میں نہ حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کے جلانے کا کوئی لفظ ہے اور نہ سیدہ خاتون جنت کے رہنے کے مکان کو جلانے کی دھمکی ہے۔ جس کی خود جناب سیدہ نے

تائید فرما کر اُن لوگوں کو وہاں جمع ہونے سے ان کو روک دیا۔ تاریخ طبری کو دیکھئے زید بن کلیب نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اس وقت فیہ طلحۃ الزبیر ورجال من المهاجرین فقال واللہ لاحرقن علیکم والتخرجن الی البیعۃ۔

ترجمہ:- زیاد بن کلیب نے کہا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھر تشریف لائے۔ اس وقت وہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وزبیر رضی اللہ عنہ اور مہاجرین بہت سے مرد موجود تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا تم پر مکان جلا دوں گا یا بیعت کرنے کیلئے نکل آؤ۔ ناظرین بتاؤ کہ اس روایت میں کوئی ایسا لفظ موجود ہے جس کا یہ معنی ہو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آگ اور لکڑیاں منگوائیں اور کہا میں فاطمہ رضی اللہ عنہا تمہیں جلا دوں گا؟ کہیں نہیں اور ہر گز نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ علی کے گھر آئے تو ان کے ہاتھ میں آگ نہ تھی نہ لکڑیاں وہاں آ کر آپ نے ان لوگوں کو دھمکی دی جو ان کے مکان میں بیٹھ کر اسلامی مفاد اور تنظیم ملی کے خلاف مشورے کرتے تھے۔ کیونکہ جو لوگ باہمی مشورہ کرتے تھے وہ تمام سیدہ خاتون جنت کے محرم نہ تھے جیسا کہ رجال من المهاجرین سے ثابت ہے تو غیر محرم افراد کے ساتھ حضرت سیدہ خاتون جنت کا موجود ہونا کون مان سکتا ہے؟ لہذا معلوم یہ ہوا کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ کسی دوسرے مکان میں مشورہ کرتے ہوں گے۔ جس میں حضرت سیدہ فاطمہ تھیں۔ سیدہ ان غیر محرم حضرات کی گفتگو کے وقت مکان کے دوسرے کمرہ میں موجود تھیں۔ اور اس قسم کے مشورہ کو جو ملکی ملی وحدت کے پارہ پارہ کرنے کے بارہ میں اچھا نہ سمجھتی تھیں اسی لئے آپ ان کے مشورہ کرنے والے لوگوں کو فرمایا آئندہ دوبارہ میرے گھر نہ آنا۔

کیا سیدہ عائشہ صدیقہ نے خلیفہ راشد کے خلاف جنگ جمل میں بغاوت کی؟

طعن اول:- حکم الٰہی قرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة اپنے گھروں میں عزت و قار سے بیٹھی رہو اور قدیم جاہلیت کا بناؤ سنگار کر کے باہر نہ نکلو۔ (ترجمہ مقبول شیعی)

خلاصہ کلام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس حکم کی صاف مخالفت کی اپنے گھر کو چھوڑ کر بصرہ گئیں اور وہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کی۔

جواب:- معترض نے ولا تبرجن تبرج الجاهلیه کو بالکل نظرانداز کر دیا۔ مفہوم تو یہ تھا کہ گھروں میں قرار پکڑو اور دور جاہلیت کی طرح گھروں سے باہر نہ نکلو۔ دور جاہلیت کی قید نے مسئلہ حل کر دیا۔ دور جاہلیت میں کعبہ کا ننگے بدن طواف عکاظ کے میلے میں کھلے بندوں مرثیہ خوانی وغیرہ سب شامل تھے۔ اور جب کبھی باہر نکلنا پڑے تو زمانہ جاہلیت کی طرح اپنے محاسن اور بناؤ سنگار کو دکھانے کی خاطر باہر نہ نکلو کیونکہ یہ طریقہ مسلمان عورتوں کے شایانِ شان نہیں۔ ملا فتح اللہ کاشانی شیعہ مفسر نے اس کی تائید کی ہے۔ نزد قتادہ و مجاہد تبرج بمعنی تبختر است در مشی یعنی مخرامید در رفتن مانند خرامیدن اہل جاہلیت اولیٰ۔

ترجمہ:- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اور مجاہد رضی اللہ عنہ تبرج کا معنی تبختر کیا ہے۔ یعنی چلنے میں اپنے وجود کو دائیں بائیں حرکت دے کر مٹک مٹک کر چلنا، کیونکہ دور جاہلیت میں عورتیں اسی طرح ٹہل ٹہل کر اور مٹک مٹک کر چلتی تھیں۔

۱ ...... صلح حدیبیہ کے سفر میں ام المومنین ام سلمہ آپ کے ہمراہ تھیں۔ (بخاری شریف جلد 1)

۲ ...... سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے سے مدینہ کا سفر زید بن حارثہ کے ساتھ کیا۔ (سیرت ابن ہشام طبری)

۳ ...... سیدہ اسماء ہجرت کے بعد مدنی زندگی میں تین فرسنگ کے فاصلہ سے اپنے اونٹ اور گھوڑے کے چارے کیلئے کھجور کی گٹھلیاں لایا کرتیں تھیں۔

(طبقات ابن سعدی طبری)

۴ ...... سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا غزوہ احد کے واقع پر غمزدہ ہونا اپنے پدر گرامی قدر رسالت مآب کے چہرہ مبارک خون آلود کو دھونا جناب سیدہ روئے مبارک کو دھوتی تھیں اور بار بار شکر خدا کرتی تھیں بعد اس کے حضرت رسول نے فرزند دلبند اپنے کو بہت پیار کیا اور مع زنان بنی ہاشم کے بعد لطف کرم خانہ برقدس آشیانہ کے روانہ فرمایا۔ غزوات حیدر صفحہ 173/ ان جوابات کے بعد اگر شیعہ لوگوں کی تسلی نہیں تو ہم ایک اور الزامی جواب دیتے ہیں۔ نقل کفر کفر نباشد۔ شاید اسے پڑھ کر ان کی تسلی ہو جائے۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمایا جب رات ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حمل علی فاطمة علی

عمار و اخذبید ابنیه الحسن والحسین فلم یدع احد من اهل بدر من المهاجرین ولا من الانصار کرم اللہ وجہہ نے سیدہ فاطمہ کو گدھے پر سوار کیا اور حسنین کریمین کے ہاتھ پکڑے۔ اور اہل بدر سے مہاجرین وانصار میں سے ایک ایک کے گھر جا کر اپنا حق خلافت بتلایا اور سلسلہ میں امداد کی درخواست کی۔

(احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ 107 مطبوعہ قم)

ایک اور شہادت منقول ہے کہ جس روز ابو بکر کے ساتھ بیعت ہوئی اسی رات کو حضرت علی نے جناب فاطمہ کو گدھے پر سوار کیا اور حسن اور حسین اپنے دونور چشموں کو ہمراہ لیا اور جملہ مہاجرین و انصار شرکائے بدر کے گھروں پر جا کر اپنی نصرت وحمایت کی طرف ان کو دعوت دی۔

تہذی المتین فی تاریخ امیر المؤمنین جلد اول صفحہ 267 مطبوعہ یوسفی دھلی۔ اگر سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو تمہارے بڑے گدھے کی پشت پر بٹھا کر در بدر خلافت کیلئے بھیک مانگنا ظاہر کریں تو پھر بھی سیدہ خاتون جنت کے محب اور وفادار اپنے بڑوں کی گستاخی کو چوم کر تم لوگ آنکھوں سے لگاؤ اور ان عبارات کو عین ایمان قرار دو کیا یہ عقل و ایمان کا ماتم نہیں ہے؟ جو صرف تمہاری کتابیں بتلائی ہیں۔ آیت قرن فی بیوتکن مخالفت نہیں بلکہ اس پر عمل ہے۔ تو سیدہ عائشہ صدیقہ کا امت کی اصلاح اور حدود شرعیہ کے تحفظ کی خاطر عازم بصرہ ہونا کیونکر آیت **قرن فی بیوتکن** کے خلاف ہوا؟

جنگ جمل کی تاریخی پس منظر

اہل علم کے اچھے خاصے طبقہ نے کہا ہے کہ بصرہ میں جنگ غیر ارادہ تھی۔ یعنی دونوں جنگ نہیں چاہتے تھے۔ یہ تو اچانک چھڑ گئی اور باوجود اس کے کہ ہر ایک فریق یہ چاہتا تھا کہ اپنا دفاع کرے۔ اس گمان پر دوسرے فریق نے دھوکہ کیا ہے۔ کیونکہ معاملہ ان دونوں فریقوں کے درمیان سلجھ چکا ہے اور صلح مکمل ہو چکی تھی اور یہ کہ رضامندی کے ساتھ ہر فریق منتشر ہو جائے۔ صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کو خوف ہوا کہ اس طرح یہ قابو میں آ جائیں گے تو یہ اکٹھے ہوئے۔ مشورہ کیا اختلاف رائے ہوا۔ پھر اسباب پر بھی متفق ہو گئے کہ ہم دو حصوں میں بٹ جاتے

ہیں۔اور دونوں فوجوں کے درمیان جادو دانا انداز میں لڑائی شروع کرادیتے ہیں۔ادھر اُدھر تیر چلیں گے لہذا وہ دو حصوں میں منقسم ہو گئے ایک فریق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں اور دوسرا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی فوج میں جا گھسا۔حضرت کی فوج میں گھسنے والے فریق نے شور مچایا کہ طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ وعدہ سے پھر گئے ہیں اور دوسرے فریق نے جو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھا شور مچایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے اس طرح انہوں نے اپنا داؤ مکمل کرلیا اور لڑائی بھڑک اٹھی۔(تفسیر قرطبی سورہ حجرات صفحہ 318) تاریخ روضۃ الصفا سے۔

ترجمہ:- ان چند دنوں میں جبکہ دونوں لشکر آمنے سامنے پڑاؤ ڈالے بیٹھے تھے۔اور دونوں طرف کے امن پسند اور صلح جو حضرات نے حالات سنوارنے میں انتہائی کوششیں کیں۔جب ان کی صلح کی کوششیں بارآور ہوتی نظر آئیں اور باہمی جھگڑا اور اجنبیت ختم ہوتے دکھائی دینے لگے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں نے اس رات جس کے ختم ہونے کے بعد دن میں لڑائی شروع ہوئی۔صبح سویرے تیز رفتار عربی گھوڑوں پر سوار ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر کی طرف تباہی پھیلاتے ہوئے پہنچے۔جب لشکر کے قریب پہنچے تو تیراندازی بند کردی۔ان کی اس حرکت سے بہت ہنگامہ برپا ہوگیا۔فوج نے گمان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فوجیوں نے ان کے حکم سے ہم پر شب خون مارا ہے۔جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کو اس حالت کا علم ہوا کہنے لگے ہم جانتے ہیں۔ابوطالب کے بیٹے نے جنگ سے ہاتھ نہیں اٹھایا اور ان کا دل باہمی خونریزی سے پریشانی محسوس نہیں کرتا۔اس کے بعد اپنی تیاری میں مصروف ہوئے۔حضرت عائشہ کا ہودج جو لوہے کی پتریوں کے ساتھ مضبوطی سے جڑے ہوئے تھا اسے ایک مضبوط اونٹ پر رکھ دیا۔یہ اونٹ مائی صاحبہ کو یعلی بن امیہ بطور تحفہ دیا تھا۔مائی صاحبہ اونٹ پر بیٹھ گئیں اور فوجیوں میں سے ایک بہادر دستہ حضرت عثمان کے قاتلوں کے خلاف حرکت میں آیا۔اُن پر حملہ کرکے بہت سے آدمیوں کو جان سے مارڈالا اور کچھ زخمی ہو گئے۔انہوں نے شکست اٹھائی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج نے اُن مکار اور حیلہ بازوں کا تعاقب کیا یہ بھاگتے بھاگتے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج میں جا گھسے اور وہاں جاکر شور مچا دیا کہ دیکھو طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ شب خون مار رہے ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شور مچ

گیا۔ لوگوں نے کہا ہمیں معلوم تھا کہ عبداللہ کا بیٹا طلحہ رضی اللہ عنہ اور عوام کا بیٹا زبیر رضی اللہ عنہ غدر اور وعدہ خلافی کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی جنگ کیلئے تیار ہو گئے۔

(روضۃ الصفا مجلد دوم صفحہ 485 ذکر خلافت امیر المؤمنین)

الحاصل شیعہ کی معتبر تاریخ اور تفسیر قرطبی سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا۔ بصرہ میں دونوں گروہوں کی تقریباً صلح صفائی ہو گئی لیکن قاتلان عثمان یعنی سبائی گروہ نے جب یہ بھانپ لیا کہ اگر آج کی رات خیریت سے گزر گئی تو صبح ہماری خیر نہیں۔ لہذا انہوں نے ایک سکیم کے تحت دونوں گروہوں میں جنگ کرادی۔ جنگ جمل کے دونوں گروہوں میں سے کسی ایک کا بھی ارادہ نہ تھا بلکہ عبداللہ بن سبا کی سازش تھی۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کے ان دو گروہوں میں غلط فہمی ہو گئی۔ حالانکہ دونوں گروہ ایک دوسرے کو مسلمان مومن سمجھتے ہوئے صلح کے قریب پہنچ چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس جنگ میں یہ آیت سنائی تھی۔ وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما الخ اگر مؤمنین میں سے دو گروہ آپ میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔

(سورۃ الحجرات پارہ 26 مناقب ابن شہر آشوب فی حرب الجمل جلد سوم صفحہ 155)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ آیت مذکورہ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا یہ آیت (وان طائفتان من المومنین) جنگ جمل کے بارے میں ایک پیشگوئی تھی۔ (فروع کافی جلد ہشتم صفحہ 180 الذین خراجوا یوم الامر ہ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی جنگ جمل میں تلاوت آیت اور حضرت امام جعفر صادق کا اسے جنگ جمل کی پیشگوئی فرمانا۔ دونوں گواہیاں اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ جنگ جمل کے دونوں گروہ مومن مسلمان تھے اور غلط فہمی کی بنا پر جنگ پر اترے۔ ایک دوسرے کو عہد شکن سمجھتا تھا۔ دوسرا پہلے کو وعدہ خلاف سمجھ رہا تھا۔ لیکن وعدہ خلافی اور عہد شکنی کسی جانب سے بھی نہ تھی۔ بلکہ قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ کی چال تھی جس سے لڑائی چھڑ گئی۔ لہذا یہ جنگ عناد اور حسد و بغض نہ ہوئی۔ بلکہ خطائے اجتہادی کی وجہ سے ہوئی۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی

کرم اللہ وجہہ الکریم لم یکن ینسب احدًا من اھل حربہ الی الشرک ولا الی النفاق ولیکن یقول ھم اخواننا بغو علینا اپنے ساتھ جنگ کرنے والوں میں سے کسی کو بھی شرک وکفر کی طرف منسوب نہ کرتے تھے اور نہ ہی کسی کو ان میں سے آپ نے کبھی منافق کہا لیکن جب کبھی ان کا ذکر ہوتا تو فرماتے وہ ہمارے بھائی ہیں۔ انہوں نے ہم سے بغاوت (زیادتی) کی (قرب الاسناد لابی العباس قمی صفحہ 45)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ لڑنے والوں کا اس انداز سے ذکر کرتے تھے۔ انا لم نقاتلھم عن التکفیر ولم نقاتلھم علی التکفیر لنا ولکن راتنا انا علی حق ورأو فانھم علی حق کہ ہم نے ان سے اس وجہ سے لڑائی نہیں کی کہ وہ ہمیں کافر کہتے تھے۔ اور نہ ہی ہم اُن کو کافر قرار دے کر لڑے۔ بلکہ یوں کہ انہوں نے خود کو حق پر جانا اور ہم نے اپنے آپ کو حق پر سمجھا۔ دونوں فریق حق کی خاطر حق پر ہوتے ہوئے ٹکرا گئے۔ کفر واسلام کی جنگ نہ تھی۔ (قرب الاسناد صفحہ 45 مطبوعہ طہران)

پہلی یہ بات ثابت ہوئے کہ امیر معاویہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ حق کی خاطر لڑائی مول لی۔ وہ قطعاً اپنے آپ کو باطل پر نہ سمجھتے تھے لہذا جب کوئی شخص اپنے آپ کو حق پر جانتے ہوئے کوئی ایسا فعل یا ایسی بات کر ڈالتا ہے تو اس حق کو حاصل کرنے کی خاطر سرانجام دیتا ہے تو بہت نے خلوص کیوجہ سے وہ اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ اور اگر وہی قول و فعل حق کے مطابق نہ ہو تو پھر ایسے میں خطائے اجتہادی کہلاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باوجود اس کے وہ حق پر تھے پھر بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باطل پر لڑنے والا نہ فرمایا بلکہ انہیں اپنی رائے کے مطابق حق پر ہی گردانا۔ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطائے اجتہادی سرزد ہوئی جسے وہ خود خطاء نہ سمجھتے تھے اگر وہ خود کو خطا پر خیال کرتے تو اس سے رجوع فرما لیتے۔ اسی عقیدہ کی تائید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس مندرجہ بالا ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مقتولین جمل کا انتہائی صدمہ ہوا جو آپ کی زندگی کے آخری لمحات تک بھی نہ گیا۔

شیعہ مصنف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس افسوس کو یوں نقل کرتا ہے۔ قالت واللہ لوددت انی مت قبل ھذا الیوم بعشرین سنة وخرج من عندھا فاتی علیاً فقال لہ علی واللہ لوددت انی مت من قبل الیوم بعشرین سنةً۔

ترجمہ: قعقاع ابن عمر جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا تو دوران گفتگو آپ نے ازراہِ افسوس فرمایا۔ خدا کی قسم! میں اگر اس دن (جنگ جمل کے دن) سے بیس سال پہلے دنیا سے رخصت ہو چکی ہوتی۔ (تو بہت اچھا تھا) تا کہ میں یہ واقع نہ دیکھ پاتی۔ پھر قعقاع یہاں سے اٹھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس حاضر ہوا تو اسی موضوع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُسے فرمایا۔ کہ میں تمنا کرتا تھا کہ اس دن کے آنے سے بیس برس پہلے مجھے موت آ جاتی تو بہت اچھا ہوتا۔ شیعہ مصنف آگے لکھتا ہے کہ آپ جس مقتول کے پاس کھڑے ہوتے تو بڑے دکھ کا اظہار کرتے۔ جب آپ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی میت پر آئے تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور خلیفہ فرمایا اے ابو محمد! تمہارا ارادہ ہمارے ساتھ لڑنے کا نہ تھا۔ (یعنی قاتلان عثمان نے مکر وفریب سے ہمارے درمیان جنگ کرادی۔ ورنہ ہماری کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی۔ اسکے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بصری اور کوفی مقتولین کو جمع کروایا اپنے اور مخالف فریق دونوں کے مقتولین کی آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ وصلی علی اھل البصرة والکوفة وصلی علی قریش من ھؤلاءِ وھؤلاءِ جاننا چاہیے کہ نماز جنازہ دراصل میت کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت ہوتی ہے اگر آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مستجاب الدعوات سمجھتے ہو تو یہ بات ماننی پڑے گی کہ ان کی چھوٹی موٹی خطائیں آپ کی دعائے مغفرت کے صدقہ معاف ہو گئیں۔ وہ مومن تو تھے ہی وہ مرحوم ومغفور بھی ہو گئے۔

(کامل ابن اثیر جلد 3 صفحہ 254 ذکر مسیرہ علی الی البصرہ مطبوعہ بیروت)

کیا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خلیفہ راشد کے خلاف بغاوت کی؟ جواب قرآن پاک میں سورہ حجرات میں آیا وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احداھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓئ الی امر اللہ اگر دو گروہ مومنوں کے تو ان کے مابین صلح کروا دو۔ پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر زیادتی

کرے۔ تو اس سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو تا آنکہ وہ اللہ کے فیصلے کی طرف رجوع کرے۔ (ترجمہ مقبول شیعی) قرآن پاک کے اس مقام پر فان بغت اور تبغی کا ترجمہ خود شیعی مترجم زیادتی کرتا کر رہا ہے۔ تو معلوم ہوا اس لفظ کا اصل معنی یہی ہے اور تمام مفسرین واہل مفسرین و اہل لغت کا تسلیم شدہ یہی معنی ہے اور ہرگز ہرگز اس لفظ کا معنی کفر و شرک اور اسلام سے خارج ہونا نہیں۔ تو شیعی مفسر کی تفسیر کے مطابق اس آیت کریمہ میں باغی بھی نہیں کہا گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا جنگ جمل آیت مذکورہ تلاوت فرمانا اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا اس جنگ جمل کی پیشگوئی میں فرمانا۔ اور از روئے قرآن پاک میں بغاوت (یعنی زیادتی کرنے والوں کا مومن کہنا) تو سوچئے اگر یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف لڑ کر بھی مومن ہی رہے۔ کافر و مشرک اور منافق نہ ہوئے اور دائرہ اسلام سے ان کو اللہ تعالیٰ نے خارج نہ کیا۔ تو بتایئے شاہ صاحب بخاری وکیل راویان سبائی آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ 89 سے لے کر صفحہ 97 تک جو ہرزہ سرائی کی ہے جس کا اکثر حصہ کذب و افترا پر مبنی ہے اور سیدہ ام المؤمنین کی اہانت کے مترادف ان سب کا جواب ہو چکا جو اہل علم صاحب انصاف لوگوں کیلئے باعث اطمینان ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جنگ جمل میں سیدہ عائشہ صدیقہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کی شمولیت اجتہادی خطا کی وجہ سے تھے۔ (حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما بالاتفاق جنتی ہیں۔

گذشتہ اوراق میں آپ نے جنگ جمل کا پس منظر دیکھا۔ اس جنگ میں جہاں ایک طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے لشکر کے سردار تھے وہاں دوسری طرف حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم اپنے لشکر کے سردار تھے۔ جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ بلاشک جنتی ہیں اسی طرح حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ جو ان کے جنتی ہونے میں شک کرے وہ خود جنتی نہ ہوگا۔ (ترجمہ عبارت ابن ابی حدید)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وہ خوش قسمت اصحابی ہیں جنہیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ہی جنتی ہونے کی بشارت دے دی تھی۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب مشورہ بھی تھے۔ غزوہ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں ان کی نمایاں خدمات ہیں۔ مشرکین کی تلواروں کو حضور پر پڑنے سے روکتے ہوئے ان کے ہاتھوں کی انگلیاں اس دن بیکار ہو گئی تھیں۔ غزوہ احد کے دن ان کے

بارے میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ آج طلحہ رضی اللہ عنہ پر جنت واجب ہوگئی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، ابوعبداللہ الزبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدال عزی بن قصی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام صیغہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف تھا۔ ان کا والدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں اور حضرت زبیر بھی ان دس خوش نصیب حضرات سے ہیں جنہیں ظاہری زندگی میں جنتی ہونے کی حضور اکرم نے بشارت دے دی تھی۔ اور غزوۂ اُحد میں بھی شدت کے وقت حضور علیہ السلام کے ساتھ رہے۔ عظیم تکلیفیں برداشت کیں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہر نبی کا حواری ہوتا ہے میرا حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔

(ابن ابی حدید شرح نہج البلاغہ جلد اول صفحہ 74 فی نسب طلحہ وزبیر مطبوعہ بیروت)

بحث در مسئلہ خلافت بلافصل سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام شاہ صاحب بخاری علم وفہم سے عاری اپنی کتاب حقیت اہل ذکر کے صفحہ نمبر 98 پہلی سطر پر لکھتے ہیں۔ اس بحث میں شیعہ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ قرآن اور صحیح حدیث سے خلافت بلافصل علی المرتضیٰ ثابت کریں۔ آگے مسئلہ نصب امام کے ضمن میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اہل علم سے درخواست کہ وہ ضرور پڑھیں اور ان کے یتیم فی العلم ہونے پر مطلع ہوکر ان کی علمی قابلیت کی داد دیں یا ان کے بختوں پر آنسو بہا کر رب تعالیٰ سے ان کی لئے ہدایت کی دعا کریں۔

نوٹ:- خلافت بلافصل پر اکابر علمائے شیعہ حضرات کے دلائل میں سے سب سے ان کے نزدیک زیادہ قوی اور مرکزی دلیل یہی روایت ہے۔

من کنت مولا لھذا علی مولاہُ اللھم وال من والاہُ وعاد من عاداہ فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں۔ علی بھی اس کا مولیٰ ہے اور دعا مانگی اے اللہ! جو علی کے دوست رکھے تو بھی اُسے دوست رکھ اور جو علی کا دشمن ہے تو بھی اس کا دشمن ہو۔ جواب شیعہ حضرات کے نزدیک یعنی ان کے عقیدہ میں جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل توحید ورسالت و قیامت کی طرح اصول دین میں سے ہے۔ جس کا منکر کافر و مرتد ہے۔ لہذا ایسے اصول دین کیلئے صریح نص قران کا ہونا ضروری ہے۔ مگر شیعہ حضرات قرآن کریم کے علاوہ اہل سنت و جماعت کے ذخیرہ حدیث میں سے کوئی ایک متواتر حدیث مبارک میں دکھادے تو بندہ اس کو

پانچ ہزار روپے نقد ادا کرے گا اور شیعہ مذہب اختیار کرلوں گا۔ شان نزول سنیے تین دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کا اعلان کیجئے دو دفعہ آپ ﷺ نے جبرائیل کو واپس کر دیا اور فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام! اللہ تعالیٰ سے میرے بارے میں سوال کرو۔ کہ وہ مجھے لوگوں کے فتنہ فساد سے بچائے رکھے پھر اس انتظار مسجد خیف میں جلوہ فرما ہوئے یہاں جبرائیل حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو لوگوں سے عہد لیں۔ مگر جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ آپ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کی خلافت کا لوگوں سے عہد لیں مگر حفاظت کا کوئی پیغام نہ لائے جس کے آپ خواہشمند تھے پھر چلتے چلتے آپ کراع نعیم پر پہنچے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا مگر اس دفعہ بھی حفاظت کا پیغام نہ لائے تھے۔ فرمایا میں قوم سے ڈرتا ہوں کہ میری تکذیب کر کے میرے اعلان خلافت کو پس پشت ڈال دیں گے۔ پھر وہاں سے کوچ کیا اور غدیر خم پہنچے۔ وہاں پھر جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اس دفعہ جبرائیل علیہ السلام کے پیغام میں شدید ڈانٹ اور جھڑک تھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کی حفاظت کی ذمہ داری بھی تھی۔ عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور حکم دیتا ہے۔ **یآیھا النبی بلغ ما انزل الیک من ربکم فی علی فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ' واللہ یعصمک من الناس** کہ اے نبی میرے! جو آپ کی طرف آپ کے رب نے اتارا۔ اسے لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو یوں سمجھئے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت کو ہی نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں سے حفاظت میں رکھے گا۔ جب آپ نے اس پیغام کو سنا فرمایا اونٹوں کے کجاوے جوڑ کر منبر تیار کیا جائے پھر آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور منبر پر کھڑے ہو کر ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں آپ نے لوگوں کو ڈانٹا۔ فرمایا اے لوگو! کیا میں تمہاری جانوں سے زیادہ قریب نہیں ہوں سب نے کہا ہاں یا رسول اللہ! اس کے بعد آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کھڑے ہو جاؤ۔ جب وہ کھڑے ہوئے تو آپ نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر اتنا بلند کیا کہ آپ کے بغلوں کی سپیدی دکھائی دی۔ اس کے بعد فرمایا خبردار۔

(احتجاج طبری صفحہ 35 جلد 1 طبع جدید)

من کنت مولا فھذا علی مولا اللھم وال من والا و عادہ من عاداہ' جس کا میں مولا ہوں علی بھی اُس اُس کا مولی ہے۔ اور دعا مانگی! جو علی کو دوست رکھے تو بھی اُسے دوست رکھ اور جو علی کا دشمن ہے تو بھی اُس کا دشمن ہو۔ اِس کا جواب پڑھیئے۔

۱﴿...... مذکورہ آیت تبلیغ کا غدیرخم کے موقعہ پر بھی نزول غیر یقینی ہے اور الفاظ **بلغ ما انزل الیك من ربکم** میں حضرت علی کی ولایت پر قطعی الدلالت نہیں ہیں از روئے کتب شیعہ خود شیعہ حضرات کی معتبر تفسیر منہاج الصادقین جلد سوم صفحہ 284 اسی آیت کی تفسیر میں یہ الفاظ درج ہیں۔ منقول است کہ آنحضرت راشبہائے حراست وپاسبانی مے کردند چوں ایں آیت نازل گشت سر مبارک از قبہ کہ از عدیم دوختہ بودند بیروں کرد و فرمود، اے مردماں، گریدد کہ خدائے مانگہداشت اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضور ﷺ کی رات کے وقت صحابہ کرام نگہبانی کرتے تھے۔ تو جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئے تو آپ نے اپنا سر انور چمڑے کے بنے ہوئے خیمے سے باہر نکالا اور نگہداشت پر مامور صحابہ کو ارشاد فرمایا۔

''لوگو! اب تم چلے جاؤ کیونکہ میری حفاظت کا ذمہ دار خود اللہ تعالیٰ ہے''

۲﴿...... اس کے علاوہ اسی آیت کریمہ کے شانِ نزول میں شیعوں کے مجتہد علامہ فرت اپنی معتبر کتاب تفسیر فرات کوفی میں یوں لکھتے ہیں۔ فرات نے کہا مجھے جعفر بن احمد نے بیان کیا اور اسے محمد بن کعب قرظی نے بتایا کہ حضور علیہ السلام کی نگہداشت صحابہ کرام کرتے تھے تو جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی'' **یٰآ یھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربکم** ''اے رسول معظم! اس چیز کو لوگوں تک پہنچادو جو آپ کو آپ کے رب نے عطا فرمائی۔ اگر بفرض محال آپ نے وہ نہ پہنچائی تو یوں سمجھیئے کہ آپ نے رسالت ہی نہیں پہنچائی۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے حفاظت میں رکھے گا۔ تو آپ نے لوگوں کو حفاظت کرنے سے رخصت عطا فرمادی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی تھی۔ (تفسیر فرات الکوفی صفحہ 37)

الحاصل ان ہر دو روایتوں سے ثابت ہو گیا کہ آیت **بلغ ما انزل الیك** نہ خم غدیر کے موقعہ پر نازل ہوئی اور نہ حجۃ الوداع میں وقوف عرفات کے وقت اس کا نزول ہوا اور نہ ہی

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے اعلان کیلئے بطور ڈانٹ نازل ہوئی اور نہ ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے خطرہ کی ضمانت دیتے ہوئے۔ واللہ یعصمك من الناس کے الفاظ نازل ہوئے۔ بلکہ مذکورہ بالا روایت کے لفاظ واضح طور پر ثابت کر رہے ہیں کہ یہ آیت کریمہ خم غدیر اور حجۃ الوداع سے بہت پہلے مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کفار کے خطرہ کے پیش نظر صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمایا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے جب حفاظ کا وعدہ کر لیا تو آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حفاظت کرنے کی ذمہ داری سے رخصت عطا فرمادی۔ مقام غور وفکر شیعہ حضرات کا دعویٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل نص قرآنی اور متواترات اہل سنت سے ثابت ہے۔ مگر انہوں نے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے آیت بلغ ما انزل الیك کے شان نزول میں روایارت پیش کی ہیں۔ ان کا متواتر ہونا تو درکنار خبر واحد صحیح ہونا بھی درست نہیں بلکہ وہ موضوع اور خود ان کی من گھڑت روایت ہے۔

ملاحظہ فرمایئے شیعہ کی معتبر تفسیر ''منہج الصادقین'' زیر آیت بلغ ما انزل الیک جلد سوم پر اسی آیت کے ضمن میں یوں تفسیر کی گئی ہے۔ از پروردگارِ عالم احکام شرعیہ الخ۔ یعنی اے پیارے رسول جو احکام شرعیہ اللہ رب العزت کی طرف سے آپ کی طرف نازل فرمائے گئے۔ آپ لوگوں تک انہیں پہنچادیں۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ آیہ تبلیغ احکام شرعیہ کی تبلیغ کیلئے نازل ہوئی نہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل کیلئے خم غدیر کے مقام پر نازل ہوئی۔ اصل واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن کی مہم پر روانہ کیا واپسی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چند ساتھیوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی چند شکایات پیش کیں۔ شکایت کرنیوالوں میں ایک بریدہ نام بھی تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر یمن میں لڑائی کی۔ مجھے ان سے کچھ ایسی حرکات دیکھنا پڑیں جو زیادتی کے ضمن میں آتی تھیں میں نے اُن باتوں کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا۔ ذکر کرتے وقت مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھنے کا اتفاق ہوا تو مجھے ناراضگی کے آثار نظر آئے آپ نے فرمایا اے بریدہ! کیا میں مؤمنین کی جانوں سے بھی زیادہ قریب

نہیں ہوں۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ تو آپ نے فرمایا جس کا میں مولا اس کا علی بھی مولا۔ اے اللہ جو علی کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھ۔ قال من کنت مولا فعلی مولا۔ (البدایہ والنہایہ جلد پنجم صفحہ 308)

اللهم وال من والا وعادِ من عاداه اور اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو بعد میں مذکورہ کلام اس بات کی وضاحت کر رہا ہے کہ آپ کے اس ارشاد میں لفظ ''مولیٰ'' کا معنی دوست ہے۔ کیونکہ آپ نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کی۔ اے اللہ! دوست رکھ اس کو جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھتا ہو اور دشمنی رکھ اس سے جو علی رضی اللہ عنہ کا دشمن ہو۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں لفظ مولیٰ عداوت کے مقابلہ میں مذکور ہے۔ جب عداوت کا معنی دشمنی ٹھہرا۔ تو لامحالہ اس کی ضد دوستی ہوتی۔ لہٰذا اس حدیث پاک مفہوم صرف اسقدر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں شکایات بے بنیاد ہیں۔ شکایات کرنے والوں کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایات کرنا دراصل نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکایات کرنا ہیں۔ تو شکایات کی بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت والفت دوستی رکھنی چاہیے لیکن شیعہ لوگوں کی سمجھ ہی نرالی ہے۔ کہ ''مولیٰ'' کے معنی خلافت بلافصل گھڑتے ہیں اور اس من گھڑت معنی پر اپنے عقیدہ کی عمارت کھڑی کرتے ہیں حالانکہ لفظ مولیٰ کے کئی معنی ہیں۔ مثلاً مالک۔ صاحب۔ غلام۔ قریبی۔ پڑوسی۔ چچازاد بھائی۔ حلیف۔ بیٹا۔ چچا۔ شریک۔ مددگار۔ آقا۔ داماد وغیرہ تو ایسے کئی معنی رکھنے والے لفظ بغیر کسی قرینے اور مضبوط دلیل کے کب ایک معنی میں استعمال ہوگا اور معنی بھی وہ جو کسی لغت کی کتاب میں آیا ہی نہیں۔ عربی لغت کی شہرآفاق کتاب قاموس میں یہی معنی لکھیں ہیں۔ میں اس بات پر سخت حیران ہوں کہ شیعہ لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کو اصول دین سے گردانتے ہیں۔ جیسے توحید۔ رسالت۔ قیامت ان اصول دین کا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نام لے کر صاف صاف الفاظ میں ذکر فرمایا کیونکہ اصول دین کا منکر کافر و مرتد ہوتا ہے۔ اگر خلافت بلافصل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اصول دین سے ہے اور اس کا اعلان قرآن میں نہیں اور حدیث میں بھی ایسے لفظ سے جس کے بارہ چودہ معنے ہوں تو ایسا مبہم الفاظ میں اعلان یہ کیسا اصول دین ہے جس کا ایک مرتبہ بھی پورے قرآن میں ذکر

نہیں۔مزید حیرانی اس پر کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ نازل فرمائے۔ واللہ یعصمک من الناس جن کے ذریعے آپ کی حفاظت کا ذمہ اپنے سپرد کیا اور ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کے خطرہ کا خوف بھی نہ رہا تو پھر ایسے گول مول لفظ خلافت بلافصل کیلئے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔صاف صاف کہہ دیا ہوتا۔اے رسول علی آپ کے خلیفہ بلافصل ہیں۔ان کی خلافت کا اعلان ان الفاظ میں کردو۔قل یا معشر المومنین انا الرسول اللہ وعلی خلیفتی من م بعدی بلا فصل لفظ مولیٰ ارشاد فرمایا جو کئی معنی رکھتا ہے۔

۴......اگر بفرض محال مولیٰ کا معنی وہی لیا جائے جو شیعہ لیتے ہیں یعنی خلافت بلافصل توان سے پوچھا جا سکتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں لفظ مولیٰ کا یہی معنی کرو گے جو سورہ تحریم میں آیا۔فان اللہ ھو مولا و جبرائیل و صالح المومنین تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اور جبرائیل اور تمام صالح مومن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ بلافصل ہیں۔(العیاذ باللہ)

شیعہ حضرات کی دلیل دوم:۔ہم کہتے ہیں کہ لفظ مولیٰ جو اس حدیث میں وارد ہوا۔اس کا معنی سردار ہے۔تو اس معنی کے اعتبار سے مراد یہ ہوگی کہ جس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سردار ہیں۔اس کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی سردار ہیں۔

جواب دلیل دوم:۔اگر مولیٰ کا معنی جو آپ نے بیان کیا ہے اس مقام پر درست مان لیا جائے۔لازم آئے گا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سوائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باقی تمام مخلوقات سے افضل ہوں۔اور آپ کے علاوہ تمام پیغمبروں اور رسولان عظام سے افضل ہوں حالانکہ یہ سراسر باطل ہے۔

مذکورہ دلیل کا دوسرا جواب

شیعہ حضرات امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔من قال باننا انبیآء فعلیہ لعنت اللہ ومن شک فی ذالک فعلیہ لعنۃ اللہ (رجال کشی صفحہ 255)
جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اہلبیت نبی ہیں اس پر اللہ کی لعنت اور جو اس میں شک لائے اس پر اللہ کی لعنت اور جو اس میں شک لائے اس پر اللہ کی لعنت۔تمام انبیاء اور رسولان عظام سے

افضل ہونے کا احتمال تو جبھی ثابت ہو جب آپ خود صف نبوت و رسالت سے موصوف ہوں۔ اس ضمن میں ایک روایت رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ یا علی! جو ثواب تم کو میرے ساتھ چلنے سے ملتا ہے اتنا ہی مدینہ رہنے سے ملے گا۔ اور اللہ نے تمہیں تنہا ایک اُمت قرار دیا ہے۔ ضمیمہ مقبول شیعی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا اے علی! تو تنہا ایک اُمت ہے۔ (دلیل دو کا تیسرا جواب)

آج تک شیعہ حضرات اس بات پر نوحہ کناں اور سینہ کوبی کر رہے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بوقت وصال صحابہ کرام سے قلم دوات طلب فرمائی تا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کیلئے خلافت بلافصل کی تحریر فرما دیں۔ مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حسبنا کتاب اللہ کہہ کر آپ ﷺ کو یہ وصیت لکھنے سے روک دیا۔ اگر اس وقت مذکورہ وصیت قلمبند ہو جاتی تو آپ کے انتقال کے بعد حضرت علی کے "خلیفہ بلافصل" ہونے کا کوئی بھی منکر نہ ہوتا۔ میں اُن سے پوچھتا ہوں کہ اگر تمہارے دعویٰ اور عقیدہ کے مطابق مقام خم غدیر پر ہزاروں صحابہ کرام نے حضرت علی کے ہاتھوں پر ان کے خلیفہ بلافصل ہونے پر بحکم رسول اللہ علیہ السلام بیعت کر لی تھی، اس بیعت عامہ کے بعد اس معاملہ میں وصیت تحریر کرنا کیوں ضروری ہو گیا تھا۔ اگر آپ اس آخری وقت میں واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلافصل ہونے کی وصیت فرمانا ہی چاہتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حسبنا کتاب اللہ کہنے پر کیوں رک گئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا۔ فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ' اے نبی محترم! اگر تم نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا اعلان و وصیت) ایسا نہ کیا تو گویا تم نے اللہ کی رسالت ہی نہیں پہنچائی۔ پھر خداوند کریم نے یہ بھی سورہ احزاب پارہ 22 میں فرمایا ہے۔ الذین یبلغون رسالت اللہ ویخشونہ' ولا یخشون احدا الا اللہ جو لوگ خدا کے پیغاموں کو لوگوں تک جوں کا توں پہنچاتے تھے اور اس سے ہی ڈرتے تھے اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ پھر تم کیوں ڈرتے ہو۔ (ترجمہ فرمان علی شیعی پارہ 22) اس آیت شریفہ نے بتلا دیا ہے کہ پاک ہستیوں پر تبلیغ کا مدار ہے وہ اللہ رب العزت کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ نہ جانے ان لوگوں کے دماغ کیوں ماؤف ہو گئے۔ اس حدیث قرطاس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل کو ثابت کرنے کے

ضمن میں یہ خیال نہیں آتا کہ محبوب رب دو جہاں ﷺ کی ذات اقدس پر کس قدر کوتاہی اور لاپرواہی کا الزام لگا رہے ہیں۔ معمولی سی غور و فکر رکھنے والا انسان اس قسم کے واقعات اور اشتہارات کو پڑھ کر صرف یہی کہے گا کہ یہ شیعہ لوگوں کی خرافات ہیں اور من گھڑت اور لچر تاویلات ہیں جن کا دار و مدار ان کی نفسانی خواہشات پر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے سے اللہ تعالیٰ کا انکار

جواب سوم ﴿......فرات بن ابراہیم الکوفی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

فداك فما تاويل قوله ليس لك من لامر شئى قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حرص ان يكون الامره مير المؤمنين (ع) من بعده فابى الله

اے امام میرے ماں باپ قربان اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کیا مطلب و مفہوم ہے۔ **لیس لك من الامر شئ** اور اس کی کیا تاویل ہوگی۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ اس امر کے شدید متمنی تھے کہ اللہ تعالیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کیلئے ''خلافت بلا فصل'' کا حکم عطا فرمائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس خواہش کو پورا کرنے سے انکار کر دیا۔

(تفسیر فرات الکوفی مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف صفحہ 19)

شیعہ حضرات امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل نہ ہونے پر قرآن مجید کی آیت کی تاویل بیان فرمائی۔ امام باقر رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جن کو علم و عمل حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بطور میراث علمی ملا ہے تو گویا یہ تاویل خود علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل بیت کو سمجھائی۔ اب اس کے بعد بھی شیعہ حضرات یہی راگ الاپتے ہیں کہ خم غدیر کے موقعہ پر حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد خلافت بلا فصل کا اعلان برائے علی کرم اللہ وجہہ فرما دیا۔ مگر آپ ﷺ کے حکم کی بھی تین صحابہ کے علاوہ تمام نے مخالفت کی جس کی وجہ سے وہ مرتد ہو گئے (معاذ اللہ) تو پھر میں شیعہ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ حضرت امام محمد باقر کے بارے میں تمہارا کیا حال ہے؟ کیا وہ بھی لیس لک من الامر شی کی غلط تاویل کرتے ہوئے مذکورہ جرم کے مرتکب ہوئے یا نہیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلافصل ہونے سے نبی پاک ﷺ کا انکار

جواب ۴ ...... شیخ مفید اپنی معتبر کتاب حدیث قرطاس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
(قلم دوات لانے کے متعلق جب صحابہ کرام میں اختلاف ہو گیا تو نبی پاک ﷺ نے سب کو اُٹھ جانے کا حکم دیا) جب سب اُٹھ کر چلے گئے وہاں باقی ماندہ اشخاص میں حضرت عباس، فضل بن عباس، علی بن ابی طالب اور صرف اہل بیت تھے تو حضرت عباس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اگر امر خلافت ہم بنی ہاشم میں ہی مستقل طور پر رہے گا تو پھر اس کی بشارت دیجئے اور اگر آپ کے علم میں یہ ہے کہ ہم مغلوب ہو جائیں گے تو ہمارے حق میں فیصلہ فرما دیجئے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے بعد تمہیں بے بس کر دیا جائے گا۔ بس اس قدر الفاظ فرما کر سکوت فرما لیا اور حالت یہ تھی کہ جناب عباس، فضل بن عباس، علی بن ابی طالب اور دیگر موجود ھم یبکون قد یئسوا من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل بیت رو رہے تھے اور روتے روتے آپ سے نا اُمید ہو کر اٹھ گئے۔ (الارشاد للشیخ المفید باب فی طلب رسول بدوات و کتف صفحہ 99) اس مذکورہ حدیث سے بالکل وضاحت ہوگئی کہ حضور علیہ السلام نے زندگی کے آخری وقت تک کسی کو خلافت کیلئے نامزد نہیں فرمایا۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا فیصلہ خم غدیر کے مقام پر ہو چکا تھا اور وہ بھی ہزاروں لوگوں کے سامنے تو قلم دوات لانے میں اختلاف کے موقع پر حضرت عباس کی گذارش مذکورہ الفاظ کی بجائے یوں ہونا چاہیئے تھی۔ یا رسول اللہ ﷺ! اگر خلافت علی جیسا کہ آپ خم غدیر پر فیصلہ فرما چکے ہیں۔ قائم و دائم رہے گی تو ہمیں خوشخبری سنا دیجئے۔ اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اہل بیت حضرت عباس خود حضرت علی المرتضیٰ اسبات کے خواہش مند تھے کہ آخری ایام میں ہی شاید حضور اکرم ہمارے حق میں خلافت بلافصل کا اعلان فرما دیں تو موقع پر جب آپ کی زبان مبارک سے یہ نکلا کہ تمہیں کمزور بے بس کر دیا جائے گا۔ تو ان الفاظ کے سنتے ہی یہ سب حضرات جان گئے کہ خلافت بلافصل ہمیں نہیں ملے گا اس نامرادی کیوجہ سے سب رو دیئے اور اُٹھ گئے۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اس حدیث قرطاس نے ثابت تو کیا کرنا تھا۔ یہ واضح کر دیا کہ خم غدیر کا واقعہ رافضیوں کا من گھڑت اور بے سروپا واقعہ ہے۔

جواب پنجم ﴾...... واذا سری النبیُ الی بعض ازواجہ حدیثا (سورۃ التحریم پارہ 28) جب کریم ﷺ نے اپنی کسی بیوی سے ایک راز کی بات کی)

اس کی تفسیر میں تفسیر صافی اور تفسیر قمی نے اس کا شان نزول یوں لکھا ہے۔ نبی پاک ﷺ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن اُن کے گھر تشریف فرما تھے۔ اس وقت وہاں ماریہ قبطیہ بھی موجود تھیں۔ اتفاقاً سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کسی کام کیلئے کہیں باہر گئیں ہوئی تھیں۔ تو آپ ﷺ نے ماریہ قبطیہ سے صحبت فرمائی تو جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کا علم ہوا تو وہ ناراضگی مناتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے میرے گھر میں اور پھر میری باری کے وقت ماریہ قبطیہ سے صحبت کیوں فرمائی؟ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا اے حفصہ رضی اللہ عنہا (راضی کرنے کیلئے) ایک تو میں نے ماریہ قبطیہ کو اپنے نفس پر حرام کیا اور آئندہ اس سے کبھی صحبت نہیں کروں گا اور دوسرا میں تجھے ایک راز کی بات کہتا ہوں اگر تو نے اس راز کی بات کو ظاہر کیا تو تیرے لئے اچھا نہ ہوگا۔ تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا ٹھیک ہے لہذا آپ فرمائیں وہ راز کی بات کیا ہے؟ فقال ان ابا بکر یلی الخلافۃ بعد ثم بعدہ' ابوك فقالت من انباك ھذا قال نبأنی العلیم الخبیر

ترجمہ ﴾...... آپ نے فرمایا میرے بعد بے شک ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے پھر ان کے بعد تیرے والد بزرگوار اس منصب پر فائز ہوں گے۔ اس پر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ حضور! یہ خبر آپ کو کس نے دی؟ آپ نے فرمایا مجھے اللہ علیم وخبیر نے خبر دی ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ 716 تفسیر قمی صفحہ 687 زیر آیت سورۃ تحریم

خلاصہ کلام ﴾...... اس حدیث کے الفاظ اتنے واضح اور صاف غیر مبہم ہیں کہ جس کے پڑھنے کے بعد یہ بات یقینی بن جاتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ''خلافت بلا فصل'' کا قصہ سراسر باطل اور من گھڑت ہے۔ کیونکہ خم غدیر کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ''خلافت بلا فصل'' کا اعلان کر دیا ہوتا تو اس اعلان کے بعد آپ اپنی زوجہ ''حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا'' کو یہ کیسے فرما سکتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ میرے بعد خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہوگی اور اُن کے بعد تمہارے والد عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس منصب کو

سنبھالیں گے ۔ تو مقام غور وفکر ہے۔ دونوں روایتیں تو سچی ہو نہیں سکتیں بلکہ ایک سچی اور دوسری جھوٹی ہوگی۔ اب اگر شیعہ لوگوں کا استدلال حدیث خم غدیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلاف بلا فصل کا اعلان تھی کو مان لیا جائے تو پھر اس حدیث کی رو سے جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بطور خوشخبری خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ علیم وخبیر سے خبر پا کر دی تو پھر وہ جھوٹی ہوئی۔ اس پر اللہ رب العزت پر جھوٹ کا الزام آئے گا۔ جو اس کی ذات پر بہتان عظیم ہے۔ نہیں نہیں واقعہ نے ثابت کر دیا کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بالکل سچی ہے جس میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خبر دی اور خم غدیر میں اعلان خلافت بلا فصل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا باطل ہونا ظاہر

جواب ششم ﴾...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل ثابت کرنے کے دھن میں توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ لئن اشرکت لیحبن عملک ولتکونن من الخسرین اگر بفرض محال آپ نے شرک کیا تو یقیناً آپ کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اور آپ لازماً خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (پارہ 24 سورہ زمر)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تفسیر قمی اور تفسیر صافی یوں گویا ہیں۔ ترجمہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت (لئن اشرکت الخ) کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا اس کی تفسیر یہ ہے کہ آپ نے اگر اپنی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ساتھ کسی اور کو اس امر میں شریک کار کیا۔

امرت بولایۃ احد مع ولآیۃ علی علیہ السلام من بعدک لیحبطن عملک ولتکونن من الخسرین تو اس جرم کی پاداش میں آپ کے تمام حسنہ ضائع ہو جائیں گے۔ اور نتیجتاً آپ خسارہ اٹھانے والوں میں ہو جائیں گے۔ (تفسیر قمی صفحہ 580 طبع قدیم سورۃ زمر تفسیر صافی 472 جلد 2 طبع جدید صفحہ 472 زیر آیت لئن اشرکت لیحبطن عملک) اس آیت کی مذکورہ تاویل کی بنا پر شیعہ لوگوں نے اپنا گھر تو آباد کر لیا وہ یہ کہ نبی پاک

علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان بمقام خم غدیر کرنے کا حکم دیا کہ تمہارے بعد خلافت بلافصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہوگی اور اس میں کسی کو ساجھی نہ کرنا ہوگا۔ ورنہ آپ کے تمام اعمال (معاذ اللہ) ضبط کر لئے جائیں گے اور خسارہ پانے والوں میں ہو جاؤ گے۔ لیکن اس تاویل جاہلانہ اور استدلال باطلانہ سے جو توہین حضور (فداہ ابی وامی) صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلو نکلتا ہے۔ اس طرح بصارت وبصیرت کے اندھوں نے دیکھا کہ آپ کی نبوت تو کجا؟ اعمال حسنہ بھی ضبط ہو چکے ہیں۔ برایں عقل ودانش باید گریست ہم جواب پنجم میں ذکر بحوالہ تفسیر صافی وتفسیر قمی کر آئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کے ایک راز کی اطلاع دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میرے "خلافت بلافصل" ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے اور پھر دوسرے خلیفہ تمہارے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ اس روایت کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ امر خلافت میں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم دونوں حضرات کو شریک فرمایا اور یہی وہ شرکت تھی کہ جس سے اللہ رب العزت نے آپ کو منع فرمایا۔ تو جب منع کے باوجود آپ نہ رکے تو اس پر جو وعید تھی وہ لازماً اثر انداز ہوگئی تو معلوم ہوا آپ نے خلافت علی رضی اللہ عنہ اور دونوں حضرات کو شریک فرما کر اپنے اعمال حسنہ بھی ضائع کر دیئے اور اپنا شماران لوگوں میں کر لیا جس سراسر نقصان اٹھانے والے ہیں۔ شیعہ لوگوں نے تو اپنا مقصد اور مدعا ثابت کرنا ہے خواہ اس کے لئے من گھڑت روایات غلط استدلال اور لچر تاویلات ہی کیوں نہ کرنا پڑیں۔

سبحانک ھذا بھتان عظیم علی النبی الکریم والعیاذ باللہ من الرافضین

جواب ہفتم ﴿...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

حدیث پاک میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی لاتجمع اُمتی علی الضلالۃ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ اس روایت کی تصدیق شیعہ حضرات کے امام المحدثین ملا باقر مجلسی کی کتاب میں پڑھیے۔ سیزدہم آں است کہ خدا ایشاں راز گرسنگی نمے کشد وایشاں را بر گمراہی جمع نہ کند ومسلط نمے گرداند بر ایشاں دشمن غیر از ایشاں وہمہ را بعذاب معذب نمے گرداند وطاعون را شہادت ایشاں گردانیدہ است

ترجمہ ...... حضور علیہ السلام کی امت کی تیرھویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھوکوں نہیں مارے گا اور انہیں گمراہی پر جمع نہیں ہونے دے گا اور ان پر ان کے علاوہ کسی دشمن کو مسلط نہیں کرے گا اور پچھلی امتوں جیسے عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا اور طاعون سے واقع موت کو شہادت گردانے گا۔ یہ وہ حدیث ہے جس پر سنی وشیعہ بھی متفق ہیں۔ (حیات القلوب جلد دوم صفحہ 259 باب نہم)

اس حدیث میں منجملہ دیگر خصوصیات کے امت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اُمت گمراہی اکٹھی نہیں ہوگی تو آیئے اس حدیث کی روشنی میں مسئلہ خلافت کو سمجھیں۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ خلافت بلافصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منصوص تھی اور خم غدیر کے مقام پر تمام صحابہ نے اس کو مان لیا۔ لیکن حضور علیہ السلام کے انتقال کے فوراً بعد تین افراد کے سوا سبھی اپنے اقرار اور بیعت سے پھر گئے اور بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کرلی اور اس طرح وہ الضلالۃ پر اکٹھے ہوگئے جس کی بنا پر مرتد ٹھہرے (معاذ اللہ) اور یہ ہمارا ہی کہنا بلکہ ان کے مشہور شیعہ مصنف محمد بن عمر اپنی تصنیف ''رجال کشی'' میں یوں تحریر کرتا ہے۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم کے وصال شریف کے بعد تین افراد کے سواحل الردۃ بعد النبی الا ثلثۃ فقلت ومن الثلاثۃ فقال المقداد ابن الاسود وابوذر الغفاری و ... ن الفارسی تمام مسلمان مرتد ہو گئے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا وہ تین کون تھے؟ فرمایا مقداد بن اسود۔ ابوذر غفاری۔ ...ن فارسی۔ رجال کشی کے مصنف کی تحریر کے مطابق معلوم ہوا کہ سوا تین افراد کے بعد از وصال نبی محترم ساری اُمت مرتد ہوگئی۔ یعنی الضلالۃ پر متفق ہوگئی۔ حالانکہ گزشتہ حدیث جو حیات القلوب شیعہ کتاب سے ذکر کی گئی وہ اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کے نزدیک صحیح حدیث ہے۔ جس سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کسی دور میں بھی گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ حضور علیہ السلام تو گمراہی پر متفق نہ ہونے کی خصوصیت فرمائیں لیکن غضب خدا کا یہ کہ رجال کشی والا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد سب کو متفق علی الضلالۃ گردانے جب اس کفریہ عبارت کا مطلب ومعنی شیعہ لوگوں سے دریافت کیا گیا تو کہنے لگے تمام صحابہ کا مرتد ہونا علاوہ

تین افراد کے کہ انہوں نے سرور عالمیاں کے وصال کے بعد حدیث خم غدیر کی مخالفت کی تھی۔ جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ بلافصل ہونے کا اعلان تھا۔ کوئی ان سے پوچھے کہ اہل بیت اور خاندان بنو ہاشم کے مسلمان افراد کے بارے کیا کہو گے۔ کسی نے کیا خوب کہا کہ بے حیاباش ہرچہ خواہی کن ثابت ہوا حدیث خم غدیر سے مولا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت کرنا جھوٹ کا پلندا اور باطل کی پٹاری ہے۔ جس سے ساری امت کی گمراہی ہی نکلتی ہے اور مسلم بین الفریقین حدیث پاک کے خلاف ہے۔ صفحہ 12 رجال کشی در ذکر سلمان فارسی شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 114 نویں سطر پر واقعہ ہجرت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی رسول کے فرمان کہ صبح کو مشرکین کی امانتیں جو میرے پاس ہیں انہیں واپس کرنا اور تین دن کے بعد میرے اہل وعیال کو لے کر مدینہ آ جانا۔ اس پر حضرت کو کامل یقین تھا کہ میں نے امانتیں بھی واپس کرنی ہیں اور مدینہ میں بھی جانا ہے۔ رات گذارنے کیلئے خطرناک جگہ پر بے فکر ہو کر سو گئے۔۔۔ حضور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غار میں چلے گئے۔ کفار تلاش کرتے ہوئے جب غار تک پہنچ گئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خطرہ محسوس کر کے حزن کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت آ گئی اور انہیں حزن سے منع کیا گیا (لاتحزن اللہ معنا) مت حزن کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ خدا نے مکڑی کے جالا سے حفاظت فرما دی اور انہیں یہ توفیق بھی نہ دی کہ جھک کر دیکھ لیتے۔ ان میں سے ایک نے غار کی طرف پشت کر کے پیشاب کیا اسے یہ بھی توفیق نہ ہوئی کہ بیٹھے ہوئے پچھلی طرف دیکھ لیتا۔ یہ خدا بندوبست تھا۔ جس کا ذکر سے اللہ الفاظ قرآن میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان سے منع فرمائیں وہ ثواب نہیں ہوتا۔ یہ فرق ہے جانشین رسالت میں کہ خطرناک جگہ پر رسول اللہ نے فرمایا سو جاؤ بے فکر ہو کر سو گئے اور جہاں پر حفاظت کیلئے خدا کے حکم سے گئے وہاں ساتھ والے حزن کریں یہ اشارہ سیدنا ابوبکر صدیق کی طرف کہ وہ غار میں داویلا، آہ وفغاں کرنے لگے تو اللہ نے فرمایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لاتحزن ان اللہ معنا)

جواب﴿......اگرچہ ہم کو ایسی بیہودہ تحریروں کے جواب میں لکھنا وقت کا ضائع کرنا ہے مگر تنبیہاً للسفہاء کچھ لکھتے ہیں۔

اعتراض شعیہ ﴿......حزن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اطاعت تھا۔ یا معصیت اگر اطاعت تھا تو منع کیوں کیا اگر معصیت تھا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گنہگار ہونا خدا کی کتاب سے ثابت ہوا۔ جواب الزامی یہ ہے کہ اللہ پاک نے جو خطاب حضرت موسیٰ سے کیا ہے کہ لا تخف انک انت الاعلی اور حضرت لوط سے فرمایا لا تحزن انا منجوا اهلك او رپیغمبر خدا سے فرمایا لا یحزنك قولهم اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کو خوف تھا اور پیغمبر خدا کو کفار کی باتوں سے رنج ہوتا تھا۔ خدا نے ان کے اطمینان اور تسلی کیلئے ولاتخف اور لاتحزن فرمایا پس ہم شیعہ حضرات سے پوچھتے کہ ان پیغمبروں کا خوف وحزن اطاعت تھا یا معصیت۔ اگر اطاعت تھا تو خدا کا طاعت سے منع کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اگر معصیت تھا تو انبیاء معصومین کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جواب اس کا جو شیعہ دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے سمجھیں۔ اگر حالات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جان پیش کر دی۔ درست ہے مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جان پیش کر دی، مال پیش کر دیا اور سارا کنبہ پیش کر دیا۔ اس کا جواب شیعہ حضرات کے علامہ باذل اپنی مایہ ناز کتاب حملہ حیدری میں یوں تحریر کیا ہے۔

۱۔ چوں رفتند چندے زداماں دشت ☆ قدوم فدک سائی مجروح گشت
۲۔ ابو بکر آنگاہ بدوشش گرفت ☆ وے زیں حدیث است جائے شگفت
۳۔ کہ در کس چناں قوت آمد پدید ☆ کہ باز نبوت تواند کشید
۴۔ بغار اندروں تا سہ روز و سہ شب ☆ بسر بہ دآں شاہ بفرمان رب
۵۔ شدے پور بوبکر ہنگام شام ☆ بہ بردے درآں غار آب و طعام
۶۔ نمودے ہم از حال اصحاب شر ☆ حبیب خدائے جہاں را خبر

پہلے اور دوسرے شعر کا ترجمہ:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں زخمی ہو گئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور کو کندھوں پر اٹھا لیا۔ تیسرے شعر کا مطلب ہے۔ ابو بکر کو ایسی قوت کہاں سے ظہور میں آئی کہ آپ نے نبوت کا بوجھ اٹھا لیا۔ چوتھے شعر کا مطلب ہے کہ تین شب و روز غار میں بس دونوں ہی رہے۔ پانچویں شعر کا مطلب ہے کہ صدیق اکبر کا بیٹا شام کو کھانا لاتا۔ چھٹے شعر

کا مطلب ہے کہ اور دن بھر کی خبریں بتاتا رہا۔

شاہ صاحب بخاری علم وفہم سے عاری اپنی کتاب کے صفحہ 120 پر تحریر کرتے ہیں اہل سنت کی بنیاد 120 ہجری کوفہ میں رکھی گئی جو ایک مجوسی کے پوتے نے رکھی تھی اس کا نام زوطی تھا جو مسلمان ہو گئے تھے۔ اس عقیدہ کو ترتیب دینے میں خاندان رسول سے کیا عرب قوم سے بھی نہ ملا۔ جاہلیت سے کس حقارت آمیز کلمات میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ذکر کیا۔ یہ بھی خیال کیا کہ سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے صرف پاکستان ہی میں کروڑوں کی تعداد میں مقلد ہیں۔ اس کے علاوہ جماعت اہل حدیث بھی ان کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ان کے علم وفضل اور زہد و ورع کے معترف ہیں۔ حدیث پاک جو کہ آپ کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی تحریر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔

یا ابا جهل انما دفع عنك العذاب لعلمه' بانه' سيخرج من صلبك ذرية طيبة اے ابو جہل اللہ تعالیٰ نے تجھ سے عذاب عامہ اس لئے اٹھایا ہوا ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ تیرے صلب سے ایک ذریۃ طیبہ پیدا ہو گی۔ (احتجاج طبرسی صفحہ 18) یہاں ذریۃ طیبہ کے الفاظ پوری صراحت سے موجود ہیں پس جب ابو جہل جیسے ازمی بد بخت کی اولاد میں سے بھی حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ پیدا ہو سکتے ہیں اور اس کی صلب سے بھی طاہر وطیب ذریۃ نکل سکتی ہے۔ تو اباؤ اجداد کا کفران کی مومن اولاد میں کس قسم کی کمزوری یا نقص کا سبب کیسے بن سکتا ہے۔ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ من احسن فی الاسلام لم یؤخذ بما عمل فی الجاھلیۃ جو اسلام قبول کر کے اچھے اعمال کرے تو اُسے اعمال جاہلیت پر کسی قسم کا مواخذہ نہ ہو گا۔ اور یہ بھی مسئلہ صاف ہو گیا کہ بعض صحابہ کی تنقیص محض اس لئے کرنا کہ وہ پہلے خود کو کفر میں تھے یا ان کے اباؤ اجداد کفر وشرک سے آلودہ تھے۔ یہ اسلام کی روشن تعلیمات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایات سے بے خبری پر مبنی ہے۔ دوسرے تمہارے شیعہ ہونے پر افسوس کیا آپ کو پتہ نہیں کہ بنت یزد جرد جب حضرت عمر کے پاس آئیں تو امیر المؤمنین نے اس کو پوچھا تمہارا نام کیا ہے اس نے کہا جہاں شاہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ شہر بانو۔ پھر امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے

ابوعبداللہ! تمہارا ایک بیٹا اس کے بطن پیدا ہوگا۔ جو اہل زمین میں سب سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ علی بن الحسین پیدا ہوئے۔ (اصول کافی مترجم جلد اول صفحہ 579 مطبوعہ کراچی۔)

وہ ایسے لڑکے ہیں جن کا تعلق کسریٰ اور ہاشم دونوں سے ہے۔ تو بتاؤ بخاری شاہ صاحب محترمہ مکرمہ سیدہ شہر بانو کا تعلق مجوسی خاندان سے نہیں تھا۔ دوسرے سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا تعلق آتش پرست خاندان سے نہیں تھا۔ (سلمان منا اہل البیت) امید ہے کہ ہمارے تینوں حوالے جو اس ضمن میں پیش کیے گئے پڑھ کر آنکھیں بند اور منہ کھلا رہ جائے گا۔ افسوس شیعہ لوگوں پر ہمارے بزرگوں کو چھوڑیئے یہ جملہ افراد اہل بیت جو کہ فریقین کے نزدیک واجب صد احترام ہیں۔ ان کی توہین کرنے میں ان کے اکابر علما کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ (العیاذ باللہ)

جلا العیون صفحہ 268 میں ہے حضرت امام حسن پاک رضی اللہ عنہ سے شیعہ اس لئے ناراض ہیں کہ آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے مسلمانوں کو کشت وخون سے بچالیا۔ امام حسن پاک رضی اللہ عنہ اپنے شیعہ کے جور وستم کی جسقدر شکایت کرتے ہیں ذیل کی روایات سے ظاہر ہے۔ جب اُن منافقین نے یہ کلام حضرت سے سنا۔ ایک نے دوسرے پر نظر کی اور کہا اس کلام امام حسن رضی اللہ عنہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح منظور ہے اور چاہتے ہیں کہ منصب خلافت معاویہ کو دلائیں۔ پس سب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا (معاذ اللہ) یہ شخص مثل پدر کافر ہوگیا ہے۔ یہ کہہ کر بلوا۔ کر دیا اور اسباب امام حسن پاک لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جائے نماز حضرت کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی اور ردآء دوش مبارک سے کھینچ لی۔ جلا العیون صفحہ 276 حضرت امام حسن پاک نے فرمایا۔ بخدا سوگند اس جماعت میرے لئے معاویہ بہتر ہے۔ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں اور میرا ارادہ قتل کیا۔ اور میرا مال لوٹ لیا۔ بخدا معاویہ رضی اللہ عنہ سے میں عہد لوں اور اپنا خون حفظ کروں اور اپنے اہل وعیال میں با امن ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے کہ لوگ مجھے قتل کر دیں اور میرے اہل وعیال عزیز واقارب ضائع ہو جائیں۔ بخدا سوگند اگر میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کروں یہی لوگ مجھے پکڑ کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں۔ اسی کتاب کے صفحہ 277 میں ہے شیخ کشی نے بسند معتبر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسن پاک اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے تھے۔ ناگاہ ایک سوار آیا۔ اُسے سفیان بن لیلیٰ کہتے تھے۔ اُس نے کہا السلام علیک یا مذل المؤمنین اے ذلیل کنندہ مومناں۔ خلاصۂ کلام ان روایات سے ثابت ہوا کہ شیعان علی رضی اللہ عنہ نے امام حسن پاک رضی اللہ عنہ سے کیا سلوک کیا! صرف اس جرم پر کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرتا ہے۔ اُن کے والد گرام حضرت جناب علی کرم اللہ وجہہ کو معاذ اللہ کافر کہا۔ بلوہ کر کے اُن کا مال لوٹ لیا۔ آپ کے پاؤں کے نیچے سے مصلی کھینچ لیا اور دوش مبارک سے چادر اُتار لی۔ پھر مخلص شیعہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ذلیل کنندہ مومناں کا خطاب دیا۔ یہ تو ان شیعوں کی کرتوت تھی جنہوں نے آپ کا جمالِ کمال اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر حال کے شیعہ کا کیا کہنا۔ (متاثرین شیعہ)

رسالت کے متعلق شیعی عقائد

مبنی براہانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک سورۃ البقرۃ میں ارشاد خداوندی ہے۔ ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فما فوقھا بے شک اللہ تعالیٰ کسی حقیر چیز کی مثال بیان فرمانے سے نہیں رُکتا۔ مچھر ہو یا اُس سے اوپر مچھر اور بڑے جانور سے کون کون مراد ہیں۔ اسے شیعہ مذہب کے ثقہ مفسر علی بن ابراہیم قمی سے سنیئے۔

فالبعوضۃ امیر المؤمنین وما فوقھا رسول اللہ مچھر سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بڑے سے مراد۔۔۔۔۔ ہیں۔ (استغفر اللہ) اور سنیئے۔ شیخ طوسی اور نعمانی آٹھویں امام حضرت رضا سے روایت کرتے ہیں کہ امام مہدی کے ظہور کی علامت یہ ہوگی کہ وہ بروئے آفتاب برہنہ بدن ظاہر ہوں گے اور منادی اعلان کرے گا کہ دوبارہ امیر المؤمنین آ گئے ہیں۔ اور اس ننگے بدن والے مہدی کا سب سے پہلے مرید کون ہوگا؟ اسے ملا باقر مجلسی سے سنیئے۔

اول کسے کہ بہ او بیعت کند محمد باشد سب سے پہلے اس ننگے بدن والے مہدی کی جو بیعت کریں گے۔ وہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں گے۔ (استغفر اللہ ثم معاذ اللہ)

متعہ کیا ہے:۔ حق الیقین جلد دوم صفحہ 347 (شیعہ مذہب می ایک عورت کو مقررہ وقت کیلئے اُجرت کے عوض جماع کی خاطر ٹھیکہ پر لینے کا نام ہے) تحفہ العوام کامل مصدقہ سید ابوالحسن

الموسوی ھذہ مستاجرۃ وھی بمنزلۃ الاماءِ جس عورت سے متعہ کرتا ہے بلکہ کرایہ کی عورت اور لونڈیوں کی جا بجا ہے۔ یعنی ٹھیکہ کی شئے ہے۔ (فروع کافی جلد دوم صفحہ 43)

شیعہ مذہب میں مُتعہ کا مشہور طریقہ

عورت کہے مرد سے کہ متعہ میں دیا میں نے ذات اپنی کو اس قدر مہر اور اتنی مدت پر فوراً مرد کہے قبول کیا میں نے متعہ کو واسطے اپنی ذات کے اس قدر مہر اور اتنی مدت پر۔ یعنی کسی عورت کو کہیے کہ میں پانچ سو روپے کے عوض تجھے ایک رات یا آدھی رات یا ایک گھنٹہ کیلئے چاہتا ہوں۔ جب عورت مان جائے تو متعہ دُرست ہو گیا۔ (کتاب شیعہ صفحہ 365)

تحفۃ العوام کامل نو ترمیم مصدقہ موافق فتاوٰی سرکار حجۃ الاسلام آیۃ اللہ فی الانام اعلم العلماء العالمین

وقت متعین کرنا: ۔ متعہ میں ضروری ہے کہ وقت متعین ہو وقت مقرر نہ کیا جائے تو متعہ باطل (تحفۃ العوام)

زنا: ۔ زانی بھی اپنی محبوبہ سے وقت کی تعین کا محتاج ہو کر اپنی ہوس پوری کرتا ہے صرف اس لئے کہ وہ زانی ہے اور متعہ کرنے والا شیعہ نام کا فرق ہے۔ متعہ میں گواہوں کی بھی ضرورت نہیں۔ ولیس فی المتعۃ اشھاد ولا اعلان (ترجمہ: متعہ میں گواہوں کی اور اس کے اظہار کی بھی ضرورت نہیں) تہذیب الاحکام جلد اول

کتاب النکاح باب المتعہ صفحہ 189 اسی طرح زنا بھی چوری چھپی ہوتا ہے۔

اول دام پھر کام: ۔ متعہ میں اُجرت پیشگی دینی ضروری ہے۔ یہاں تک اگر ممتوعہ عورت نے اُجرت کا دعوٰی کیا وہ ساعت نہ ہوگا۔ مصابح المسائل صفحہ 261 جامع عباسی صفحہ 257 زانی بھی اپنی محبوبہ کو خرچی پیشگی ادا کرتا ہے۔ ہاں انہوں نے متعہ کو آڑ نہیں بنایا اور شیعہ اس فعل کو متعہ کی آڑ میں کرتے ہیں۔ اس لئے وہ پکے مومن اور زانی لعنتوں اور گالیوں کا حقدار

متعہ سے اصلی غرض: ۔ شیعہ کے نزدیک متعہ کی غرض محض شہوت کو بجھانا ہے۔ اس کا ثبوت ویجوز المعزل عنھا وان الم یشترط لان الغرض الاصلی منہ الا استمتاع دون النسل

ترجمہ:۔ممتوعہ عورت سے عزل یعنی بوقت انزال منی کو باہر گرادینا جائز ہے۔اگرچہ شرط نہ کی ہو کیونکہ متعہ سے اصلی غرض صرف فائدہ اٹھانا ہے۔نہ کہ نسل یعنی اولاد اور زنا اور یہی غرض زنا میں ہوتی ہے۔اگر یقین نہ آئے تو کسی زانی سے پوچھ لیجئے۔زنا کرنے سے اُن کا مقصد اولاد نہیں ہوتی بلکہ الٹا خطرہ ہے۔اگر ناجائز نطفہ ٹھہر جائے اور وہ بے شوہر عورت ہو تو اس نطفہ کو گرانے کیلئے کتنے پاپڑ بیلتے ہیں۔(جامع عباسی صفحہ 155)

اب متعہ کا اجر و ثواب پڑھیے

۱......فرمایا جو شخص متعہ کرے عمر میں ایک بار وہ اہل بہشت سے ہے۔(تحفۃ العوام)

۲......ہر کہ یک بار متعہ کند او از آتش دوزخ ایمن شود ہر کہ دو دفعہ متعہ کند محشود شود با نیکوکاراں و ہر کہ سہ بار متعہ کند ہم نشینی و مقاربت کند مامن در اوضۂ جناں۔

ترجمہ:۔ایک دفعہ متعہ کرنے سے آتش دوزخ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔دو دفعہ متعہ کرنے والے کو حشر مع الابرار یعنی صدیقوں شہدیوں کے ساتھ ہوگا۔تیسری دفعہ متعہ کرنے سے جنت کا وہ درجہ مل جاتا ہے جو نبی پاک آخر الزماں کیلئے مخصوص ہے۔

۳......ہر کہ یکبار متعہ کند درجۂ او چوں درجہ حسین رضی اللہ عنہ باشد و ہر کہ دوبارہ متعہ کند درجۂ او چوں درجۂ حسن باشد و ہر کہ سہ بار متعہ کند درجۂ او چوں درجۂ علی ابن ابی طالب باشد و ہر کہ چہار بار متعہ کند درجۂ او چوں درجہ من باشد (تفسیر منہج الصادقین پارہ 5 صفحہ 356)

ترجمہ:۔متعہ کی اتنی بڑی فضیلت ہے کہ ایک دفعہ متعہ کرنے سے حسین کا دو دفعہ متعہ کرنے سے حسن کا تین دفعہ متعہ کرنے سے حضرت علی کا اور چار دفعہ کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ مل جاتا ہے۔تو پھر نماز روزہ حج۔زکوۃ اور دیگر عبارات کرنے کی کیا ضرورت جس میں مالی بدنی تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔پس چار دفعہ کا ثواب (متعہ) کرلیا جائے۔

ہم خرما و ہم ثواب:۔حظ نفس بھی حاصل ہو نار جہنم کا کھٹکا بھی نہ رہے۔اور بہشت میں بھی مل جائے۔امام حسین رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم کے ہم رتبہ ہو کر جنت کے مزے لوٹے۔معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کیا کوئی غیرت

مند شخص مان سکتا ہے۔ نہیں نہیں۔ یہ بے ہودہ روایات جو حضور علیہ السلام اور امام جعفر صادق اور امام محمد باقر مقدس ہستیوں کی طرف منسوب کر کے بیان کی گئی ہیں۔ دیکھو ایک شخص شہوت رانی کی غرض سے ایسے قبیح فعل کا ارتکاب کرے۔ اور وہ جنت کا مالک بن جائے اور پاک اماموں اور نبی کا ہم رتبہ ہو جائے گا۔ نیز شیعہ حضرات کے ایرانی امام خمینی بھی ایسے عقائد باطلہ کی تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

از ضروریات مذہب ما است کہ کسے بمقامات معنوی ائمہ (ع) نے رسد حتیٰ ملک مقرب ونبی مرسل یہ چیز ہمارے شیعہ مذہب کی ضروریات میں سے ہے کہ ہمارے اماموں کا وہ درجہ ہے جسے کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل بھی نہیں پا سکتا۔

(ولایت وفقیہ فارسی صفحہ 58 نعوذ باللہ من ذالک)

سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے متعلق شیعہ حضرات کی یاد گوئی

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ علیہا السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان صفات سے ذکر کیا۔

عبارت یہ ہے۔

مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ ای ومثل خائناں درخانہ گریختہ ای۔ وبعد ازاں کہ شجاعانِ دہر را بخاک ہلاک افگندی مغلوب ہیں نامرداں گردیدہ ای۔

ترجمہ:- رحم میں پڑے ناپختہ بچے کی طرح تم پردہ نشین ہوئے بیٹھے ہو اور خیانت کرنے والوں کی طرح گھر بھاگ آئے ہو اور دنیا کے بہادروں کو خاک ہلاکت پر گرانے کے بعد خود ان نامردوں سے مغلوب ہو گئے ہو۔ واہ واہ مجلسی صاحب آپ نے تو اہل بیت کی تعریف کا حق ادا کر دیا۔

۲۔ باقر مجلسی لکھتا ہے کہ سیدہ فاطمہ خاتون جنت نے عورتوں سے سن کر حضرت علی کے حلیہ کی شکایت اس طرح کی۔ او مردیست شکم بزرگ ودست ہائے بلند دارد وبند ہائے استخوانش کندہ است وپیش سرش مو ندارد وچشمہائے بزرگ دارد وپیوستہ دندانہایش بخندہ وکشادہ است ومالے ندارد۔

ترجمہ:- حضرت علی نے باغ صدقہ کیا یعنی فروخت کر کے ساری رقم باغ کی جو وصول کی وہ غربا میں تقسیم کر دی یہاں تک کہ ایک درہم بھی باقی نہ رکھا۔ اس کے سیدہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا وہ رقم کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا راہ خدا میں تقسیم کر دی پھر حضرت خاتون جنت نے فرمایا میں بھوکی ہوں میرے بیٹے بھوکے ہیں اور آپ بھی ہماری طرح بھوکے ہیں اور ہمارے پاس ایک درہم بھی نہیں۔ یہ کہہ کر سیدہ فاطمہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑ لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ سلام اللہ علیہا سے کہا میرا دامن چھوڑ دو۔ سیدہ نے فرمایا خدا کی قسم میں آپ کو ہرگز نہیں چھوڑوں گی۔ یہاں تک کہ میرے اور آپ کے درمیان میرے ابا جان فیصلہ فرما دیں۔

پس جبرائیل نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اور علی رضی اللہ عنہ کو سلام فرماتا ہے اور کہا کہ فاطمہ کو قل لفاطمة ليس ان تضربی علی يديه وتلزمی بثوبه یعنی سیدہ کو فرما دیجئے کہ تیرے لئے یہ جائز نہیں کہ تو علی کے ہاتھوں پر مارے اور اس کے دامن کو نہ چھوڑے۔ (امالی صدوق)

نوٹ:- ہماری دانست کے مطابق شاہ صاحب بخاری ایسی تمام روایات راویانِ سبائی ٹولہ کی وضع کردہ ہیں۔ اگر ان ائمہ اہل بیت اور سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے کچھ بھی عقیدت ہوتی تو وہ ایسی رکیک روایات ہر ہرگز نقل نہ کرتے۔ جو خود کو شیعہ اور محبت علی رضی اللہ عنہ واہل بیت کہتے ہیں۔ شاہ صاحب بخاری سے ہم پوچھتے میں حق بجانب ہیں کہ:

سوال:- شاہ صاحب آپ نے اپنی کتاب کے آخری صفہ 222 پر دعا کی کہ خاتمہ بالخیر کیلئے کہ اللہ تعالیٰ حضور خاتم النبیین اور حضور کی آل طیبین الطاہرین المعصومین وصحابہ کرام مکرمین المعظمین کے طفیل میں تاثر وساعی اور میرا خاتمہ بخیر کرے آمین یارب العلمین۔

اب سنیئے اپنے اکابر محدثین کا عقیدہ!

۱﴾..... شیعہ کے اول درجہ کے محدث ملا محمد بن یعقوب کلینی۔ حضرت امام محمد باقر کے حوالے سے صحابہ کرام کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں۔ کان الناس اهل ردة

بعد النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الا ثلثۃ فقلت من الثلاثۃ فقال المقداد بن الاسود و ابو زر غفاری و سلمان الفارسی رحمۃ اللہ و برکاتہ' علیہم

ترجمہ:- رسالت مآب ﷺ کی وفات کے بعد مقداد بن الاسود۔ ابوزرغفاری ۔۔ن فارسی کے سواسب لوگ (صحابہ کرام مرتد ہو گئے (العاذ باللہ)

۲ ...... در کتاب اختصاص بسند معتبر روایت کردہ است حضرت امام جعفر صادق (ع) حضرت رسول اللہ ﷺ فرمود اے ۔۔ن اگر عرض کنند علم ترا بر مقداد ہر آئینہ کا فر میشود پس فرمودہ اے مقداد اگر عرض کنند صبر ترا بر ۔۔ن ہر آئینہ کافر میشود

ترجمہ:- کتاب اختصاص معتبر سے سند سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا اے ۔۔ن رضی اللہ عنہ اگر تیرا علم مقداد پر پیش کیا جائے تو وہ ضرور کافر ہو جائے گا۔ پھر جناب رسول نے فرمایا اے مقداد اگر تمہارا صبر ۔۔ن رضی اللہ عنہ پر پیش کیا جائے تو ضرور وہ کافر ہو جائے گا۔ کیا خوب مسلمانی ہے۔ ۔۔ن کے علم کی اطلاع مقداد سے ملے تو وہ کافر ہو جائے۔ اور مقداد کے صبر کی ۔۔ن کو خبر ملے تو بھی کافر ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہادی السلام نے بمشکل تین مسلمان بنائے جو بعد وفات رسول اللہ ﷺ مسلمان رہے۔ ان میں بھی دو ایسے ڈھلمل یقین تھے کہ ایک کی حالت پر دوسرا مطلع ہو جائے تو اسلام کو خیر باد کہہ دے اب صرف ابوذر مسلمان رہ گئے۔ اس سے نہ تو صرف رسول پاک اور قرآن پاک ہی پر بلکہ خدائے پاک پر حرف آتا ہے۔ رسول پاک حسب فرمان خداوندی **وما ارسلنک الا کافۃ للناس** ہم نے آپ کو سارے جہان جن و انس کی ہدایت کیلئے رسول بنا کر بھیجا۔ نتیجہ اس ساری کارگزاری یہ ہوا کہ صرف ایک مسلمان پیدا ہوا۔ کیا شاہ صاحب بخاری روایان سبائی کے حواری یہ عقیدہ مان کر مخالفین کے سامنے ایک منٹ کیلئے بھی کھڑے ہو کر صداقت اسلام پر بحث کر سکتا ہے۔ تف ایسے عقیدہ پر شاہ صاحب غور کرو اور یہ بھی بتاؤ وہ وہی صحابہ کرام کی جماعت ہے جس کے واسطہ وسیلے اور ان کے طفیل عاقبت بخیر کی دربار خداوندی میں دعا کرتے ہے۔ کیلئے ۔۔ن فارسی تو رہ گئے۔ (روایت ۔۔ صفحہ 633)

امامت کے بارے میں شیعہ کا اختلاف

اولادِ حسنین اور دیگر علویوں کے خروج

۱......شیعہ کا فرقہ محمد بن حنفیہ کی امامت کا قائل ہے۔ کیسانیہ کہلاتا ہے۔

۲......علی المرتضیٰ اور حسنین کے بعد زید شہید امام ہیں۔ وہ فرقہ زیدیہ کہلاتا ہے۔

۳......محمدیہ۔ علی المرتضیٰ۔ حسن مثنیٰ۔ عبداللہ محض۔ محمد نفس زکیہ یہ فرقہ محمدیہ کہلاتا ہے۔

۴......امام جعفر صادق کے بعد امام موسیٰ کاظم کے بھائی عبداللہ ملقب بافطح امام ہیں۔ فرقہ افطحیہ

۵......محمد بن عبداللہ جو اسماعیل بن امام جعفر صادق کی اولاد سے ہیں خاتم الائمہ اور مہدی منتظر ہیں اس فرقہ کا نام مہدویہ ہے۔

محض امامت کے بارے میں شیعہ میں اس قدر اختلاف ہے کہ تحفہ اثنا عشریہ میں صرف امامیہ کے 32 فرقے مذکور ہیں۔ اب ایک دو حدیثیں پڑھیے

عن ابی عبداللہ علیہ السلام۔ قال من ادعی الا مامة ولیس من اھلھا فھو کافر اما جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص امامت کا دعویٰ کرے اور امامت کا اھل نہ ہو وہ کافر ہے۔ اصول کافی صفحہ 236 مقام غور وفکر ایک نہیں بیسوں نے دعوائی امامت کیا جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام حسن پاک اور امام حسین پاک۔ امام جعفر صادق کی اولاد پاک ہونے کا شرف رکھتے تھے۔ تو بموجب اس حدیث کے جو ہم نے بحوالہ امام جعفر صادق اصول کافی سے بیان کی ہے۔ (معاذ اللہ) وہ کافر ہو گئے۔ شاہ صاحب اس کو کہتے حب اھل بیت توبہ توبہ یہ عقیدہ آپ ہی کو مبارک ہو۔ اصول کافی کے باب حق و باطل میں مذکور ہے۔ کہ حضرت زید شہید اہل کوفہ کے خطوط لے کر امام محمد باقر کے پاس گئے۔ جن میں اھل کوفہ نے ان کو خروج کی ترغیب دی تھی اور رفاقت کا وعدہ کیا۔ حضرت زید شہید رضی اللہ عنہ نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کو کہا ان خطوط کے لکھنے میں انہوں نے اپنی طرف اسے بتدا کی ہے۔ اس لئے کہ وہ قرابت رسول سے اچھی طرح واقف ہیں اور ہماری محبت اور اطاعت کو واجب سمجھتے ہیں۔ اس پر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ محبت ہم سب کی واجب ہے مگر اطاعت ایک کی ہم میں سے

واجب ہے۔ مغضب زید عند ذالک ثم قال لیس الامام منا من جلس فی بیتہ تو غصہ آ گیا اسبات پر تو زید کو پھر انہوں نے فرمایا کہ امام ہم میں وہ شخص نہیں ہے جو گھر میں بیٹھ رہے۔ اور ہر پردہ لٹکا لے اور جہاد سے غافل ہو جائے اور لیکن امام ہم سے وہ ہے جو اپنی سلطنت کی نگہبانی کرے اور اللہ کیلئے ایسا جہاد کرے جو جہاد کا حق ہے اور اپنی رعیت پر ظلم نہ ہونے دے۔ اب شیعوں پر سخت مشکل پیش آئی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے سیدہ طیبہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پر پوتے نے ان کے مذہب کی جڑ کاٹ دی اور مسئلہ امامت کو ایسا بگاڑ دیا جو کسی طرح بن نہ سکے۔ (اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ 224) امام زید شہید رضی اللہ عنہ اپنے جد امجد کے یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ پاک کا نمونہ تھے۔ جو حالت اُن کی ہوئی وہی زید شہید کی ہوئی۔ امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا اور اللہ نہ خروج کرے گا۔ بنی فاطمہ سے زمانہ امام مہدی علیہ السلام سے پہلے مگر اس کی وہ حالت ہوگی جیسے چڑیا کا بچہ اپنے بازوؤں کے درست ہونے سے پہلے آشیانہ سے نکل پڑے اور لڑکے اس کا کھیل بنا دیں۔ مطلب یہ کہ ضرور مارا جائے گا۔ اس روایت سے یہ ثابت ہو گیا کہ سادات بنی فاطمہ سے زمانہ امام مہدی سے پہلے جو کوئی خروج کرے گا وہ ناکام ہوگا اور یقیناً مارا جائے گا۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ان میں سے کوئی شخص مستحق خلافت ظاہری بمعنی بادشاہت نہ تھا اور اللہ نے ہرگز اپنے مخصوں کے امام بنانے کا حکم نہ کیا ہوگا جو جہاد میں یقیناً شکست پانے والے اور مارے جانے والے تھے۔

الحاصل (قاتل امیر رضی اللہ عنہ بھی شیعہ تھا) شیخ مفید نے بسند ہائے معتبر روایت کی ہے۔ کہ جناب امیر نے لوگوں سے اس وقت عبدالرحمن بن ملجم مرادی ملعون آیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کرے۔ حضرت نے اس کی بیعت قبول نہ کی یہاں تک کہ تین مرتبہ حضرت کی خدمت میں آیا۔ مرتبہ سوم میں حضرت سے اُس نے بیعت کی جب اُس نے پیٹھ پھیری حضرت نے پھر اُسے بلایا اور قسمیں دیں کہ بیعت سے انحراف نہ کرنا اور عہد ہائے محکم اس ملعون سے لئے۔ (جلاء العیون اردو صفحہ 199)

قاتلین حسین بھی شیعہ تھے کتب شیعہ اس پر گواہ ہیں۔ کوفہ سے بہت زیادہ مراسلات بھیج کر امام پاک کو منگوایا پہلے حضرت امام مسلم کو معہ خورد سال بچوں کو شہید کیا پھر پاک امام

حسین رضی اللہ عنہ کو انہیں شیعہ حضرات نے بے دردی سے شہید کیا۔ (جلاالعیون صفحہ 279)

روایات سے ثابت ہے کہ شیعان علی اوران کے فرزند اکبر حضرت امام حسن پاک سے جو سلوک کیا صرف اس جرم پر کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرتا ہے اُن کو اوران کے قبلہ جناب امیر کو معاذ اللہ کافر کہا۔ بلوہ کر کے اُن پر ٹوٹ پڑے مال لوٹ لیا اور آپ کے نیچے سے مصلی کھینچ لیا اور دوش مبارک سے چادر اُتار لی۔ پھر ایک مخلص نے ذلیل کنندہ مومناں کا خطاب دیا۔ (جلاالعیون صفحہ 268)

شیعہ جو خود کو محب علی رضی اللہ عنہ واہل بیت کہتے ہیں انہوں نے تو اپنی کتابوں میں جو ان کی یہ تعریف کی جس کے ابھی نے اوپر حوالے دیئے۔ سر دست یہاں ہم ایک جلیل القدر سنی اور عظیم المرتبہ ولی کا بیان آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ مشکوۃ شریف کی حدیث رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ اے لوگو میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ ایک کتاب اور (قرآن) دوسری عرت (اہل بیت) اہل بیت سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک ہے اور انکو پکڑنے سے یہ مراد ہے کہ ایمان والے ان سے محبت رکھیں ان کی حرمت کی حفاظت کریں۔ ان کی روایات پر عمل کریں۔ علی قاری فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل کی اطاعت کو مطلق رکھا ہے۔ اس میں اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ جو صحیح معنوں میں اور حقیقتاً آپ کی نسل سے ہو گا اس کے عقائد اس کے اعمال شریعت اور طریقت کے عین مطابق ہوں گے۔ امام اہل سنت علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی۔

عقیدہ اہل سنت در بارہ اہل بیت یعنی نسل پاک علیہم السلام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک کا کوئی فرد تا قیامت بد دین اور گمراہ نہیں ہو گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم و علی رضی اللہ عنہ کا نطفہ اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کا دودھ ایسا اثر عظیم رکھتا ہے کہ ان کا بچہ کفر و نفاق پر نہیں مرتا۔ جب آل پاک علی جدہم و علیہم الصلوۃ والسلام سے اتباع کا رشتہ رکھنے والا گمراہ نہ ہو گا تو آل پاک کیسے گمراہ ہو سکتی ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرد کافر اور بد دین و گمراہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا جو بد دین اور گمراہ ہو کر سید آل رسول کہلاتا ہے وہ جھوٹا ہے۔

قد جاء کم من اللہ نورٌ و کتابٌ مبین اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا۔

تیری نسل پاک سے ہے بچہ بچہ نور کا......☆......تو ہی عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

بخاری شاہ صاحب اپنی کتاب حقیقت اصل ذکر کے صفحہ 161 بارھویں سطر پر ذکر کرتے ہیں جسنے امام زمانہ کی معرفت حاصل نہ کی وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (یعنی ایسا جیسے کہ فرمایا گیا) من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاہلیۃ بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگ خود وضع تھے۔ کسی ایک حاکم پر متفق نہ تھے گھر گھر حکومت تھی۔ بعد بعثت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سب ایک حاکم پر جمع ہو گئے۔ اب اگر کوئی اپنے وقت کے مقتدا کو نہ پہچانے اور اس سے جدا رہے تو اس کی موت بھی اسی زمانہ جاہلیت جیسی ہو گی اور لفظ امام کا خلیفہ اور حاکم ظاہر پر بولتے ہیں اور مقتدا اور پیشوائے دین کو بھی کہتے ہیں۔ سو باعتبار معنی اول کے تو حاصل حدیث یہ ہوا کہ اگر خلیفہ وقت کوئی موجود ہووے کہ اہل حل وعقد نے اسے اپنا امام کر لیا ہو اور پھر اس کو کوئی شخص نہ مانے اور جماعت مسلمین سے جدا رہے اور اسی حالت میں وہ مر جائے تو اس کی جاہلیت کے زمانہ کی طرح موت ہوئی اور یہ معنی نہیں وہ کافر اور اگر اس زمانہ میں کوئی ایسا امام المسلمین موجود ہی نہیں بلکہ زمانہ فتنہ وافتراق ہے تو نہ امام زمانہ موجود نہ کوئی سبیل اس کے پہچاننے کی۔ کیونکہ معرفت بعد از وجود شئے ہوتی ہے نہ کہ پہلے وجود شئے چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام فتنہ اور قتال فتنہ سے جب فرمایا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں کیا کروں اگر زمانہ کو پاؤں فرمایا جماعت مسلمین کے ساتھ رہے عرض کیا اگر نہ ہو امام و جماعت مسلمین فرمایا یکسو ہو جاؤ سب ان فرقوں سے تو معلوم ہوا کہ بعض زمانہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں امام مسلمین موجود نہ ہو۔ ایسے حال میں معرفت امام زمانہ کا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ اور اگر بمعنی ثانی ہے یعنی مقتدا و پیشوا تو مقتدائے دین ہر زمانہ میں ہوتا ہے جسے مجدد کہا جاتا ہے۔ وہ بدعات نو پیدا قلع قمع کرتا ہے اور حسب استعداد اہل زمانہ کے تجدید طریقہ حصول ظاہر و باطن دین کرتا ہے۔ سو اسکا نہ جاننے والا بھی البتہ بموت جاہلیت عصیاں میں مرتا ہے۔ یہ معنی ہیں اس حدیث کے اور جو معنی شاہ صاحب بخاری نے اس حدیث میں لکھے کہ جو نہ جانے پہچانے امام زمانہ کو وہ کافر مرتا ہے۔ سبحان اللہ

کیا جرأت یا لاعلمی باعث اس خطاء کی ہے۔

دیکھو نصب امام بمشورہ ہوتا ہے۔ نہج البلاغہ سے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت بالشوریٰ ثابت ہے۔ انما الشوریٰ للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل و سموه اماما کان ذالك لله رضی فان خرج عن امرهم خارج بطعن اوبدعة ردوه الی ما خرج منه فان ابی قاتلوه علی اتباعہٖ غیر سبیل المؤمنین وولاهٗ ماتولی۔

ترجمہ:۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خطوط میں سے ایک خط جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا۔ بات یہ ہے کہ میری بیعت اُن لوگوں نے کی ہے جنہوں نے حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی تھی۔ اور مقصد بیعت بھی وہی تھا جو ان سے تھا۔ لہذا موجود حضرات میں سے کسی کو علیحدگی کا اختیار نہیں اور نہ غائب لوگوں کو اس کی تردید کی اجازت ہے۔

(نہج البلاغۃ خط 6 صفحہ 366 مطبوعہ بیروت)

مشورہ مہاجرین وانصار کو وہی شایان شان ہے تو اگر یہ سب کسی شخص کے خلیفہ بنانے پر متفق ہو جائیں تو یہ اللہ کی رضا ہوگی اور اگر ان کے حکم سے کسی نے بوجہ طعن یا بدعت کے خروج کیا تو اسے واپس لوٹا دو اگر واپسی سے انکار کرے تو اس سے قتال کرو کیونکہ اس صورت میں وہ مسلمانوں کے اجتماعی فیصلہ کو ٹھکرانے اولا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد انما الشوریٰ للمہاجرین والانصار کی تفسیر ابن میثم شیعی ہے۔ وحصر للشوریٰ والاجتماع فی المهاجرین والانصار لا نهم اهل الحل والعقد من اُمة محمد صلی الله علیه وسلم فاذا اتفقت کلمتهم علی حکم من الاحکام کاجتما عهم علی بیتہٖ المومنین الذی یحب اتباعهُ۔

ترجمہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شوریٰ کو صرف مہاجرین وانصار کیلئے مخصوص فرمایا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اہل حل عشد (ارباب بست وکشاد) وہی ہیں اور جب وہ کسی معاملہ پر متفق ہو جائیں جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی امامت وبیعت پر متفق ہوئے تو ان کا یہ اجماع واتفاق ''حق'' ہوگا اور وہ اجماع اللہ کا پسندیدہ ہوگا اور مومنین کا ایسا راستہ ہوگا جس کی اتباع واجب ہے۔ (شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد چہارم صفحہ 353)

ابن میثم کلام کا خلاصہ! اجماع حقہ وہی ہے جو مہاجرین اور انصار کا اجماع ہو۔ کیونکہ ان دونوں میں اکثریت اُن حضرات کی ہے جو غزوہ بدر اور بیعت رضوان میں شامل تھے۔ جن کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنتی ہونے کی بشارت فرمائی۔ ان کا اجماع اللہ کا پسندیدہ ہے۔ لہذا ہر ایک کے لئے واجب الاتباع ٹھہرا۔ تو معلوم ہوا ان کا اجماع جنتیوں کا اجتماع ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ مہاجرین وانصار کی اجتماعی مشاورت سے جو لوگ منتخب ہوئے وہ جنتی ہیں۔

اعتراض:- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ خلافت منصوص کے منکر تھے اور اجماعی خلافت کے قائل تھے۔ اس لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ الزامی جواب دیا اور اپنی خلافت کے ثبوت میں مہاجرین وانصار کے اجماع کا اصول پیش کیا۔

شیعہ حضرات اگر یہی بات ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے اپنا عقیدہ پیش کرتے کہ خلافت منصوص ہے اور میری خلافت پر نص موجود ہے، آیہ خم غدیر سنتے آیہ تطہیر سے اپنا معصوم ہونا بیان کرتے اور اے معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تو ان ثبوتوں کو تسلیم نہیں کرتے تو تمہارے عقیدے کے مطابق میری خلافت پر بھی مہاجرین وانصار کا اسی طرح اجماع ہوا ہے جیسے خلفائے ثلثہ کی خلافت پر اُن کا اجماع ہوا تھا۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنا وہی عقیدہ بیان کیا جو سب مسلمانوں کا تھا۔ کہ مہاجرین وانصار جس کی امارت وامامت پر متفق ہو جائیں وہ اللہ کا پسندیدہ ہے۔ ایسے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نص کیوں نہ پیش کی یہ اقدام ایک طرف تو حق کو پوشیدہ رکھنا ہے۔ دوسری طرف شیعہ کو گمراہی میں دھکیلنا ہے۔

نوٹ:- آپ نے قرآنی نص پیش کی اپنے اسی عقیدے کی تائید میں ارشاد خداوندی ومن یشاق الرسول من بعد ماتبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولیٰ و نصله جهنم وساءت مصیرا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطاب کرتے ہوئے اس آیت کا حوالہ دے کر بیعت کے سلسلے میں ایک اصول بیان فرمایا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اب اس کو الزامی بیان کہنے والوں کو سوچنا چاہیے۔ تمام اہل سنت [illegible] عشری والے [illegible] مقتدائے دین و قطب ارشاد عقیدہ رکھتے ہیں [illegible] حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور [illegible] [illegible] پاک [illegible] جاتے [illegible]

سے زیادہ تھی مگر وقوع اس کا بسبب اُن کے زہد کی تقدیر الٰہی میں نہ ہوا۔ کیونکہ امام کا کام انتظام رعایا کا اور دادِ مظلوم سے لینا اور جہاد وغیرہ امور ہوتے ہیں۔ تو پھر ان دس اماموں میں کبھی یہ بات ہوئی جو اُن کو امام ظاہر کہا جاوے۔ (بحوالہ نہج البلاغہ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی امامت بھی بالشوریٰ ثابت ہوئی۔ الحمد للہ کتب شیعہ سے اور فرمان علی کرم اللہ وجہہ سے ثابت ہوا کہ امامت ظاہری الشوریٰ ہوتی ہے اور جو لوگ بمشاورۃ خلفاء ہوئے ان کو شیعہ امام حق نہ جان کر بلا معرفت امام زمانہ مرتے ہیں۔ اور اہل سنت امام حق کو حق اور ظاہر کو ظاہر، باطن کو باطن پہچان کر عامل واعطوا کل ذی حق حقہٗ ہو کر مومنین برضا عترت مرتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کو بھی ہدایت کرے تا کہ حق کو حق جانیں اور اپنے باطل سے باز آویں۔ اور نہج البلاغۃ جو تمہارے نزدیک قرآن پاک کی طرح معتبر ہے ارشاد علی کرم اللہ وجہہ ''انما الشورٰی للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہٗ اماماً کان ذالك للہ رضی'' مہاجر وانصار دونوں گروہ جس کسی کو متفقہ طور پر اپنا خلیفہ وامام بنانا منظور کر لیں تو وہ امام وخلیفہ پسندیدہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہوگا۔ اس پر ایمان لے آویں ورنہ تکذیب حدیث مولا علی کے مرتکب ہو گئے۔

شاہ صاحب بخاری وکیل راویان سبائی اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 150 سے لے کر صفحہ 153 تک عبداللہ بن سباء کے تذکرہ میں لکھتے ہیں اور صفحہ 152 پر قسم کے الفاظ۔ اہل سنت حضرات میں قسم کھاتا ہوں کہ مذہب شیعہ ایک یہودی عبداللہ بن سبا نے اس کے اصول وفروع مقرر کیے ہیں۔

ہم اس کا جواب دینے سے پہلے بطور تمہید ایک واقعہ پیش کرتے ہیں تا کہ اصل بات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ قرآن پا سورۃ الاحزاب میں آیا۔ لئن لم ینعتہِ المنافقون والذین فی قلوبھم مرض المرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم یجاورنك فیھا الا قلیلاً ٥ ملعونین اینما ثقفوآ اُخذوا وقتلو تقتیلاً سنۃ اللّٰہِ فی الذین خلو من قبل ولن تجدلسنۃ اللہ تبدیلاً۔

ترجمہ:۔ منافق اور فاسد القلب اور مدینہ طیبہ میں جھوٹی افواہیں اڑانے والے اگر باز نہ

آئے تو ہم آپ کو ضرور ان پر مسلط کر دیں گے۔ پھر وہ آپ کے ہمسایہ نہیں رہیں گے مگر تھوڑے دن! پھنکارے ہوئے! جہاں کہیں ملیں گے پکڑے جائیں گے اور قتل کئے جائیں گے۔ اور جو لوگ پہلے گذر چکے ان کے بارے میں بھی سنت اللہ یہی ہے اور آپ سنت اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں کر پائیں گے۔ اتفاق کی بات مجھے شادی پر جانے کا جلو موڑ سے پیغام آیا۔ جب شادی میں جا کر شریک ہوئے تو مہمانوں میں سے ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو عقیدۃً کٹر شیعہ تھا مگر صاحب علم تھا۔ کہنے لگا تم اہل سنت کا عقیدہ رکھتے ہو اور حب اہل بیت کے دعویدار بھی اہل بیت کو چھوڑ کر دوسرے عقیدے کا دعویٰ یہ تو عجب بات ہے آپ کو شیعہ ہونا چاہیے تھا۔ میں نے کہا شیعہ لوگ زبانی طور محبت کے دعویدار ہیں حقیقت میں گستاخ آل رسول کے ہو۔ غصہ سے بولا کیسے میں نے کہا کہ تمہاری سب سے معتبر حدیث کی کتاب اصول کافی میں ہے کہ **من ادعیٰ الامامة ولیس من اھلھا فھو کافر** مگر سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پڑپوتے حضرت امام حسین کے پوتے حضرت زید شہید نے دعویٰ امامت کیا کیا تو وہ بقول حضرت امام جعفر صادق کافر ہو گیا یہ تمہارا حب اہل بیت کا ثبوت ہے۔ شرمندہ بھی ہوا مگر کہنے لگا کہ کیا پہاڑ اُلٹ پڑا کیا حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمانی کے سبب کافر نہیں ہو گیا تھا۔ اہل مجلس نے اُسے بہت شرمندہ کیا۔ میں نے کہا یہ لوگ اہل بیت کے ہی گستاخ نہیں صحابہ کرام کو بھی معاف نہیں کرتے۔ دیکھو میں نے یہی مندرجہ بالا سورۃ الاحزاب والی آیت پڑھ کر سنائی ہے۔ ترجمہ اس کا یہ منافقین لوگ اور وہ بھی جن کے دلوں میں خرابی ہے جو مدینہ میں جھوٹی افواہیں کرتے ہیں اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم اُن پر آپ کو مسلط کر دیں گے پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنا پائیں آپ کے ہمسایہ نہیں رہیں گے۔ مگر تھوڑے دن پھنکارے ہوئے جہاں کہاں ملیں گے پکڑے جائیں گے اور قتل کئے جائیں گے اور جو لوگ پہلے گذر چکے ان کے بارے میں بھی سنت اللہ یہی ہے اور آپ سنت اللہ میں تبدیلی نہیں پائیں گے۔ اب بتاؤ

۱۔ خلفائے ثلاثہ بقول شیعہ جب منافق تھے تو انہیں کیوں نہ قتل کیا گیا؟

۲۔ انہیں کیوں نہ مدینہ سے نکالا گیا کہ ان کے لئے مجاورت نبوی ممنوع تھی؟

۳﴾...... جو مجاورت خلفائے ثلثہ کو حاصل ہوئی وہ تھوڑے دن تک رہی یا زندگی بھر ساتھ رہے۔ برزخ میں بھی ساتھ۔

۴﴾...... پھر اس کے برعکس نہ آپ کے عقیدہ اور واقعات کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدینہ سے دور باہر شہید ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی مدینہ سے باہر دیار غیر میں شہید ہوئے۔

تو اس وثوق سے اللہ تعالیٰ کی پیش گوئی اور اس کی نہ بدلنے والی سنت کا عقدہ حل فرمایئے۔ وہ کوئی دلیل نہ دے سکا شرمندگی مٹانے کے لئے لگا۔ دیکھو مولوی صاحب حضرت علی اور امام حسین کو منافق کہتا ہے۔ میں نے جواباً کہا میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ جو ان مقدس ہستیوں کو منافق کہے یا منافق خیال کرے وہ ملعون دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ میں نے قرآن کی آیت پیش کی ہے کہ آپ کے عقیدہ اور مذہب کی وضاحت طلب کی ہے۔ اس کا جواب دیجئے مگر جواب کہاں؟ میں نے دوبارہ مجلس میں کہا ذرا قرآن پاک میں غور تو کرو ارشاد الٰہی ہے۔ لا نغرینک ثم لا یجاورونک مخاطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہم آپ کو ان کے قتل کا حکم دیں گے پھر یہ آپ کے پڑوس میں نہیں رہیں گے۔ کیا خلفائے ثلثہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے پاک کر دیا اور پڑوس میں نہ رہنے دیا۔ خلفائے ثلثہ کو ایسی مجاورت حاصل ہوئی کہ برزخ میں بھی ختم نہیں ہوئی۔ یہی حال شاہ صاحب بخاری کا ہے وہ اپنی کتاب کے صفحہ 151 پہلی سطر پر لکھتے ہیں کہ ابو العطاء ہمارے خلاف جھوٹ بول رہا ہے کہ شیعہ مذہب کی بنیاد ایک یہودی نے رکھی ہے۔

جواب نمبر ۱:۔ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ امام مہدی کے ظہور کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اسے عقیدۂ رجعت کہتے ہیں۔

جواب نمبر ۲:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ بلا فصل اور وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

جواب نمبر ۳:۔ بخلاف نص رسول پاک کے حضرت علی پر ظلم کیا۔

جواب نمبر ۴:۔ حضرت علی کی امامت کو فرض کہتے ہیں۔

جواب نمبر ۵:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تو میرے لئے ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام

کے ہارون علیہ السلام۔

شاہ صاحب بخاری شیعی عقائد کا خاکہ ہے کہ اور تم بھی مانتے ہو تو شاہ جی یہی عقائد عبداللہ بن سباء یہودی کے ہیں۔ نہیں یقین تو ہم ثبوت پیش کرتے ہیں۔ ہوش حواس قائم رکھ کر پڑھ لیں۔ (از روضۃ الصفاء جلد دوم صفحہ 470)

ا﴾...... نصاریٰ مے گویند کہ عیسیٰ مراجعت نمودہ از آسمان بزمین نازل خواہد شد و ہمگناں روشن است کہ حضرت خاتم الانبیاء افضل از عیسیٰ است پس او برجعت اولیٰ باشد و خدائے عزوجل وے رانیز بایں وعدہ فرمود چنانکہ مے فرمائد (ان الذین فرض علیك القرآن الراد الی معاد)

ترجمہ:- عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے اتر کر دوبارہ زمین پر تشرف لائیں گے اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ لہذا آپ کو دوبارہ تشریف لانے کا حق ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آپ سے دوبارہ واپسی کا وعدہ فرمایا۔ ان الذین فرض علیك القرآن لرادك الی معاد جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا وہ یقیناً آپ کو لوٹنے کی جگہ کی طرف لوٹائے گا۔ اس عقیدہ سبائی کو شیعہ لوگوں نے قبول کیا۔ نعمانی روایت کردہ است از حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کہ چوں قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیروں آید خدا اور ایاری کند بملائکہ و اول کسے کہ با او بیعت کرد محمد صلی اللہ علیہ وسلم باشد و بعد ازاں علی علیہ السلام

ترجمہ:- حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے نعمانی نے روایت کی ہے کہ جب قائم آل محمد (محمد مہدی) غار سے باہر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ اُن کی مدد کرے گا اور اُن کی سب سے پہلے بیعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔ پھر آپ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت کریں گے۔ چونکہ بمطابق عقائد شیعہ امام مہدی کا ظہور قیامت سے پہلے کسی وقت بھی یقینی ہے۔ ان کے ظہور کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تب ہی امام مہدی کی بیعت کریں گے۔ یہ وہ عقیدہ ہے جو عبداللہ بن سبا کی ایجاد تھا۔

(حق الیقین صفحہ 219، باب پنجم در بیان اثبات رجعت)

۲ ...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ بلا فصل اور وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

ثبوت:- وبعد از آنکہ سفہائے مصر برایں معنی عبداللہ را مصدق داشتند باایشان گفت ہر پیغمبرے را خلیفہ وصی مے بودہ است وخلیفہ رسول علی است ووصی او۔

ترجمہ:- جب عبداللہ بن سباء کی اس کوشش اور عقیدہ (رجعت) کو مصریوں نے قبول کر لیا تو اس نے اُس سے کہا کہ دیکھو ہر پیغمبر کا ایک نہ ایک خلیفہ اور وصی ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور وصی حضرت علی ہیں۔ روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ 470 در ذکر خلافت عثمان رضی اللہ عنہ

۳ ...... امت بخلاف نص محمد صلی اللہ علیہ وسلم بر علی ظلم روا داشتند خلافت حق وے بود باوتگذاشتند

لیکن اُمت نے آپ کی واضح ہدایت کے خلاف چل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت نہ دے کر ظلم کیا۔ (روضۃ الصفاء)

۴ ...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی امامت فرض ہے۔ کان یقول وھو علی یھودیتہٖ فی یوشع بن نون بعد موسیٰ علیہ السلام بھذہٖ المقالۃ فقال فی اسلامہٖ بعد وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی علی علیہ السلام بمثل ذالک وھو اول من اشھر القول بفرض امامۃ علی علیہ السلام

ترجمہ:- عبداللہ بن سبا یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویدار یہودیت کے دوران وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت یوشع بن نون کے بارے میں اس قسم کی باتیں کرتا تھا (یعنی حضرت یوشع بن نون حضرت موسیٰ کے خلیفہ اور وصی تھے) مسلمان ہونے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی وہی باتیں کہیں۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی فرضیت کو مشہور کیا۔ (فرق الشیعہ مطبوعہ نجف اشرف صفحہ 22)

۵ ...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی تو میرے لئے یوں ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کیلئے ہارون علیہ السلام۔ ثبوت۔ چگونہ میشود پیغمبرے از جہاں بروَد خاصہ وقتیکہ صاحب شریعت باشد ونابے وخلیفتے بخلق نہ گمارد وکار امت را مہمل بگذارد؟ ہمانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وصی وخلیفہ بود۔ چنانکہ خود فرمود (انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ از یں میتواں دانست علی علیہ السلام خلیفہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم است

ترجمہ:۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ پیغمبر ﷺ دنیا سے جائے جبکہ وہ صاحب شریعت نبی ہو۔ مگر اپنا خلیفہ و نائب لوگوں میں نہ چھوڑ جائے اور اپنی اُمت کا معاملہ (مسئلہ خلافت) مہمل چھوڑ جائے لہٰذا نبی پاک ﷺ کے لئے علی علیہ السلام وصی ہیں اور خلیفہ ہیں۔ جیسا کہ آپ نے خود علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تو میرے لئے یوں ہے جیسا موسیٰ علیہ السلام کیلئے ہارون علیہ السلام اس سی سمجھا جا سکتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ہی محمد ﷺ کے خلیفہ ہیں وعثمان ایں منصب راغصب کردہ و باخود بستہ اور عثمان نے یہ منصب (خلافت) غصب کر کے آپنے اوپر چسپاں کر رکھا ہے۔

(ناسخ التواریخ جلد سوم صفحہ 237)

﴿۶﴾ قال عبداللہ بن سبا لعلی انت الا لہٗ حقاً فنفاہُ علی علیہ السلام الی المدآان وقیل انہٗ کان یہودیا فاسلم عبداللہ بن سبا نے حضرت علی کے بارے میں الٰہ ہونے کا عقیدہ ایجاد کیا اس پر حضرت علی نے اسے جلاوطن کر دیا۔ (انوار نعمانیہ صفحہ 197)

قال سمعت ابا عبداللہ علیہ السلام یقول لعن اللہ عبداللہ بن سبا انہ' ادعی الربو بیتۃ فی امیر المؤمنین علیہ السلام عبداللہ طائفاً الویل لمن کذب علینا۔

ترجمہ:۔ ابان بن عثمان سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا آپ نے فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ عبداللہ بن سباء پر لعنت کرے کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق خدا ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ قسم بخدا حضرت علی علیہ السلام خدا کے اطاعت گذار بندے تھے ہم پر افترا بازی کرنے والے کیلئے ہلاکت ہے۔ (رجال کشی صفحہ 100)

﴿۷﴾ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الٰہ ہونے کا شیعی عقیدہ! سید ظہور الحسن خطیب شیعہ ملتان نے مقدمہ جلاء العیون میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ ایک خطبہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ انا عندی مفاتح الغیب میرے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کے بعد میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں صحف اولیٰ میں ذکر شدہ ذوالقرنین ہوں۔ میں ہی خاتم سلیمان کے مالک ہوں۔ میں ہی حساب کتاب کا والی ہوں۔ میں ہی صاحب اعراف وموقف کا مالک ہوں۔ انا قاسم الجنۃ والنار انا آدم الاول انا نوح الاول انا آیت الجبار انا حقیقت

الاسرارك انا مروق الاشجار انا مفجر العیون انا مجری الانهار

جنت ودوزخ کا تقسیم کرنے والا بھی میں ہوں۔ میں آدم اول اور نوح اول ہوں۔ میں ہی جبار کی آیت ہوں۔ میں ہی اسرار کی حقیقت ہوں۔ میں ہی درختوں کو پتوں کا لباس اوڑھنے والا ہوں۔ میں ہی پھلوں کا پکانے والا ہوں۔ میں ہی چشموں کا جاری کرنے والا اور نہروں کو روانی دینے والا ہوں۔ (جلا العیون جلد دوم صفحہ 40 شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس لاہور)

شیعہ لوگوں کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی الرسول اللہ وخلیفہ بلا فصل اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں۔ محمد اللہ کے پیغمبر ہیں علی اللہ کے ولی ہیں اور رسول خدا کے وصی یعنی جانشین اور بلا فصل خلیفہ رسول ہیں۔ شیعہ بچوں کی نماز (مرتبہ مولوی فرمان علی) اب شاہ صاحب بخاری وکیل راویاں سبائی ہم نے نو حوالے لکھے ہیں بقائمی ہوش وحواس بنظر عائر پڑھیے۔

۱ ...... عقیدہ رجعت یعنی حضور نبی اکرم قبل از قیامت دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔
(از روضۃ الصفاء)

۲ ...... حضور ﷺ کے خلیفہ بلا فصل اور وصی یعنی جانشین حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔
(از روضۃ الصفاء)

۳ ...... صحابہ نے حضور اکرم ﷺ کی واضح ہدایت کے خلاف چل کر حضرت مولیٰ علی کو خلافت نہ دے کر ظلم کیا۔ (از روضۃ الصفاء)

۴ ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامت فرض ہے۔ (از فرق الشیعہ)

۵ ...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول پاک کے خلیفہ ووصی ہیں۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا: اے علی تو میرے لئے یوں ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام۔
انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ۔ (از ناسخ التواریخ)

۶ ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الٰہ ہونے کا شیعی عقیدہ (از جلا العیون صفحہ 75)

۷ ...... یہی عقیدہ بحوالہ رجال کشی

۸ ...... یہی عقیدہ از انوار نعمانیہ

[illegible] علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے خلیفہ بلا فصل اور وصی رسول ہیں۔

(شیعہ بچوں کی نماز مرتبہ مولوی فرمان علی)

شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر صفحہ 204 پر لکھتے ہیں۔

۱.......ابوالعطاء اگر شیعہ مذہب تیرے غلط کہنے سے عبداللہ بن سبا یہودی کا بنایا ہوا ہے تو پھر تمہیں دلیل بھی اسی یہودی کے فرمان سے دینی چاہیے تھی۔

۲.......اگر تیرا نظریہ ہے کہ اس یہودی کے عقیدہ کو ائمہ اہل بیت نے بھی اختیار کیا تو اس سے بڑی جہالت اور کوئی نہیں کہ تم ائمہ اہل بیت کو بھی اس یہودی کے چکر میں مبتلا سمجھتے ہو۔

سوال نمبر(۱) کا جواب:- جو عقائد ان سات کتب شیعہ سے میں نے لکھے ہیں وہ عبداللہ بن سبا یہودی کے اقوال وفرامین ہیں اس بات پر اکابر علمائے شیعہ ونامور مورخین گواہ ہیں۔اگر نہیں مانتے تو ثابت کرو۔مگر آپ کے جملہ حواری حوالہ جات مذکورہ کو غلط ثابت نہیں کر سکتے۔اگر غلط ثابت کر دو گے تو پانصد روپے نقد انعام دوں گا۔

سوال نمبر(۲) کا جواب:- جو کوئی ائمہ اہل بیت کو عبداللہ بن سبا یہودی کا پیروکار خیال کرے میرے نزدیک وہ ملعون اور شیطان الرجیم اور خارج از اسلام ہے۔ہوئی نہ وہی بات جس کا ذکر ہم پچھلے صفحہ کر آئے ہیں۔یعنی جب شیعہ مناظر لاجواب ہو گیا تو کہنے لگا دیکھو مولوی صاحب حضرت علی اور حسین پاک کو منافق کہہ رہا ہے۔یہی حال بخاری صاحب کا ہے کہ ہم نے سات حوالے انہی کی کتاب معتبرہ سے بزبان اکابر علمائے شیعہ لکھے ہیں اس کا کوئی ان کے پاس جواب نہیں الٹا ہمارے متعلق یہ کہنا شروع کر دیا کہ مولوی ابوالعطاء ائمہ پاک کو یہودی کے چکر میں خیال کرتے ہوں گے۔سادہ سی مختصر بات ہے کہ ہم نے جو عقائد کتب شیعہ سے عبداللہ بن سبا کے بیان کئے وہی عقائد بعینہ شیعہ لوگوں کے ہیں۔ائمہ اہل بیت طیبین الطاہرین الصادقین ہم اہل سنت کے رہبر ورہنما۔مقتداء وپیشوا ہیں (فرمان علی المرتضی رضی اللہ عنہ) (دربارۂ مذہب اہل سنت)

اما اھل الجماعة فانا من اتبعنی وان اقلو اہل جماعت میں اور میرے متبعین ہیں اگر چہ وہ تھوڑے ہی ہوں۔ واما اھل السنة فالمتمسکون بما سنہ اللہ لھم ورسولہ' وان اقلو اھل سنت تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ان طریقوں کو

مضبوطی سے تھامنے والے ہیں جوان کیلئے مقرر کے گئے۔

خلاصِ کلام:۔علی پاک رضی اللہ عنہ نے خود اپنی ذات اور اپنے تابعداروں کو ہی اہل جماعت کہا اور ساتھ ہی اہل سنت کی واضح علامت یہ بیان فرمائی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کرنے والے ہیں۔اور یہ بات شک وشبہ سے بلند و بالا اور حقیقت ہے کہ مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔ کا کون پابند ہوسکتا ہے لہذا ثابت ہوگیا کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اہل سنت کے کامل واکمل مصداق ہیں۔تو جس طرح آپ نے اپنے لئے اور اپنے تابعداروں کے لئے اہل جماعت کا لفظ استعمال کیا ہے تو اس طرح آپ اہل سنت بھی (از احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ 246) قرار پائے۔کیونکہ اس کی تعریف بھی آپ پر صادق آتی ہے۔تو نتیجہ یہ نکلا کہ آپ اہل سنت واہل جماعت میں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اہل سنت و جماعت ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی زبان مبارک سے اہل سنت وجماعت کی اس طرح تعریف فرمائی ہے۔**من سات علی حب آل محمد مات علی السنة والجماعة** یعنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک کی محبت لئے ہوئے فوت ہوتا ہے۔وہ اہل سنت وجماعت ہوکر مرا (جامع الاخبار شیخ صدوق صفحہ 189) دوسری روایت **ولیس علی من مات علی السنة والجماعة عذاب القبر وہ شدة یوم القیمة** جو آدمی سنت و جماعت۔(کے عقائد) پر مرے گا اُسے عذاب قبر اور قیامت کی سختی سے چھٹکارا ہو جائے گا۔

(جامع الاخبار صفحہ 87)

قارئین کرام بنظر انصاف اب خود فیصلہ کرلیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ مسلک تھا جو آپ نے خود اپنی زبانی بیان کیا اور پھر اس کی تائید حدیث مقدسہ سرور عالمیاں سے کی گئی۔یا وہ مسلک جو عبداللہ بن سباء یہودی اور اس کے متبعین کا تھا کہ جن پر امام جعفر صادق نے لعنت بھیجی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلا دیا بھی آیا ہے یا ملک بدر کر دیا تھا۔قابل توجہ بات، بانئ مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا جو کہ بوجہ عقائد کفریہ حضرت علی پاک امام جعفر صادق اور دیگر آئمہ اہل بیت کے نزدیک کافر تھا تو وہ لوگ اور وہ فرقہ جو اس جیسے عقائد رکھتا ہو اس کا

مومن ہونا کون تسلیم کرے گا؟ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عقائد اہل بیت اور ہیں اور عقائد شیعہ اور۔ حضرت علی کے الٰہ ہونے کا شیعی عقیدہ کے ضمن میں ہم نے ظہور الحسن شیعی نے مقدمہ جلاء العیون کے ضمن میں ایک خطبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب کردہ بایں الفاظ نقل کیا ہے جو کہ ہم نے پچھلے اوراق میں نقل کیا ہے۔ خطبہ کے ابتدائی الفاظ ملاحظہ ہوں۔

انا عندی مفاتیح الغیب میرے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ یہ ہے شیعی عقیدہ اب قرآن فیصلہ پڑھیے۔ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھآ الا ھو اور اللہ کے پاس ہیں۔ غیب کی کنجیاں جن کو بغیر اس کے کوئی بھی نہیں جانتا۔ (پارہ 7)

شیعی عقیدہ رسولوں کی ہوئی حاجت روائی علی نے نوح کی کی ناخدائی۔ (تاریخ الائمہ)

قرآنی فیصلہ:- نجینا نوحاً والذین امنو معہ' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے نوح علیہ السلام اور ساتھ والے ایمانداروں کو نجات دی۔ (پارہ 17)

شیعی عقیدہ: نہ کرتا گر علی مشکل کشائی ☆ نہ پاتا چاہ سے یوسف رہائی۔

قرآنی فیصلہ:- واذکر عبدنآ ایوب اذ نادٰی ربہ' (پارہ 23) ذکر فرمادیجئے ایوب علیہ السلام کا جو کہ ہمارا بندہ تھا۔

وایوب اذ نادی ربہ' انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین فاستجبنا لہ' فکشفنا مابہ من الضر اور ایوب علیہ السلام نے جب اپنے رب کو پکارا کہ خداوند بیماری تو میرے پیچھے لگ گئی اور تو تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر ہے۔ تو ہم نے ان کی دعا قبول کی تو ہم نے اُن کا جو دکھ درد تھا دفع کر دیا۔ (پارہ 17)

شیعی عقیدہ:...... جب ابراہیم رضی اللہ عنہ کی چاہی اہانت علی نے کی علی کی اعانت

قرآنی فیصلہ:...... قلنا یا نارکونی بردسلام علیٰ ابراہیم

شیعی عقیدہ:...... علی کا معجزہ اک اک ہے نادر ☆ علی کی ذات ہے ہر شئی پہ قادر

قرآنی فیصلہ: ان اللہ علی کل شیءقدیر

حال کے شیعہ اگرچہ بظاہر حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کے قائل نہیں۔ تاہم اوصاف علی رضی اللہ عنہ ایسے بیان کرتے ہیں جو آپ کے درجہ الوہیت تک پہنچا دیتے ہیں۔ جس کا

واضح ثبوت ہم سابقہ اوراق میں کر چکے ہیں۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کا ناطق فیصلہ پڑھیے جس سے روز روشن کی طرح حق واضح ہو جائے گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات مبارکہ نے شیعہ وسنی ہر دو فریق کے سوال کا صاف صاف الفاظ میں ناطق فیصلہ فرما دیا۔ چنانچہ نہج البلاغہ جلد اول صفحہ 261 میں ہے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سیهلك فی صنفان محبٌ مفرطٌ یذهب بهِ الحب الی غیر الحق و مبغض مفرطٌ یذهب بهِ البغض الیٰ غیر الحق وخیر الناس فی حالا النمط الا وسط فالرموهٔ والزموا السواد الا عظم فان یدالله علی الجماعة وایاکم والفرقة فان الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذئب الا من دعیٰ الی هذا الشعار فاقتلوهٔ ولو کان تحت عما متی هذهٖ

ترجمہ:۔ عنقریب میرے متعلق دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے ایک محبت کرنے والا جو حد سے بڑھ جائے۔ جس کو محبت خلاف حق کی طرح لے جائے دوسرا بغض رکھنے والا حس سے کم کرنے والا جس کو بغض خلاف حق کی طرح لے جائے۔ اور سب سے بہتر حال میرے متعلق درمیانی گروہ کا ہے جو نہ زیادہ محبت کرے اور نہ بغض رکھے پس اس درمیانی حالت کو اپنے لئے ضروری سمجھو اور سواد اعظم یعنی بڑی جماعت کے ساتھ رہو۔ کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور خبردار جماعت سے علیحدگی نہ اختیار کرنا کیونکہ جو انسان جماعت سے الگ ہو جاتا ہے وہ شیطان کے حصہ میں جاتا ہے۔ جیسا کہ غلہ سے الگ ہونے والی بکری بھیڑیے کا حصہ بنتی ہے۔ آگاہ ہو جاؤ جو شخص تم کو جماعت سے الگ ہونے کی تعلیم دے اُس کو قتل کر دینا اگر چہ وہ میرے اس عمامہ کے نیچے ہو۔ مقام غور وفکر جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے اس خطبہ میں حقانیت مذہب اہل سنت و جماعت پر مہر کر دی ہے اور رافضیوں اور خارجیوں کے مذہب کو مردود قرار دیا ہے۔ کیونکہ شیعہ محب مفرط ہیں جو حضرت علی اور دیگر ائمہ اہل بیت کو مثل نبی علیہ السلام معصوم سمجھتے ہیں اور حضرت علی کو دیگر انبیاء سے افضل اور نبی آخر الزماں کا ہم پلہ سمجھتے ہیں اور اوصاف علی رضی اللہ عنہ ایسے بیان کرتے ہیں جو آپ کو درجہ الوہیت تک پہنچا دیتے ہیں۔ پھر بھی شاید شیعہ کہہ دیں کہ ہم حضرت علی کی محبت میں افراط کر کے خلاف حق

کی طرف نہیں گئے تو علی کرم اللہ وجہہ یہ تصریح بھی کر دی کہ جو عقیدہ میرے متعلق سواداعظم یعنی تمام مسلمانوں میں بڑی جماعت کا ہے اُسے اختیار کرو جو شخص سواداعظم کے خلاف تعلیم دے وہ واجب القتل ہے وہ چاہے میرا ہی لباس پہن کر آئے اب یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ شیعہ اور خارجی بمقابلہ مسلمانان اہل سنت و جماعت آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے۔

اگر شیعہ پھر بھی نہیں مانتے تو ہم ان کو معتبر شیعہ جو ان کے اکابر علماء میں شمار ہوتا ہے اس کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ جن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی انہوں نے کہا جب بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب افضل العبادات میں بحکم رسول پیشوا و امام بنائے گئے تو دنیوی امور میں بدرجہ اولیٰ امام بننے کے مستحق قرار پائے جائیں گے۔

اس کے بعد نوبختی صاحب کتاب نے لکھا کہ مہاجر و انصار جب خلافت کے بارے میں اختلاف ہوا۔ تو مہاجرین نے کہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث پاک میں ہے کہ امام و خلیفہ قریش سے ہوں گے تو انصار اور اُن کے متبعین نے ابو بکر صدیق کی طرف رجوع کیا۔ سوائے چند آدمیوں کے فصار مع ابی بکر السواد الاعظم والجمهور الا کثر فلبثو معه، و مع عمر مجتمعین علیها راضین بهما پس ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ سواداعظم (بڑی جماعت) اور جمہور اور اکثریت وابستہ ہوگئی اور ان تمام نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گئے اس پر اجماع ہو گیا۔ (فرق الشیعہ مصنفہ محمد الحسن شیعی صفحہ 3 تا 4)

نوٹ:- اسبات کا شیعہ مؤرخ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ سواداعظم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو خلافت حقہ سمجھا ہے۔ تو روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت ہی ہیں جو خلافت صدیقی کے بعد از نبی قائل ہیں۔ الی اصل شیعہ جو کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت باعث نجات ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ حضرت علی کی محبت باعث ہلاکت بھی ہے۔ آپ کی محبت باعث نجات اس وقت ہے جبکہ مسلک اہل سنت و جماعت کے موافق ہو۔ فرمان مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ تیرہ فرقے تہتر فرقوں میں ایسے ہوں گے کہ سب کے سب میری مودت و محبت کا دعویٰ کریں گے مگر ان تیرہ میں صرف ایک جنت میں جائے گا۔

اور وہ واحدة منها فی الجنة وهی النمط الاوسط واثنتا عشرة فی النار

وہی ہے جو درمیانی حالت میں رہا اور بارہ فرقے دوزخ میں جائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اثنا عشر یعنی بارہ فرقوں کو جہنمی قرار دیا اور نجات پانے والے گروہ کو فرمایا کہ جو معتدل عقیدہ میرے ساتھ رکھے گا۔ (معتدل عقیدہ سوائے اہل سنت جماعت کسی کا نہیں ہے) احتجاج طبرسی صفحہ 134 مطبوعہ ایران۔

شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب صفحہ 128 تیرھویں سطر بعنوان آیہ استخلاف کی تشریح۔
ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں اللہ نے اُن سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اُس نے ان پر پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا وہ میری بندگی کریں گے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں۔ (النور 55) اس کی تفسیر و تشریح کے متعلق سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا فرمان نقل کرتے ہیں۔
اس جائز اور صحیح نوعیت کی خلاف کا حامل کوئی ایک شخص یا خاندان یا طبقہ نہیں ہوتا بلکہ وہ جماعت اپنی مجموعی حیثیت میں ہوتی ہے۔ جس مذکورہ بالا اصولوں کو تسلیم کر کے اپنی ریاست قائم کی ہو۔ سورۃ النور آیت 55 کے الفاظ لیستخلفنھم فی الارض اس معاملہ میں صریح ہیں۔ اب پڑھیئے سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کو اپنی اس تفسیر کردہ آیت کے مطابق دیکھتے ہیں۔ (خلافت و ملوکیت صفحہ 232)
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام امت پر افضل قرار دیتے ہوئے عقیدہ سب سے پہلے خلافت اُن کیلئے ثابت کرتے ہیں۔ پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کیلئے پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کیلئے پھر علی بن ابی طالب کیلئے اور یہ خلفائے راشدین اور ائمہ مہدیین ہیں۔ دیگر سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نہایت محتاط اور فکر آخرت کے دعویدار ابو یزید محمد دین بٹ اپنی کتاب خلاف رشید ابن رشید کے صفحہ 370 میں بعنوان ہر اہل ایمان حق بات کی تائید کرتا ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ابو یزید خارجی محمد دین بٹ کو اس کے ارسال کردہ خط کے جواب میں لکھتے ہیں۔
محترم و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپ کا عنایت نامہ ملا آپ کے سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ یزید کی تکفیر غلط اور اس کے لئے دعائے مغفرت جائز ہے اور اس سے زیادہ

قیل وقال کے بجائے ہمیں اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہیے۔ حیرانگی کی بات ہے شاہ صاحب اپنی کتاب "حقیت اہل ذکر کے صفحہ 203" پر لکھتے ہیں۔ اصول مناظرہ یہی ہے کہ مد مقابل کے عقیدہ سے دلائل دیئے جائیں۔ شاہ صاحب آپ میری کتاب "اظہار حقیقت الحق" کا جواب لکھ رہے ہیں تو یہ تحریری مناظرہ ہے۔ تو سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سے آپ کا عقیدہ ملتا ہے اور ہم کو ان کے بعض خیالات سے اتفاق نہیں وہ خود لکھتے ہیں کہ میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت وشافعیت ہی کا پابند ہوں۔ (رسائل ومسائل حصہ اول صفحہ 235 مصنفہ سید ابوالاعلیٰ مودودی)

میرے نزدیک اہل علم کیلئے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی شدید تر چیز ہے۔ (رسائل ومسائل حصہ اول صفحہ 246) تو خود اپنی کتاب میں شاہ صاحب آپ نے صفحہ 129 پر سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا یہ فرمان لکھا کہ اس جائز اور صحیح نوعیت کی خلافت کا حامل کوئی ایک شخص یا خاندان یا طبقہ نہیں ہوتا بلکہ وہ جماعت اپنی مجموعی حیثیت میں ہوتی ہے اس عبارت کو غور سے پڑھو۔ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور انہیں کے خاندان سے باقی گیارہ ائمہ اہل بیت کے سوا خلافت ظاہری وباطانی کے دعوے دار کاذب ہیں۔ تو کیا آپ اپنے عقیدہ سے بھی جاہل ہیں۔ آپ کے عقیدے کی تو جڑ کٹ گئی اور خلافت (ظاہری یعنی دینی ودنیاوی بادشاہت) خلفائے راشدین کیلئے ہمارا ایمان ہے۔ پھر آپ نے اپنی کتاب میں سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا عقیدہ دربارہ خلافت صفحہ 220 پر یوں نقل کیا ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام امت پر افضل قرار دیتے ہوئے سب سے پہلے خلافت ان کیلئے ثابت کرتے ہیں۔ پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کیلئے پھر عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے پھر علی بن ابی طالب کیلئے اور یہ خلفاء راشدین اور ائمہ مہدیین ہیں۔ خلافت وملوکیت صفحہ 232 شاہ صاحب بخاری سید مودودی صاحب نے نہیں لکھا۔ خلفائے ثلاثہ کو خلفائے راشدین آپ کے ائمہ پاک علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہ اور امام حسن پاک رضی اللہ عنہ اور آپ کے اکابر نے بھی تسلیم کیا ہے۔ پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول مبارک پڑھیے۔ امام جعفر صادق اپنے والد ماجد محمد باقر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ ایک

قریش نوجوان امر المومنین علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا حضرت میں نے بھی آپ سے خطبہ فرماتے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے۔ الفاً اللھم اصلحنا بما اصلحت به الخلفاء الراشدین فمن هما؟ فقال حبیبای و عماك ابو بكر و عمر اماماً الهدیٰ و شیخا الاسلام و رجلاً قریش و المهتدیٰ بهما بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم و آله من اقتدیٰ بهما عصم و من اتبع اثارهما هدی الی صراط مستقیم اے میرے اللہ ہم پر اُسی مہربانی کے ساتھ کرم فرما جو کرم و مہربانی تو نے خلفائے راشدین پر فرمائی۔ تو وہ خلفائے راشدین کون ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا وہ میرے پیارے ہیں اور تیرے چچا ہیں۔ ابوبکر و عمر دونوں ہدایت کے امام ہیں اور وہ دونوں اسلام کے پیشوا ہیں جس شخص نے ان کی اقتداء کی اُس نے صراط مستقیم کی ہدایت پائی۔ (تلخیص الشافی للمحقق طوسی جلد دوم صفحہ 428) یہ قول کسی ذاکر یا مجتہد کا نہیں بلکہ معدن صدق و صفا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا ہے اور روایت بھی ائمہ صادقین طیبین الطاہرین میں سے ہے۔ اب دیکھیے محبت و تولّی کا دم بھرنے والے اس پر ایمان لاتے ہیں یا نہیں۔ ہاں محقق طوسی نے اس روایت پر اپنی کتاب تلخیص الشافی میں لکھ کر اس پر اعتراض کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ روایت بے شک صحیح ہے اور ائمہ معصومین سے مروی ہے مگر اس کے راوی ایک ایک ہیں اس لئے میں اس پر اعتبار نہیں کرتا۔ یعنی امام جعفر صادق صاحب اکیلے اپنے والد امام زین العابدین سے روایت فرماتے ہیں کہ امام زین العابدین اکیلے حضرت علی المرتضٰی سے روایت فرماتے ہیں لہٰذا یہ خبر آحاد نا قابل اعتماد شیعہ ہے۔

جواب:۔ شیعہ مذہب میں بارہ امام ائمہ معصومین ہیں اس لئے ان سے غلطی تمہارے مذہب میں ممکن ہی نہیں۔ دوسرے یہ روایت جو ہم نے لکھی ہے اس کے پہلے راوی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ فرماتے ہیں میری حدیث اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اس کا ثبوت اصول کافی میں حماد بن عثمان وغیرہ نے کہا۔ قالو سمعنا ابا عبدالله علیه السلام یقول حدیثی حدیث ابی و حدیث ابی حدیث جدی و حدیث جدی حدیث الحسین و حدیث الحسین حدیث الحسن و حدیث الحسن حدیث امیر

المؤمنين و حديث امير المؤمنين حديث رسول الله و حديث رسول الله قول الله عزوجل (اصول کافی جلد اول کتاب العقل والجہل صفحہ 56)

نوٹ:۔ جس کو فرمان خدا پر یقین نہ آئے اس کا مرض لا علاج ہے۔ اور ختم علی قلوبھم کا مصداق ہے۔

۲......انها واردة فی اصحاب النبی وقد انجز الله باستخلافهم فی الارض و تمكين دينهم و تبديل خوفهم امنا بما اعز الا سلام بعد رحلة النبی فی ايام الخلفاء الراشدين والمراد باستخلافهم استخلاف الخلفاء الاربعة بعد النبی

آیہ استخلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے حق میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں اپنا وعدہ پورا کیا کہ انہیں زمین کی خلافت دی ان کے دین کو استحکام دیا ان کے خوف کو امن سے بدل دیا۔ اسلام کا غلبہ اس کا سبب بنا یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں ہوا۔ (تفسیر مجمع البیان جلد چہارم صفحہ 341)

۳ صالحه علی ان يسلم اليه ولاية امر المسلمين علی ان يعمل فيهم بكتاب الله تعالیٰ و سنة رسول الله صلی الله عليه وسلم و سيرة الخلفاء الراشدين حضرت امام حسن پاک رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان یہ طے پایا وہ صلح یہ تھی مسلمانوں کی ولایت میں تمہیں اس شرط پر سپرد کرتا ہوں کہ تم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت خلفائے راشدین کے مطابق عمل کرو۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول صفحہ 5/0 تذکرہ امام حسن)

۴ ثم لما قتل علی عليه السلام واستقب الامر لمعاوية وانقضیٰ دور الخلفاء الراشدين پھر جب حضرت علی شہید ہوئے اور امر خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹا تو اس کے ساتھ خلفاء راشدین کا دور ختم ہوا۔ (اصل الشیعہ واصولہا صفحہ 115)

کتب شیعہ میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت بغیر جبر و اکراہ کے یعنی برضا و رغبت کی ہے۔ جیسا کہ شیعوں کے

امام الاکبر محمد الحسینی آل کاشف الغطا نے اپنی مشہور کتاب اصل الشیعہ وصوالہا میں اس طرح تصدیق وتوثیق کی ہے۔

ثبوت نمبر ا:- وحین رایٰ ان المتخلصین اعنی الخلیفة الاول والثانی بذلا اقصیٰ الجهد فی نشر کلمة التوحید و تجهیز الجنود و توفیح الفتوح ولم یستاثروا ولم یستبدوا بایعع وسالم واغضیٰ عما یراہ حقاله'

ترجمہ:- جب دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وعمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کلمہ توحید کی نشرو اشاعت میں اور لشکروں کی تیاری میں پوری پوری کوششیں کی اور انہوں نے اپنی ذات کو کسی معاملے میں ترجیح نہ دی اور نہ ہی کسی پر زیادتی کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن سے مصالحت کرتے ہوئے اُن پر بیعت کرلی اور اپنے حق سے چشم پوشی کی کیونکہ اس میں اسلام کے متفرق ہونے سے حفاظت تھی۔ (اصل الشیعہ وصوالہا صفحہ 115)

ثبوت نمبر ۲:- شیعہ حضرات کی معتبر کتاب وان اُرید بالبیعۃ الصفقۃ واظہار الرضا فذالک مما وقع منہ اگر بیعت سے مراد ہاتھ میں ہاتھ دینا اور رضا اور خوشنودی کا اظہار کیا جائے تو یہ بیعت حضرت علی نے ضرور کی ہے۔ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہاتھ بھی دیا اور زبان سے بھی رضا و خوشی کا اظہار کیا۔

نوٹ:- سید علم الہدیٰ کی تصریح سے صاف ثابت ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہایت رضا مندی سے خلفاء کی بیعت کی تھی۔ سبائی راویوں نے اس موقع پر نہایت ذلت آمیز کہانیاں (یعنی حضرت علی کے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹتے ہوئے لے جا کر زبردستی حضرت ابوبکر بیعت کرائی) چسپاں کر کے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا ہے اور ان کی سبایت طشت ازبام ہو گئی۔

(تنزیہہ الانبیاء والائمہ مصنف علم الہدیٰ سید مرتضٰی مطبوعہ تہران صفحہ 138 جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے)

ثبوت نمبر ۳:- کتاب شیعہ لما کان بعد بیعتہ ابی بکر قعد علی ابن ابی طالب صلوات اللہ علیہ فی بیتہٖ فقیل لا بی بکر قد کرہ بیعتک فارسل الیہ فقال اکرھت بیعتی قال لا واللہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ آپ مجھ سے بیعت کرنا مکروہ سمجھتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں آپ سے بیعت کرنا لازم اور پسندیدہ عمل سمجھتا ہوں۔
نوٹ:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے قول کی قسم سے مؤکد کرتے ہوئے منکرین بیعت کے منہ پر وہ کاری تھپڑ رسید کیا کہ زبردستی بیعت کی۔ سبائی راویوں کی جھوٹی کہانیاں تصنیف کرنے والے بعدازیں ہرگز اس قسم کی جرأت نہیں کرسکیں گے۔ مگر حیا شرط ہے۔
(فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب علامہ نوری طبری صفحہ 7)
ثبوت نمبر۴:۔ خطبہ نمبر 37 اور 81 از نہج البلاغۃ الذلیل عندی عزیز اخذ الحق لہ' القوی عندی، ضعیف حتی اخذ الحق منہ
ترجمہ:۔ عاجز آدمی میرے نزدیک زبردست ہے۔ تاکہ اس کا حق اوروں سے لے کر دلاؤں اور زبردست میرے نزدیک ضعیف ہے یہاں تک کہ مظلوم کا حق اُس سے لے لوں۔ یعنی مجھے ظالم سے ڈر نہیں بلکہ ظالم میرے سامنے ناتواں اور کمزور ہے جب تک وہ اپنے ظلم سے باز نہ آئے۔ اور مظلوم کا حق ادا نہ کردے۔ جب حضرت علی کی یہ حالت تھی تو پھر وہ کسی زبردست سے کیوں ڈرتے۔ اگر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تو کیوں چھوڑتے۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ جانتے تھے۔ خلافت کا پہلے حقدار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہے۔ اور خدائی فیصلہ بھی یہی ہے۔ آگے فرماتے ہیں رضینا عن اللہ قضآءہ' وسلمنا للہ امرہ'۔
ترجمہ:۔ ہم اللہ کے فیصلے پر راضی ہو گئے اور جو اللہ کا حکم ہے اُس کو تسلیم کرلیا۔ آگے فرماتے ہیں اترانی اکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واللہ لا نا اول من صدقہ فلا اکون اول من کذب علیہ۔
ترجمہ:۔ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں رسول اللہ پر جھوٹ بولتا ہوں۔ واللہ میں نے سب سے پہلے اُن کی تصدیق کی ہے۔ اب میں سب سے پہلے اُن پر جھوٹ بولنے والا نہیں ہوں گا۔ یعنی رسول خدا مجھ کو یہ خبر دے گئے کہ پہلی خلافت ابوبکر کی ہے میں یہ خبر بھی بیان کرتا ہوں۔ ہرگز جھوٹی نہیں۔ آگے فرماتے ہیں فنظرت فی امری فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی (ترجمہ) میں نے اپنے معاملہ میں غور وفکر کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت

کرنا اپنے لئے بیعت لینے سے بہتر ہے۔ اس کی شرح ابن میثم کی زبانی یعنی حضور علیہ السلام نے مجھے دیا تھا۔ کہ خلفاء کی مخالفت نہ کرنا اس بات پر سبقت لے گیا اور میں قوم سے بیعت لوں گا۔ آگے فرماتے ہیں۔

واذا لمیثاق فی عنقی الغیری ای میثاق رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم و عهده الی بعدم المشاقة وقیل المیثاق مالزمة من بیعة ابی بکر بعد ا یقا عها۔

ایک یہ کہ اے علی اُن سے بیعت کرنا تم پر شاق نہ گزرے۔ کہ دل پر بھی کچھ بوجھ محسوس نہ ہو۔ بلکہ نہایت رضا اور خوشنودی سے بیعت کر لینا۔ دوسرا یہ کہ مہاجرین اور انصار نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی۔ اس وجہ سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہو گیا۔ اس لئے کہ بیعت کے وقت جو لوگ موجود ہوں اُن کی بیعت اُن پر بھی لازم ہو جاتی ہے جو اس وقت موجود نہ ہوں۔

فاذا میثاق القوم قدلز منی فلم یمکنی المخالفة بعده' انصار و مہاجرین کی بیعت نے مجھ پر لازم کر دیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلوں۔ یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کا فریضہ ادا کروں پس مخالفت کا تو سرے سے کوئی امکان ہی قطعاً باقی نہ تھا۔ (شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد دوم صفحہ 97 طبع جدید)

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اپنی حدیث ہی سے ثابت ہو گیا کہ آپ نے بحکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم برضا و رغبت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ بلکہ بیعت کرنے میں اتنی جلدی کی کہ پورا لباس بھی زیب تن نہ کر سکے۔

صاحب ''روضۃ الصفاء'' اس کو یوں نقل کرتے ہیں: امیر المؤمنین علی چوں استماع نمود کہ مسلمانان بر بیعت ابوبکر اتفاق نمودند بتعجیل از خانہ بیروں آمد چنانچہ ہیچ در برنداشت بغیر از پیرہن نہ آزادنہ ردا ہمچناں نزدیک صدیق رفتہ باو بیعت نمود بعد ازاں فرستادند تا جامہ بمجلس آورند۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سنا کہ تمام مسلمانوں نے ابوبکر صدیق کی بیعت پر اتفاق کر لیا ہے تو اسقدر جلدی اپنے گھر سے باہر تشریف لائے کہ چادر اور تہبند بھی نہ اوڑھ

سکے۔ صرف پیراہن میں ملبوس تھے اسی صورت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور دبیعت کرلی۔ بیعت سے فارغ ہونے کے بعد چند آدمی کپڑے لانے کیلئے روانہ ہو گئے تاکہ مجلس میں کپڑے لے آئیں۔ (روضۃ الصفاء جلد دوم صفحہ 432 ذکر بیعت امیر المؤمنین)

ہم نے پانچ حوالے بیان کردیئے کہ اللہ پاک کے فیصلے پر راضی ہوکر بحکم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم برضا رغبت خوشنودیٔ دل کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔ مگر مقولہ ہے کہ دروغ گورا حافظہ نہ باشد یعنی جھوٹا شخص یاداشت سے محروم ہوتا ہے۔ اُسے اپنا جھوٹ ثابت کرنے کیلئے کئی اور جھوٹ بولنا پڑتے ہیں اور وہ اپنے پہلے کلام کے متعلق یاداشت نہ رہنے کی بناپر اس کی تردید بھی کردیتا ہے۔ یہی حال ان بہانہ سازوں اور راویان سبائی قوم کا ہے۔ بس ایک ہی دھن سوار ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلفائے ثلثہ کی بیعت کرلینا دھونس اور مجبوری کے ساتھ بادل نخواستہ ہوا تھا۔ اب ہم ان کے بہانوں سے خود ان کی تردید اور افسانہ طرازی ثابت کرتے ہیں۔ (نفس الرحمان)

قال سلمان فلما کان اللیل حمل علی فاطمہ علی حماد اخذ بیدی ابنیہ الحسن والحسین فلم یدع احداً من اھل بدر من المھاجرین ولا من الانصار الا اتاہ فی منزلہ وذکر حقہ' ودعاہُ الی الصرتہ فما استجاب لہ' من جمیعھم الا اربعۃ واربعون رجلاً۔

ترجمہ:۔ حضرت سلمان نے کہا کہ جب رات ہوئی تو حضرت علی نے جنابہ فاطمہ کو گدھے پرسوار کیا اور اپنے دونوں بیٹوں حسن وحسین کے ہاتھ پکڑے پھر آپ نے مہاجرین و انصار کے ایک ایک گھر میں جاکر انہیں اپنا حق بتایا۔ اور مدد کیلئے پکارا۔ ان میں سے چالیس مردوں کے بغیر کسی نے بات نہ مانی۔ انہیں حضرت علی نے فرمایا کہ صبح تم سب کے سب سر منڈوا کر مسلح ہوکر آنا اور مرنے پر بیعت کرنا صبح کو صرف چار آدمی آئے۔ دوبارہ رات کو حضرت علی مہاجرین وانصار کو اپنے حق میں ہموار کرنے کی کوشش ناکام ہوتے دیکھی اور وہ چالیس آدمی بھی جن کو آپ نے سر منڈوا کر اور مسلح ہوکر آنے کو کہا تھا ان سے صرف چار آدمی حامی مل سکے۔

(احتجاج طبرسی لمارای علی علیہ السلام غدرھم وقلۃ وفائھم صفحہ 52 جلد اول مطبوعہ قم۔ نفس الرحمان فی فضائل سلمان باب 11)

(لزم بیعہ') حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی بے وفائی اور دھوکہ بازی کا علم ہو گیا تو آپ نے گھر بیٹھے رہنا اختیار کیا۔ بہانہ دوم حضرت علی نے نبی علیہ السلام کے ارشاد کے پیش نظر حضرت ابوبکر صدیق سے لڑائی چھوڑ کر بیعت کر لی۔

فنظرت فاذ اطاعتی قد سبقت بیعتی امی طاعتی بہانہ دوم لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما امر نی بہ من ترک القتال قد سبقت بیعتی علامہ ابن میثم میں (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے غور و فکر کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرا اطاعت کرنا ہی بہتر ہے۔ لوگوں سے اپنی بیعت لینے سے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لڑائی سے باز رہنے کا حکم فرمایا تھا۔ میں آپ کے اس حکم کی اطاعت کرنے کو اولیت دیتا ہوں لہذا قوم کی اتباع کرتے ہوئے میں نے بیعت صدیقی کر لی۔ (شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد 2 صفحہ 97 زیر خطبہ 36)

جواب:- ان دونوں بہانوں کے مضمون میں غور فرمائیں ایک طرف تو حق خلافت کو حاصل کرنے کیلئے۔ سیدہ بنت رسول اور حسنین کریمین کو مہاجرین و انصار کے ایک ایک گھر پھرا کر انہیں ہم نوا بنانے کا خیال فرمایا اور جب نا اُمیدی ہوئی تو ان کی غداری اور بے وفائی دیکھ کر مایوس ہو کر گھر بیٹھ گئے۔ ورنہ ضرور جہاد کرتے اور اپنا حق کسی کو نہ دیتے۔ اور دوسری طرف جھگڑا ہی ختم کر دیا کہ حضور علیہ السلام نے آپ کو منع کر دیا تھا اور آپ کے ارشاد کے مطابق جہاد سے دستبرداری کر کے بیعت کر لی۔ جب ان بہانہ سازوں پوچھتا ہوں کہ اگر حضور علیہ السلام کا ارشاد پاک تھا کہ لڑائی نہیں کرنی تو مہاجرین و انصار کے پاس سیدہ بنت رسول کو گدھے پر سوار کر کے بمعہ حسنین کریمین کو کیوں لے گئے اور انہیں ہمنوا و معاون بنانے کیلئے تگ و دو کی اور حضور علیہ السلام کا ارشاد کیوں پس پشت ڈال دیا؟ گویا پہلا بہانہ اس بنا پر تھا۔ معاون و مددگار غمخوار نہ ملے ورنہ سب کچھ کر گزرتے اور دوسرا بہانہ یہ کہ حامی تو بہت تھے لیکن بمطابق ارشاد رسول علیہ السلام ہاتھ نہ اٹھایا۔ خدارا انصاف کرو کہ ان دونوں بہانوں میں کتنی مخالفت ہے۔

بہان سوئم زرراہ کے پوچھنے پر امام امام محمد باقر رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حق خلافت سے دستبرداری کے متعلق یہ موقف بیان کرتے ہیں۔

قال علیہ السلام خوفاً ان یرتدوا یعنی آپ نے مسلمانوں کے مرتد ہو جانے کے خطرہ کے پیش نظر اپنے لئے خلافت کی فضا ہموار نہ کی بلکہ خلافت سے دستبرداری قبول فرمائی۔ لیکن مسلمانوں کا مرتد ہونا پسند نہ فرمایا۔ اُدھر خود کتب شیعہ سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال فرمانے کے بعد صرف تین چار اشخاص مسلمان رہ گئے باقی سب مرتد ہو گئے۔ (عقائد شیعہ میں سوائے تین صحابہ کرام کے معاذ اللہ سب مرتد ہو گئے)

قال کان الناس اھل الردۃ بعد النبی الا ثلثہ فقلت ومن الثلاثۃ؟ فقال المقداد بن الاسود۔ ابوذر الغفاری، سلمان الفارسی، رجال کشی صفحہ 12 ذکر سلمان فارسی۔ تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین ذکر مصیبت عظمیٰ۔ احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ 13۔

ترجمہ:۔ امام ابوجعفر جناب امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد تین آدمیوں کے سوا سب مرتد تھے۔ میں نے پوچھا وہ تین کون ہیں۔ فرمایا مقداد بن الاسود۔ ابوذر غفاری۔ سلمان فارسی۔ آپ نے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے مرتد ہو جانے کے خطرہ کے پیش نظر خلافت سے دستبرادی قبول فرمالی۔ لیکن مسلمانوں کا مرتد ہونا پسند نہ فرمایا۔ ادھر شیعہ کتب یہ ثابت کرتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد صرف تین یا چار اشخاص مسلمان رہ گئے باقی سب مرتد ہو گئے تو جس خطرہ کے پیش نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبرداری کی وہ حقیقت بن گیا۔ تو پھر اس خطرہ کا خطرہ کیسا؟ اسے کہتے ہیں جھوٹ بھی اور سینہ زوری بھی۔ آؤ ہم حضرت علی المرتضیٰ معدن صدق وصفا سے خود پوچھیں کیا اس قسم کے بہانے انہوں نے کئے۔ یا ان کی نسبت آپ کی طرف ہو سکتی ہے۔ آپ کا کلام ہے۔

واللہ ما کانت لی فی الخلافۃ رغبۃ ولا فی الولایۃ اربۃ ولکنکم دعوتمونی الیھا وحملتمونی علیھا۔ ترجمہ: خدا کی قسم! نہ تو مجھے خلافت کی کبھی خواہش تھی اور نہ ولایت کی حاجت لیکن تم لوگوں نے مجھے اس کی طرف بلایا اور یہ بوجھ مجھ پر لاد دیا۔

(نہج البلاغۃ خطبہ نمبر 205)

وان ترکتمونی فانا کاحد کم ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ امرکم وانا لکم وزیراً خیراً لکم امیراً

ترجمہ:- اور اگر تم مجھے چھوڑ دو گے تو میں بھی خلیفہ وقت کی اطاعت اور بات قبول کرنے میں تمہاری طرح ہوں گا۔ بلکہ میری اطاعت اور سمع تم سے بڑھ کر ہوگی اور میں اپنے لئے تمہارا وزیر بننا اس بات سے بہتر سمجھتا ہوں کہ تمہارا امیر بنوں۔ (نہج البلاغۃ خطبہ 92 سے مذکوران دو خطبوں کے الفاظ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبان اقدس سے ان کے ارادوں اور خیالات کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ وہ یہ کہ نہ تو آپ خلافت کے خواہشمند تھے اور نہ ہی اس کیلئے آپ نے جوڑ توڑ کیا۔ بلکہ صحابہ کرام کو صاف فرمایا کہ تمہارا اور میرا فائدہ اسی میں ہے کہ مجھے وزیر بنالو خلیفہ نہیں۔ (بقول حضرت علی ؓ ابوبکر و عمر ؓ نے خلافت کا حق ادا کر دیا تو ہم نے اُن سے ناراضگی چھوڑ دی۔ (از وقعۃ صفین حمد و صلوٰۃ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔۔۔۔۔۔ کہ آپ کے بعد لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا یہ دونوں **احسنا السیرۃ وعدہ فی الامۃ وقد وجدنا علیھما ان تولیا الا امر دوننا و نحن آل الرسول واحق بالامر فغفرنا ذالك لھما**

(وقعۃ صفین صفحہ 149 مطبوعہ بیروت)

سیرت و کردار میں اعلیٰ پایہ کے انسان تھے۔ اور اُمت میں خوب عدل کیا۔ ہمیں ان دونوں سے یہ شکایت تھی کہ ہم آل رسول جو خلافت کے زیادہ حقدار ہیں ہم سے پوچھے بغیر یہ لوگ خلیفہ بن گئے۔ لیکن ہم نے ان کی اس غلطی کو معاف کر دیا۔ کیونکہ اُمت میں عدل و انصاف کرنا ہی ہمارا مقصود تھا۔ جو انہوں نے بخوبی انجام دیا۔ حاصل کلام

۱۔۔۔۔۔۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حسن سیرت اور اُمت میں عدالت کی برقراری کی تحسین و تعریف فرمائی۔

۲۔۔۔۔۔۔ ابتداً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے مشورہ نہ کرنے کی وجہ سے کچھ ناراضگی تھی اور ان کا خیال تھا کہ آل رسول ہونے کی وجہ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا حق ہمیں پہنچتا

ہے۔ لیکن جب منشائے خلافت دیکھا کہ ان دونوں نے سیرت کا اعلیٰ معیار اپنایا اور اُمت میں عدالت فرمائی۔ تو ہم نے ناراضگی دور فرمادی اور صاف اعلان فرمایا کہ ہم نے معاف کر دیا۔ مقام غور و فکر آپ پڑھ چکے ہیں کہ شیعہ حضرات مسئلہ خلافت کو اصول دین میں شمار کرتے ہیں اور یہ بات سبھی مانتے ہیں کہ اصول دین تبدیل نہیں ہوا کرتے۔ جس طرح کوئی پیغمبر کسی غیر پیغمبر کو اپنی جگہ پیغمبر نہیں بنا سکتا۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ واقعی خلیفہ بلا فصل تھے تو کسی طرح بھی یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم نہ کرتے۔ لیکن اس خطبہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کی خلافت کو تسلیم بھی کیا اور اپنی طرف سے انہیں معاف بھی فرمایا اور جیسا کہ ہم کتب شیعہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور آپ کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ثم قام تهيا للصلوٰة و حضر المسجد و صلى خلف ابى بكر ترجمہ: پھر حضرت علی اُٹھے اور نماز کی تیاری کر کے مسجد میں تشریف لائے اور ابوبکر صدیق کے پیچھے اُن کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ (احتجاج طبرسی صفحہ 60)

امام حسن پاک خلفائے ثلثہ کو خلفائے راشدین سمجھتے تھے

صالحة على ان يسلم اليه والاية امر المسلمين على ان يعمل فيهم بكتاب الله وسنة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وسيرة الخلفاء الراشدين وليس لمعاوية بن ابى سفيان ان يعهد الى احد من م بعده عهدًا بل يكون الامر من م بعده شورىٰ بين المسلمين

ترجمہ:- وہ صلح نامہ جو حسن بن علی اور معاویہ بن ابوسفیان کے درمیان طے پایا وہ صلح یہ تھی کہ مسلمانوں کی ولایت میں تمہیں اس شرط پر سپرد کرتا ہوں۔ کہ تم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت خلفائے راشدین کے مطابق عمل کرو گے اور معاویہ بن ابوسفیان کو اس بات کی قطعاً اجازت نہ ہوگی کہ وہ اس کے بعد کسی سے اس قسم کا معاہدہ کرے۔ بلکہ پھر معاملہ خلافت مسلمانوں کی باہمی مشاورت سے ہوگا۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول صفحہ 570)

۱﴾......امام حسن پاک رضی اللہ عنہ معاملہ خلافت اور مسلمانوں کی ولایت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔

۲﴾......اس معاہدہ کی ایک شرط یہ تھی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے امر خلافت کے سلسلہ میں مسلمانوں کی مشاورت کے پابند ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ خلفائے اربعہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے نزدیک خلفائے راشدین تھے کیونکہ ان کی سیرت کی پابندی کو بطور شرط رکھا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے نزدیک خلیفہ کا انتخاب مجلس شوریٰ کو کرنا چاہیے۔ اگر ان کے نزدیک خلافت منصوص من اللہ ہوتی تو مومنین کی مجلس مشاورت کی شرط بے سود تھی۔ لہذا معلوم ہوا امام حسن رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ کا منصوص من اللہ ہونا جائز نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ آپ خود و امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب علی تشریف لائیں۔ اس پیغام کے ملنے پر وہ چلے اور ان کے ساتھ ہی سعد بن عبادہ بھی تھے۔ شام آئے پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک خطیب مقرر فرمایا جس نے امام حسن کو کہا اٹھیئے اور بیعت کیجئے۔ وہ اٹھے اور فقال یا حسن قم فبایع فقام فبایع ثم قال للحسین علیہ السلام قم فبایع فقام فبایع ثم قال یا قیس قم فبایع فالتفت الی الحسین علیہ السلام ینظرہ' ما یامروہ' فقال یا قیس انہ' امامی یعنی الحسن علیہ السلام بیعت کی پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کو بھی یونہی کہا گیا یہ بھی اٹھے اور بیعت کی پھر جب قیس بن سعد کو کہا گیا تو انہوں نے امام حسین کی طرف دیکھا اور ان کے منتظر تھے انہوں نے فرمایا امام حسن میرے امام ہیں جب انہوں نے بیعت کر لی تو تجھے اس پر کیا اعتراض ہے؟

(رجال کشی صفحہ 102 تذکرہ قیس بن سعد)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مصالحت کی بشارت بنویہ۔ ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہٖ بین فئتین عظیمتین من المسلمین (راوہ بخاری)

ترجمہ میرا یہ بیٹا حسن سید ہے۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرادے گا۔ جناب رسول پاک ﷺ نے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح او رامر خلاف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دینے کو جناب حسن رضی اللہ عنہ پاک کی سیادت وشرافت کا نشان اور اصلاح مسلمین بیان فرما کر اپنی رضا وخوشنودی کا برسر منبر اعلان فرمادیں۔ جمعہ کے خطبہ میں اور حضرت صدیق وفاروق وعثمان غنی وحضرت علی اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت کے سامنے اور سیدنا امام حسن کی سیادت اور کمال شرافت نے اس کو عملی طور پر قائم اور مضبوط کیا اور اس عمل کی برکت سے اسلام اور اہل اسلام پر ترقی اور فتوحات کے بند دروازے کھل گئے۔ خلاصہ یہ کہ سیدنا حسن کی طرف سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کر دینے کو حضور پر نور ﷺ بطور پیش گوئی بیان فرمایا اور آپ کے صحابہ کرام اور اکابرین اہل بیت اور تابعین نے بنظر استحسان اور اس کو دین وایمان کیلئے مفید اور موزوں سمجھا۔ مسلمان باہمی لڑائی کے بعد بھی مسلمان رہتے ہیں۔

سیدنا امام حسن پاک رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے یہ اشکال وشبہ بھی بخوبی رفع ہو جاتا ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور لڑائی کے بعد مسلمانوں کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت وعقیدت کیسے جائز ہے؟ جاننا چاہیے جنگ وجدال مخالفت وعداوت کے تمام حالات سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے سامنے تھے ان حالات کے باوجود سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین بنا کر آئندہ تمام مسلمانوں کو ہدایت کا راستہ دکھادیا کہ مسلمانوں بالخصوص صحابہ کرام کے درمیان کسی غلط فہمی اور اجتہادی لغزش سے اختلاف ہو جاتا ہے۔ اُن کے اس اختلاف اور باہمی لڑائی تک کے بعد بھی وہ بدستور حقیقی اور سچے مسلمان رہتے ہیں۔ کوئی کافر یا منافق یا دشمن اسلام نہیں بن جاتے۔ وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما (پارہ 26)

اگر مومنین کے دو گروہوں میں جنگ وقتال ہوا تو ان میں اصلاح کرو یہ آیت صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ مومنوں کے دو گروہ جنگ اور لڑائی کرنے کے باوجود پھر بھی مومن رہتے ہیں اور ان کی اصلاح اور باہمی مصالحت کی کوشش دین اور امان کا تقاضا ہے اور یہ بھی قرآن

پاک میں فرمایا گیا ہے۔ **یا ایھا الذین آمنو کتب علیکم القصاص** (پارہ 2) اے ایمان والوتم پر قصاص مقرر کیا گیا اور شرعاً قصاص اس مسلمان سے لیا جاتا ہے۔ جو دوسرے مسلمان کو ناحق اپنے اختیار اور ارادہ سے قتل کر دے جس سے ثابت ہے کہ باہمی جنگ وجدال اور قتل وخونریزی کے بعد بھی مسلمان بدستور مسلمان اور اہل ایمان ہوتا ہے۔ ایمان واسلام سے خارج نہیں ہو جاتا اسی لئے تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس قسم کا صحیح اور کامل مومن سمجھا کہ اُن کو تمام اہل ایمان اور صحابہ کرام واہل بیت عظام وخیر القرون کے لوگوں کا امیر امام بنا دیا۔ (اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات چنانچہ مقدمہ ابن خلدون اردو ترجمہ صفحہ 245 پر منقول ہے کہ عصر ثانی میں اسی حق وباطل کی تمیز کے باوجود اس پر سب کا اتفاق تھا چونکہ فریقین صاحب اجتہاد تھے اس لئے ہر دو فریق گناہ وگرفت سے پاک وبری تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ جنگ جمل اور صفین کے مقتولین کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے۔ بشرطیکہ اس کا دل پاک ہو۔ (نیت فساد کی نہ ہو) گویا آپ فریقین کے مقتولین کے بارے میں حکم لگا رہے تھے طبری اور دیگر مؤرخین نے یہی الفاظ نقل کئے ہیں۔ اسی طرح سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا شیعہ کی معتبر کتاب نہج البلاغۃ

ابتدا ہمارے واقعات کی یہ ہوئی کہ ہم میں اور اہل شام میں جنگ ہوئی **والظاھر ان ربنا واحد ونبینا واحد ودعوتنا فی الاسلام واحدۃ لا نستزید ھم فی الایمان باللہ والتصدیق برسولہٖ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یستزیدوننا فی الامر واحد الا ما اختلفنا فیہ من دم عثمان و نحن منہ براءٌ۔**

اور ظاہر ہے کہ ہمارا اُن کا رب ایک ہمارا اور اُن کا نبی ایک اور ہماری اور اُن کی دعوت اسلام میں ایک نہ ہم ایمان باللہ اور تصدیق الرسول میں اُن سے زیادہ اور نہ وہ ہم سے زیادہ۔ پس معاملہ ہمارا اور اُن کا ایک ہے صرف خون عثمان کے بارے میں ہمارا اور اُن کا اختلاف بڑھ گیا تھا حالانکہ خدا کی قسم میں اس سے بالکل پاک وصاف ہوں۔ تو خود علی کرم اللہ وجہہ کا اپنا فیصلہ یہی ہے کہ جنگ جمل وجنگ صفین میں لڑنے والے سب کے سب جناب علی المرتضیٰ اور

آپ کے طرف داروں کی طرح اہل اسلام واہل ایمان تھے اور جو لوگ ان لڑائیوں میں قتل ہوئے وہ دونوں طرف والے بہشتی ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جن کے دلوں میں اسلام اور اہل اسلام کے حق میں ناپاک جذبات تھے۔ جیسے سبائی بلوائی قسم کے حاسدین ومفسدین جو کسی فریق میں شامل رہ کر مارے گئے۔ (سبائی ہفوات وخرفات)

مقام غور وفکر کی بات ہے کہ لڑائیاں حضرت حسن پاک اور حسین پاک رضی اللہ عنہم کے سامنے ہوئی تھیں ان حضرات نے ان لڑائیوں کے بعد بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت وحکومت کا اہل سمجھا اور ساری عمر دوستانہ تعلقات قائم رکھے وار اس نے لاکھوں درا ہم ودظائف وہدایا وصول وقبول کئے تو یہ سب امور ہم مسلمانوں کیلئے کافی حجت ہیں۔ شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 173 پر ساتویں سطر پر لکھتے ہیں کہ ابوالعطاء نے اپنی کتاب کے صفحہ 420 پر لکھا ہے کہ اسامہ غلام زادہ نے کہا اے علی ابوبکر کی بیعت کرو۔

حضرت علی گئے اور بیعت کی اور آ کر کہا کہ اے اسامہ میں نے بیعت ابوبکر کر لی اس تمام واقعات سے حضرت علی کی مظلومیت ثابت ہوتی ہے۔

قارئین اصل واقعہ یوں ہے کہ شیعہ حضرات کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی کے صفحہ 53 پر ہے۔ **ثم تناول یدا ابی بکر فبایعه** پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کی اور اسی کتاب کے صفحہ 55 پر ہے کہ حضرت اسامہ نے جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا **هل بایعته** کیا آپ نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی ہے؟ فقال نعم یا اُسامہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں اُسامہ میں نے بیعت کر لی ہے۔ کہاں یہ فقرہ کہ اسامہ غلام زادہ نے کہا اے علی ابوبکر کی بیعت کرو یہ فقرہ شاہ صاحب اپنا لکھا ہوا ہے۔ اور کہاں یہ فقرہ جو میری کتاب کے صفحہ 420 اور 421 تک یہ لکھا ہے۔ کہ حضرت اُسامہ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں اُسامہ میں نے بیعت کر لی ہے واہ شاہ صاحب آپ نے کتاب کے صفحہ 420 سے خوب 420 سیکھ لی یا میری کتاب کے مطالعہ سے دماغی توازن درست نہیں رہتا ہے۔ کیونکہ الحق مر حق کڑوا یعنی تلخ ہوتا ہے۔ شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب

کے صفحہ 98 پر خلافت بلا فصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
جس نے اپنے امام زمانہ کی معرفت حاصل نہ کی وہ جاہلیت کی موت مرا۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ 128 پر آیہ استخلاف کی تفسیر سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی بیان کی غرضیکہ ہمارے پیش کردہ دلائل جو کہ ہم نے اپنی کتاب ''اظہار حقیقت الحق'' کے صفحہ 253 پر دیئے ہیں۔ بحث در مسئلہ خلافت کے باب میں شاہ صاحب ان بیسوں دلائل میں کسی ایک کا زمانہ ذکر کیا نہ جواب دیا۔ معلوم ہوا کہ ان دلائل کا جواب دینا ان کے بس کا روگ نہیں۔ شیعہ حضرات دعویٰ کرتے ہیں کہ خلیفہ برحق وہ ہے جو منصوص من اللہ ہو ہم اہل سنت کہتے ہیں کہ خلیفہ کے بارے میں اللہ کی طرف سے نص ہونا ضروری نہیں۔ ہم شیعہ حضرات سے پوچھتے ہیں کہ جب تمہارے نزدیک سیدنا علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل توحید و رسالت کی طرح اصول دین میں سے ہے تو ان مدعیان خلافت بلا فصل پر لازم ہے کہ اس کا ثبوت اسی طرح صراحت اور وضاحت سے پیش کریں جس طرح توحید و رسالت کی تفریح قرآن پاک میں موجود ہے تاکہ اللہ کی طرف منصوص ہونا ثابت ہو۔ میں اعلانیہ کہتا ہوں کوئی شیعہ اگر خلافت علی بلا فصل کو قرآنی آیات میں واضح اور صریح طور پر پیش کردے یا اہل سنت و جماعت کے ذخیرہ حدیث میں سے کوئی ایک متواتر حدیث پیش کر دے تو مبلغ پانچ ہزار روپے بھی ادا کردوں گا اور ان کا مذہب بھی اختیار کرلوں گا۔ شیعہ حضرات اب گوش ہوش سے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا قول مبارک سنو۔ فقلت لہ، جعلت فداک فبما تاویل قولہٖ (لیس لک من الامر شیٔ) قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرص ان یکون الامر لامیر المؤمنین (ع) من م بعدہٖ فابی اللہ جعفر بن محمد الغزاری حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی اے امام آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کیا مطلب و مفہوم ہے۔ لیس لک من الامر شیٔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے شدید متمنی تھے کہ اللہ تعالیٰ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کیلئے خلافت بلا فصل کا حکم عطا فرمائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا کرنے سے انکار کر دیا۔ (تفسیر الفرات الکوفی مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف)

اس روایت میں سردار اہل بیت نے یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ ہی کر دیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت سے حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا سوال کیا تو تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا انکار کر دیا۔ وجہ اس انکار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اے حبیب محترم! جس خلافت کا میں نے اپنے کلام میں وعدہ فرمایا ہے اس کی ترتیب میں خلیفہ بلا فصل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چوتھے نمبر پر ہوگی۔ چونکہ یہ ترتیب قلم قضاء وقدر سے تحریر ہو چکی ہے اس لئے اس میں تغیر وتبدل محال ہے۔

انا ابا بکر یلی الخلافة بعدی ثم بعده' ابوک فقالت من انباک هذا قال نبانی العلیم الخبیر آپ نے فرمایا اے حفصہ میرے بعد بے شک ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے پھر ان کے بعد تیرے والد بزرگوار عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس منصب پر فائز ہوں گے۔ اس پر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ حضور! یہ خبر آپ کو کس نے دی؟ آپ نے فرمایا مجھے اللہ علیم و خبیر نے خبر دی ہے۔

نوٹ:- اس حدیث کے الفاظ اتنے واضح اور غیر مبہم ہیں کہ جس کے پڑھنے کے بعد یہ بات یقینی بن جاتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا قصہ سراسر باطل اور من گھڑت ہے۔ شیعہ حضرات کا یہ دعویٰ کہ خلیفہ برحق وہ ہے جو منصوص من اللہ ہو۔ مگر سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے قرآنی آیات لیس لک من الامر شئ سے استدلال کرتے ہوئے اس آیت کی یہ تاویل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا انکار کر دیا۔ حالانکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمنا تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت بلا فصل ہو۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جن کو علم وعمل بلکہ سبھی اہل بیت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بطور میراث علمی ملا ہے۔ تو گویا یہ تاویل خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل بیت کو سمجھائی۔ شاہ صاحب نہج البلاغہ جو آپ کی کتاب قرآن کریم کے ہم پلہ معتبر ہے۔ اس میں جناب امیر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا اس میں یوں ارشاد ہے۔ ذرا ہوش سے سنو۔ انما الشوریٰ للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل و سموا اماماً کان ذالک لله رضی۔ (نہج البلاغہ مکتوب 2)

بے شک شوریٰ مہاجرین اور انصار کے شایان شان ہے تو یہ دونوں گروہ جس کی کو متفقہ

طور پر اپنا خلیفہ و امام بنانا منظور کر لیں تو وہ امام و خلیفہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہوگا۔

نوٹ:۔ یہ خطبہ جس کے الفاظ اوپر درج ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی خلافت کے حق ہونے پر بطور حجت و دلیل ارشاد فرمایا۔ اگر خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ منصوص من اللہ ہوتی تو شوریٰ مہاجرین و انصار کی دلیل و حجت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کیوں الزام دیتے۔ خود نص خداوندی یا نص ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرتے۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتبار زیادہ ہوتا ہے یا اجماع کا؟ دیکھئے آپ اس کلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو صادق جانتے ہوئے یا کاذب شیعہ حضرت کا یہ کہنا خلفائے ثلثہ کا انتخاب مجلس مشاورت کے ذریعے ہوا نہ کہ خدا اور اس کے رسول کا انتخاب تھا۔ تو یہ ان شیعہ لوگوں کا اپنا مفروضہ اور خود ساختہ قانون ہے۔ جس کا قرآن و حدیث سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ کیا یہ اپنے اس دعویٰ میں کوئی آیت و حدیث پیش کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ خلیفہ رسول اکرم اس وقت برحق خلیفہ ہوگا جب اللہ یا اس کے رسول کی طرف سے اس کی خلافت کا اعلان ہوگا۔ ہرگز نہیں دکھا سکتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب بھی مہاجرین اور انصار کے باہمی متفقہ مشورہ سے ہوا کسی کے خلیفہ برحق ہونے کیلئے اس کا اللہ کی طرف سے منتخب ہونا کوئی شرط نہیں بلکہ مہاجرین و انصار کا انتخاب ہی دراصل اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کی واضح تائید بھی فرمائی۔ امرھم شوریٰ بینھم مسلمانوں کے امور باہمی مشورت سے طے پاتے ہیں۔ الحق مع علی و علی مع الحق معلوم ہوا کہ جب حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے تو اہل تشیع حق پر ہیں جبکہ شیعہ تابعداران علی میں سے ہیں۔

جواب نمبر ۱:۔ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے یہ تو مسلم ہے لیکن شیعہ لوگوں کا حق پر ہونا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔

جواب نمبر ۲:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلثہ کی بیعت قبول کی۔ (احتجاج طبرسی پس حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے)۔

جواب نمبر ۳:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی مراۃ العقول (احتجاج طبرسی پس حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے)۔

جواب نمبر۴:-حضرت علی نے خلفائے ثلثہ کے ساتھ جنگ نہ کی۔(احتجاج طبری پس حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے)۔

جواب نمبر۵:-حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بھاوج ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دی (احتجاج طبری پس حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے)۔

جواب نمبر۶:-حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے رشتہ لیااور دیا مجالس المومنین (احتجاج طبری پس حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے)۔

جواب نمبر۷:-حضرت علی نے حسنین کو حضرت عثمان پر حفاظت کیلئے مامور کیا۔(احتجاج طبری پس حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے)۔مروج الذہب جلد دوم صفحہ 345 ذکر عثمان ذوالنورین

جواب نمبر۸:-حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں کے نام ابوبکر، عمراور عثمان رکھے جو اپنے بھائی حسین کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔دیکھو جلاء العیون (احتجاج طبری پس حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے)۔

جواب نمبر۹:-فرمان علی المرتضٰی سواد اعظم کے ساتھ رہو یعنی بڑی جماعت کے ساتھ رہو کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔نہج البلاغۃ سواد اعظم کان فصار مع ابی بکر السواد الاعظم (احتجاج طبری پس حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے)۔

فرق الشیعہ مصنفہ ابی محمد الحسن شیعی مطبوعہ نجف اشرف اس بات کو شیعہ مؤرخ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ سواد اعظم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کیا اور بیعت کر لی۔تو ثابت ہو گیا حق علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ہے اور بفرمان علی المرتضٰی والزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ اور سواد اعظم یعنی بڑی جماعت کے ساتھ رہو کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ اور ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تابعداری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ماننے والوں میں ہیں اور داخل سواد اعظم میں ہیں۔

شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 54 پر لکھتے ہیں۔ایک اعتراض یہ کہ علی کا نام کا کلمہ پڑھتے ہو اور علی کا نام اذان میں لیتے ہو۔حدیث رسول اللہ

ﷺ ہے کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ واہ شاہ صاحب خوب جواب دیا اسے کہتے ہیں سوال گندم جواب چنا اس فارمولہ سے تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شریک رسالت مآب بھی کر سکتے ہو۔ کیونکہ میں تو اور تو میں تو ایک نور ایک جسم ایک جان پھر فرق کیسا۔

جواب نمبر ۱:۔ ایسے خطابات اظہار ندرت و محبت کیلئے ہوتے ہیں حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔

جواب نمبر ۲:۔ اگر حقیقت پر محمول کیا جائے تو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

جواب نمبر ۳:۔ جب سیدنا عثمان کیلئے بیعت لینے لگے تو اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ ان الذین یبایعونك انما یبایعون للہ ید اللہ فوق ایدیھم جن لوگوں نے آپ سے بیعت کی انہوں نے یقیناً اللہ سے بیعت کی ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

تو ان دونوں مقدمات کو سامنے رکھ کر نتیجہ یہ نکلا گا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ حضور ﷺ کا ہاتھ اور حضور ﷺ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ۔ لہذا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہوا تو اب شاہ صاحب بولو کیا یہاں بھی یہی اتحاد متصور ہو گا۔ یا نہیں؟ بیعت کا ثبوت بروائیت کلینی حضرت یک دست خود را بر دست دیگر زد و برائے عثمان بیعت گرفت کلینی کی روایت کے مطابق حضور رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی حیات القلوب جلد دوم باب سی و ہشتم۔

انا مدینۃ العلم وعلی بابھا سرور عالم نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔ جواب: اس حدیث میں بابھا کا ضمیر علم کی طرف راجع نہیں ہے۔ بلکہ مدینہ کی طرف ہے۔ یعنی حضور اکرم ﷺ علم کے شہر ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ شہر کے دروازے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ شہر کے اندر گھر میں داخل ہونے والا انسان سب سے پہلے شہر کے دروازے کو عبور کرے گا اور دروازہ شہر سے باہر والی دیوار کی حد میں ہوتا ہے اور یہی حال صاحب نبوت کی خلافت کا ہے کہ انسان مراتب کی حیثیت سے جب بھی بیت علم نبوت تک پہنچنے کا قصہ کرے گا تو سب سے پہلے اُسے خلیفہ چہارم تک رسائی حاصل ہو گی اور ان کے ذریعے سے تیسرے

دوسرے پہلے تک اوراس کے بعد صاحب نبوت کے خزانہ تک۔

حدیث نمبر۳:۔انا وعلی من نور واحد میں اور علی نور واحد سے ہیں۔شیعہ لوگ نور واحد سے مراد اللہ تعالیٰ لیتے ہیں۔یعنی ازل میں ہمارے نور کا ظہور اور علی المرتضیٰ کے نور کا ظہور اللہ تعالیٰ کی ذات سے بیک وقت ہوا۔یہ شرح مضحکہ خیز ہے کیونکہ ازل میں اللہ تعالیٰ کی ذات سے ایک ہی نور پاک پیدا ہوا اور وہ جناب محمد پاک ﷺ کا نور پاک ہے۔اللہ پاک نے فرمایا قد جاء کم من اللہ نورٌ و کتابٌ مبین اگر اللہ تعالیٰ کی ذات سے دو نور پیدا ہوتے تو آیت کریمہ میں حق تعالیٰ واحد کی بجائے تثنیہ کا صیغہ استعمال کرتا یعنی نوران یا نورین فرماتا نیز حدیث پاک مسلمہ طرفین اول ما خلق اللہ نوری حضور ﷺ نے وضاحت فرما دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ایک ہی نور پیدا ہوا اور وہ نور حضور علیہ السلام کا نور پاک ہے۔ہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نور حضور علیہ السلام کے نور سے پیدا ہوا۔جیسے حدیث پاک میں آیا۔انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری خلقت میرے نور سے ہے۔حضور علیہ السلام کی مراد یہ ہے کہ ہمارے والد ماجد بھی نور ہیں اور ہمارے دادا پاک بھی نور ہیں اور میں اور علی رضی اللہ عنہ ایک ہی دادا کی اولاد ہیں۔

حدیث نمبر۴:۔ان علیاً منی وانا منہ علی مجھ سے ہی اور میں علی سے ہوں۔علی مجھ سے ہے از روئے حقیقت کیونکہ ہر شے حضور علیہ السلام کے نور پاک سے پیدا ہوئی ہے۔اور میں علی سے ہوں ظاہر کے اعتبار سے یعنی میرا اور علی کا دادا ایک ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہماری نسل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے چلے گی۔(حقیقت اہل ذکر) شاہ صاحب بخاری جاننا چاہیے کہ اہل ذکر سے مراد ایک فرد واحد مراد نہیں بلکہ اس کا اطلاق ایک جماعت پر ہوتا ہے۔اس میں صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین بھی شامل ہیں۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلو علیکم ایاتنا و یزکیکم و یعلمکم الکتاب والحکمۃ ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون۔

ترجمہ:۔جیسے ہم نے تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔جو ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سناتا ہے اور (ظاہر و باطن) تم کو پاکیزہ کرتا ہے اور تم کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تم کو وہ کچھ

سکھاتا ہے جو کچھ تم نہیں جانتے تھے۔(ترجمہ مقبول شیعی پارہ 2 البقرۃ صفحہ 44)

اللہ تعالیٰ نے رسولاً منکم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کے تعلق سے خطاب فرمایا کہ تمہاری برادری سے میں نے ایک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت عطا فرما کر تمہاری طرف بھیجا اس برادری قریش خصوصاً ان چار مذکورہ بالا اصحاب نے اپنی تمام برادری کو پس پشت ڈالتے ہوئے کلمہ طیبہ پڑھ کر صحبت ومحبت وایمان ومعیت مصطفےٰ کو پسند فرمایا اور اپنے جان ومال او راولاد و پیدائشی وطن کے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح ہر وقت قربان کیا جو کسی سے پوشیدہ نہیں قرآن وحدیث ان سے پر ہیں۔ یتلو علیکم آیتنا ان کے رسالت پر ایمان لانے کی دلیل پیش فرمائی کہ خلفائے اربعہ وغیرھم تم میرے پیارے محبوب کے صرف رشتہ داری کے لحاظ سے ایمان دار نہیں ہوئے بلکہ میرے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے تم پر میرے قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر رسالت کے مطیع بنایا ہے اور صرف مطیع ہی نہیں کیا بلکہ یزکیکم تمہیں ہر گناہ کفر وغیرہ سے پاک کردیا ہے اور صرف پاک ہی نہیں بلکہ یعلمکم الکتاب اور تمہیں قرآنی تعلیم بھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور صرف قرآن ہی سکھایا پڑھایا نہیں بلکہ والحکمۃ قرآن سمجھنے کی دانائی بھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی۔ یعنی میرے پیارے محبوب نے اپنے ساتھیوں کو قرآن خوانی وقرآن دانی کا ماہر بنادیا۔

۲ ......لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلو علیھم ایاتہٖ ویزیکھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانو من قبل لفی ضلالٍ مبین۔

بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا۔ جبکہ ایک رسول انہیں میں سے مبعوث کردیا جو ان پر خدا کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کو ظاہر وباطناً پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ گو اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

(ترجمہ مقبول شیعی پارہ 4 سورۃ آل عمران صفحہ 140)

اس آیت مذکورہ میں رب العزت نے مومنین اصحاب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتلایا۔ لقد من اللہ علی المؤمنین اور احسان کسی پر تب ہوتا ہے جب کسی کو کوئی چیز عطا کی جائے۔ اگر ایمان

عطا ہی نہیں فرمایا تو احسان کیسا۔ معاذ اللہ بدل جائیں تو خدا کا دیا ہوا نہ ہوگا۔ کیونکہ خداوند کریم جس کو کوئی نعمت عطا کر دے تو اس کا بدلنا محال کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون نہیں۔ وما کان اللہ لیضل قوما بعداذ ھداھم کہ اس قوم کو اللہ گمراہ کرے بعد اس کے کہ اُس نے اُن کی ہدایت دی ہو۔ (سورۃ توبہ)

ثابت ہوا کہ اصحاب مصطفےٰ کا بدلنا محال ہے۔ رب کریم نے جو اصحاب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتلایا تو اللہ تعالیٰ نے علی المؤمنین فرمایا۔ علی المومن نہیں فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ مؤمنین کی جماعت ہے۔ آپ کی اُمت صرف ایک ہی مومن نہیں جیسن کہ بعض نے خیال کیا ہے اور علی المؤمنین فرمایا لقد من اللہ علی اھل بیت نہیں کیونکہ غیر کو جب کوئی چیز عطا کی جائے تو احسان مطیع لوگوں پر ہوتا ہے۔ گھر والے کا گھر والوں پر احسان نہیں ہوتا۔ تو علی المؤمنین فرمایا کہ ثابت ہو جائے اہل بیت کے علاوہ مراد ہیں بالتبع اگر مراد ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی ہیں۔

اور من انفسھم نے ثابت کر دیا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری برادری قریش سے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے ایمان بالمصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم لانے کا احسان جتلایا۔ ساتھ من انفسھم سے ایمان لانے والوں کا ذاتی شان بیان فرمایا۔ کہ ایمان لانے والی قوم قریش خصوصاً خلفائے اربعہ کو یہ بھی احسان جتلایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے نفسوں سے ہیں تو جو شخص خلفائے اربعہ کو زبانی قلبی تکلیف دے وہ بفرمان خداوندی من انفسھم سے مصطفےٰ علیہ السلام کو تکلیف دیتا ہے۔ یتلو علیھم ایاتہ سے رب کریم نے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دونوں کا شان بیان فرمایا۔ حضور پرنور کا صحابہ کرام پر قرآن کریم کی تلاوت کر کے ان کی تطہیر اور تزکیہ فرما کر معلم ہونا ثابت کرنا ہے۔ اس آیت کریمہ سے حضور پرنور خدائی مدرسے کے قرآنی لیکچرار پرنسپل ثابت ہوئے اور چاروں خلفاء اور باقی صحابہ کرام کا یہ شان ثابت ہوا کہ وہ خدائی مدرسے کے متعلم یعنی خدائی مدرسے سے تعلیم پانے والے ہیں اور جب وہ خداوندی کالج سے تعلیم مصطفوی کو حاصل کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے جو تمہارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآنی تعلیم حاصل کر لی تو اب تم کو خدائی سند تحریری عطا کرتا ہوں جو تمہارے عالم ہونے کی

سند ہو گی۔ اگر کوئی منکر تمہاری تعلیم کے متعلق تم سے یا کسی مسلمان سے تعلیم صحابہ دریافت کرے تو اس کو میں صحابہ کرام کے علم حاصل کرنے کی سند دکھاؤں گا۔ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون اور مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمہیں تعلیم دی جو تم نہیں جانتے تھے۔ یہ صحابہ کرام کو سند عطا فرما کر پھر فرمایا تم نے صرف اپنی ذات کیلئے ہی تعلیم حاصل نہیں کی بلکہ تمہیں حضور پرنور کی قیادت میں آگے اس تعلیم کی اشاعت کو ضرورت ہے۔ فرمایا: ولتکن منکم اُمۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر اے صحابہ کرام تم سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو لوگوں کو بہتری کی طرف دعوت دیں اور نیکی کا حکم کریں اور ہر برائی سے منع کریں۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ گروہوں کے گروہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم قرآنی و نبوی سے تعلیم حاصل کر کے فیض یاب ہو چکے ہیں۔ لیکن تم سے ایک گروہ مبلغین کا بھی ہونا ضروری ہے۔ اب کوئی دشمن اصحاب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان مذکورہ ہر دو آیات سے انفسھم یزکیکم اور یعلمکم، منکم، فیکم کے خطاب خداوندی سے خارج کرے تو محرف قرآن منکر خداوند کریم اور منکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خارج اسلام وایمان ہے۔

الحمد للہ ہم نے صحابہ کرام بالخصوص خلفائے اربعہ کی قرآن خوانی دانی اور قرآنی فہمی کا ثبوت قرآن پاک سے ثابت کر دیا۔ رہا اس مسئلہ کا جواب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی کہ میری اولاد میں ہی سے امام ہو۔ جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی نبی نہیں اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے امامین حسنین رضی اللہ عنہ کے بغیر کسی امام کا ہونا از روئے قرآن وشریعت ثابت نہیں۔

جواب:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو منصب امامت عطا ہوا وہ مدارج نبوت کا ہی ایک اعلیٰ درجہ تھا۔ رب العزت نبوت کو مختلف درجے عطا کر رکھے ہیں کبھی نبوت رسالت کی شان سے سرفراز ہوتی ہے اور کبھی یہ نبوت محضہ کے درجے میں ہوتی ہے۔ کبھی نبوت کو امامت کا مقام ملتا ہے اور کبھی نبوت اس شان امامت کے بغیر جلوہ گر ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو درجہ امامت ملا وہ امامت فی النبوۃ کا مقام تھا۔ ایسی امامت جو نبوت کے بغیر ہو اس کی

امامت ابراہیمی سے کوئی نسبت نہیں۔ یہ درست ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت کے لیے اس مرتبہ امامت کی استدعا کی تھا لیکن اس سے مراد اسی امامت فی النبوۃ کے مرتبے کی طلب ہے۔ امامت بغیر نبوت کے کسی منصب کی استدعا نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا ثمرہ تھا کہ ان کی ذریت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام وغیرھم من الانبیاء اور بالاخر حضور حاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم امامت فی النبوۃ کی شان سے فائز۔ امامت فی النبوۃ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں محصور ہے لیکن امام محضہ (جو بغیر نبوت کے ہو) ہرگز نسل ابراہیمی سے خاص نہیں۔ یہ منصب امامت ہر مرد کو مل سکتا ہے اور یہ کوئی آسمانی منصب نہیں۔ بلکہ ایک اکتسابی مرتبہ ہے قرآن مجید کی رو سے ہر مرد مومن اس مرتبے کا طلبگار اور امیدوار ہے۔ قرآنی دعا بار بار پڑھتے ہیں۔ ''واجعلنا للمتقین اماما'' اے اللہ ہمیں پرہیزگاروں کی امامت سے نواز۔ مشہور شیعہ مفسر علی بن ابراہیم قمی اس دلیل سے بہت پریشان ہیں انہیں اسبات کا غم ہے کہ جس طرح امامت نبوت نسل ابراہیمی سے خاص امامت محضہ کیوں نسل ابراہیمی سے خاص نہیں۔ اپنے آپکو مطمئن کرنے کیلئے علامہ قمی ہمارے اس استدلال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ آیت ہی تحریف کا شکار ہے۔ کہتے ہیں ہمارے عقیدے میں یہ آیت اصل میں یوں تھی۔ واجعل لنا من المتقین اماما اے اللہ ہر پرہیزگار متقی لوگوں کو ہمارا امام بنا۔

نوٹ:- امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو بھی ہم امام کہتے ہیں تو اس سے یہی اکتسابی امامت مراد ہے کوئی آسمانی مرتبہ امامت ہرگز نہیں۔ آسمانی مرتبہ امامت حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے اور وہی حضرات ابراہیم کی مذکورہ بالا استدعا کے آخری مصداق ہیں۔ حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کی امامت کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم سنت و جماعت حضرت امام اعظم ابوحنیفہ یا حضرت امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل۔ امام مسلم۔ امام بخاری رحمہم اللہ سب کے سب امت محمدیہ کے روشن چراغ او راکتساب و محنت پر اپنے اپنے درجہ میں شان امامت سے سرفراز تھے اور اس اکتسابی امامت میں حسنین کریمین کا درجہ سب سے بلند و بالا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ایک بلند پایہ فقیہ اور

مجتہد ہیں۔ آپ کے والد اور دادا امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے دونوں کو اولاد کیلئے دعائے خیر و برکت کی۔ شرح مشکوٰۃ ابن حجر مکی میں لکھا ہے کہ آپ کو آٹھ صحابہ کرام کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔ آپ کا مشہور قول ہے۔ لولا السنتان لهلك النعمان اگر دو سال حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی صحبت میں نہ ملتے تو نعمان (یعنی ابو حنیفہ) ہلاک ہو گیا تھا۔ مدینہ منورہ میں جب بھی حاضری کا موقعہ نصیب ہوتا تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کی جاروب کشی کرتے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ''کشف المحجوب'' میں لکھتے ہیں۔

اماموں کے امام اہل سنت و جماعت کے پیشوا فقہا کیلئے باعث شرف علماء کیلئے باعث عزت حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ مجاہدات اور عبادات میں نہایت ثابت قدم اور اصول طریقت میں آپکی بڑی شان ہے۔ اور اس بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول مبارک اپنی عصمت کے انکار میں نہایت صریح ہے۔

ولا تظنوبی استثقالاً فی حق قیل لی ولا التماس اعظام لنفسی------ فلا تکفوا عن سقالة بحق او بمشورة بعدل فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطیٔ ولا امن ذالك من فعلی

میری طرف یہ گمان نہ کرو کہ کوئی حق بات مجھ سے کہی جائے تو وہ مجھ پر گراں گذرے گی اور یہ کہ میں اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہوں۔ دیکھو جس کو حق یا انصاف کی بات کہنا ناگوار ہو تو اس کو حق و انصاف پر عمل کرنا اور بھی زیادہ مشکل ہوگا۔ لہذا تم لوگ حق بات کہنے یا انصاف کا مشورہ دینے سے باز نہ رہو۔ کیونکہ میں نے اپنے نفس میں خطا کرنے سے بالاتر نہیں ہوں۔ اور نہ اپنے نفس میں خطا کرنے سے بے خوف ہوں۔ (نہج البلاغۃ جلد اول صفحہ 463)

دیکھو کتنا صاف مضمون ہے کسی صفائی سے آپ نے فرمایا کہ میں خطا کرنے سے بالاتر نہیں۔ مجھ سے نفس میں بھی خطا ہو سکتی ہے اور فعل میں بھی تو اس تصریح کے بعد جو شخص آپ کو مثل رسول کے معصوم سمجھتا ہے وہ یقیناً آپ کو جھوٹا جانتا ہے۔ خلیفہ یا امام کیلئے مثل رسول معصوم ہونے کی شرط لگانا اہل سنت کے نزدیک ایک قسم کا کفر ہے۔ کیونکہ اس سے ختم نبوت کا

انکار لازم آتا ہے۔

شیعہ مذہب کی تحقیق شیعہ فقہ اور ان کے ارکان عقیدہ کب شروع ہوئے

حقیقت اہل ذکر صفحہ 214 شیعہ عقائد کی موجودہ صورت تو ائمہ صادقین طاہرین کے وقت کی بھی نہیں بلکہ ان سے بھی کافی وقت بعد کی ہے وہ حضرات جو اُن کے گرد و پیش رہتے تھے، ماموں من اللہ اور معصوم نہیں سمجھتے تھے اور ان کا پورا پورا پختہ اعتقاد تھا کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی آسمانی رہنما کی کوئی ضرورت نہیں ان لوگوں کے وہی عقیدے تھے جو اہل سنت و جماعت حضرات کے ہیں۔ چنانچہ شیعہ حضرات کے رئیس المحدثین ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں۔

از احادیث ظاہر ے شود کہ جمع از راویاں کہ در اعصار ائمہ بودہ انداز شیعاں اعتقاد بعصمت ایشاں نداشتہ اند بلکہ ایشاں را از علمائے نیکو کارے دانستہ اند چنانکہ از رجال کشی ظاہرے شود مع ذالک ائمہ حکم بایمان بلکہ بعدالت ایشاں میکردہ اند۔

ترجمہ:- احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آئمہ کرام کے اپنے زمانوں کے شیعہ راویوں کی جمعیت اُن ائمہ کے معصوم ہونے کا عقیدہ نہ رکھتی تھی اور انہیں نیکو کار ہی سمجھا جاتا تھا۔ جیسا کہ رجال کشی سے ظاہر ہوتا ہے لیکن ان عقائد کے باوجود یہ ائمہ اطہار اُن راویوں کو نہ صرف مومن سمجھتے تھے بلکہ انہیں شاہد عدل بھی قرار دیتے تھے۔

(حق الیقین صفحہ 328 لکھنو صفحہ 550 ایران)

ان تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ شیعی عقائد ان ائمہ اطہار کے بھی کافی عرصہ بعد وجود میں آئے اور ان ائمہ کرام کو اپنے اپنے زمانے تک جمیع مسلمانوں کا بلا امتیاز مسلک یہی اعتقاد تھا کہ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ماموں من اللہ اور معصوم ہستی کی ضرورت نہیں۔ شیعہ مذہب کا جو خاکہ اب ہمیں کتابی شکل میں ملتا ہے وہ زیادہ تر سولہویں صدی عیسوی کے قریبی زمانے کا ہے۔ صفویوں نے اسے باقاعدہ تدوین کی شکل دی اور اسی زمانے میں ان کی کتابوں کا شائع ہونا عام ہوا۔ جیسا کہ قاضی نور اللہ شوشتری شہید ثالث اپنی کتاب مجالس المومنین کی ابتدا میں اقرار کیا ہے کہ مذہب شیعہ سلاطین صفویہ کی حکومت قائم ہونے کے بعد دنیا میں ظاہر ہوا۔ اس

سے پہلے زاویہ تقیہ میں چھپا رہا اور شیعہ علماء اپنے آپ کو حنفی یا شافعی ظاہر کرتے رہے۔ موجودہ زمانے کا شیعہ مذہب، شیعہ مذہب کی کتابی خاکے سے کلیۃً مختلف ہے۔ شیعہ کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی الرسول اللہ وخلیفہ بلا فصل اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں اور علی اللہ کے ولی ہیں اور رسول خدا کے وصی یعنی جانشین اور بلا فصل خلیفہ رسول ہیں۔ (شیعہ بچوں کی نماز)

ترجمہ:۔ مولوی فرمان علی شیعی اور شیعوں کی اذان اللہ اکبر چار دفعہ اشھد ان لا الہ الا اللہ دو مرتبہ اشھد ان محمد رسول اللہ ﷺ دو مرتبہ۔ اشھد ان امیر المؤمنین و امام المتقین علیاً ولی اللہ وصی الرسول اللہ و خلیفۃ بلا فصل دو مرتبہ حی علی الصلوٰۃ دو مرتبہ حی علی الفلاح دو مرتبہ حی علی خیر العمل دو مرتبہ اللہ اکبر دو مرتبہ۔ لا الہ الا اللہ دو مرتبہ۔ (تحفۃ العوام کامل کتب خانہ اثنا عشری لاہور صفحہ 37)

اس کلمہ اور اذان کا ذکر دورِ رسالت اور خلفائے راشدین کے زمانہ پاک میں ہرگز نہیں پایا جاتا۔

کلمہ طیبہ اسلام کی وہ حقیقی بنیاد ہے جس کو ماننے سے ایک غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر باوجود دوسرے شدید اعتقادی اختلافات کے آج تک تمام مسلمان فرقوں کا کلمہ اسلام ایک ہی رہا ہے جس کے مقدس الفاظ قرآن مجید سے ثابت ہیں۔ سورۃ محمد ''فاعلم انہ لا الہ الا اللہ'' اور سورۃ فتح میں ''محمد رسول اللہ'' اور ملت اسلامیہ کی وحدت کلمۂ اسلام کی وحدت پر ہی مبنی ہے۔ دیگر بارہ اماموں کے عہد مبارک تک تقریبات محرم کا یہ انداز روئے زمین پر کہیں نہ تھا۔ یوم عاشورہ کی یہ صورت بہت بعد کی ایجاد ہے۔ دسویں صدی عیسوی میں المستکفی عباسی حکمران تھا اس کے دربار میں معز الدولہ دیلمی ایک مشہور شیعہ امیر تھا جس نے 946 عیسوی میں اُسے تخت سے اتار المطیع کے تخت پر بٹھایا محرم کی ان تقریبات کا موجد یہی ہے۔ بارہ اماموں کا دامن ان رسوم سے بالکل پاک ہے۔ المطیع نے 946 سے لے کر 947 تک حکومت کی مشہور مستشرق (HITTI) اس دور کے متعلق لکھتے ہیں۔

ترجمہ:۔ انگلش عبارت شیعہ میلے پہلے اس دور میں قائم ہوئے خاص طور پر حضرت امام

حسین رضی اللہ عنہ کا پبلک مقام پر ماتم موجود دسویں محرم کا ہوتا ہے اسی دور کی ایجاد ہے۔ سیشن جج جسٹس امیر علی بھی رقم طراز ہیں ترجمہ عبارت انگلش معزالدولہ اگرچہ علم و ادب کا مربی تھا مگر اس کی فطرت بہت ظالم تھی وہ شیعہ تھا اور یہی وہ شخص ہے جس نے دسویں محرم کو شہادت کربلا کی یاد میں یہ طریقہ قائم کیا۔ (مطبوعہ لندن صفحہ 303 سن 1951)

بانی مذہب شیعہ عبداللہ بن سباء یہودی کے عقائد

چند ایک شیعی کتب کی عبارات پیش کی جاتی ہیں۔ نصاریٰ گویند کہ عیسیٰ مراجعت نمودہ از آسمان بزمین نازل خواہد شد و ہمگناں روشن است کہ حضرت خاتم الانبیاء افضل از عیسیٰ است پس او برجعت اولی باشد خدائے عزوجل وے رانیز بایں وعدہ فرمود چنانکہ مے فرماید ان الذی فرض علیك القرآن لرادك الی معاد نیز ایشاں گفت کہ ہر پیغمبر بے را خلیفہ و وصی مے بودہ است و خلیفہ رسول علی است ۔۔۔۔۔ بخلاف نص محمد صلی اللہ علیہ وسلم بر علی ظلم روا داشتند و خلافت حق علی بود عیسائی یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے اتر کر دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے اور یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ لہٰذا آپ کو دوبارہ تشریف لانے کا زیادہ حق ہے۔ فوراً اللہ تعالیٰ نے بھی آپ سے دوبارہ واپسی کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان الذی فرض علیك القرآن لردك الی معاد جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا وہ یقیناً آپ کو لوٹنے کی جگہ کی طرف لوٹائے گا۔

(روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ 470 ذکر خلافت عثمان رضی اللہ عنہ)

عبداللہ بن سبا کے ان دلائل کو منکر مصری لوگ اس کے شیدائی ہو گئے اور اس کی باتوں کو دل سے قبول کر لیا۔

۲ بعد وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی علی علیہ السلام بمثل ذالك وھو اول من اشھر القول بفرض امامۃ علیہ السلام واظھر البراءۃ من اعدائہ اصحاب علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دعویدار ہوا۔ یہودیت کے دوران وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد

حضرت یوشع بن نون کے بارے میں اس قسم کی باتیں کرتا تھا۔ (یعنی حضرت یوشع بن نون حضرت موسیٰ کے خلیفہ اور وصی تھے) مسلمان ہونے کے بعد حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی وہی باتیں کہیں۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی فرضیت کو مشہور کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کیا اور آپ کے مخالفین کو لوگوں کے سامنے ظاہر کیا۔ قال من خالف الشیعۃ ان اصل الرفض ماخوذ من الیھودیۃ اسی وجہ سے شیعہ لوگوں کے مخالفین کہتے ہیں کہ رفض (شیعت) کی جڑ یہودیت ہے۔ (کتاب فرق شیعہ لابی محمد بن موسیٰ النوبختی صفحہ 22)

۳﴾...... عبداللہ بن سبا مردے جھود بود......... چنانکہ در شریعت ما نیز ایں سخن استوار است چوں عیسیٰ رجعت تواں کرد محمد کہ بے گماں تا فضلتر از وست چگونہ رجعت نکند۔ خداوند نیز در قرآن مے فرمائید۔ ان الذین فرض علیك القرآن لردك الی معاد چوں ایں سخن در فاطر ہا جائے گیر ساخت گفت خداوند صد و بسیب و چہار ہزار پیغمبر بدیں زمیں فرو فرستاد و ہر پیغمبرے را وزیرے و خلیفے بود۔ چگونہ مے شود پیغمبر از جہاں برود خاصہ وقتیکہ صاحب شریعت باشد و نا بے و خلیفتے بخلق نگمارد و کارامت را ہمل بگذارد؟ ہمانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم را علی علیہ السلام وصحابہ خلیفہ بود چنانکہ خود فرمودانت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ۔

ترجمہ:۔ عبداللہ بن سبا ایک یہودی آدمی تھا عہد عثمانی میں اسلام لایا۔ حضرت عثمان کو اس کی شرارتوں کا پتہ چلا حکم دیا اس کو مدینہ سے نکال دیا جائے۔ عبداللہ بن سبا مصر آ پہنچا عالم و دانا آدمی تھا لوگ اس کے گرد جمع ہونے شروع ہو گئے اور اس کی باتیں قبول کرنے لگے۔ تب اس نے کہا لوگو! تم نے سنا نہیں کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں واپس آئیں گے۔ اور ہماری شریعت کے مطابق بھی یہ بات درست ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام واپس آ سکتے ہیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اُن سے افضل ہیں کیوں واپس نہیں آ سکتے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا۔ (ترجمہ) جس نے آپ پر قرآن نازل کیا وہ یقیناً آپ کو لوٹنے کی جگہ کی طرف لوٹائے گا۔ جب یہ بات لوگوں کے دلوں میں پختہ ہوگئی (رجعت کا عقیدہ پختہ ہوگیا) تو اب ابن سبا نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اس زمین پر بھیجے اور ہر پیغمبر کا

ایک وزیر اور خلیفہ ہوا ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک نبی ﷺ دنیا سے جائے جبکہ وہ صاحب شریعت نبی ہو مگر اپنا خلیفہ و نائب لوگوں میں نہ چھوڑ جائے۔ اپنی امت کا معاملہ (مسئلہ خلافت) مہمل چھوڑ جائے۔ لہٰذا محمد ﷺ کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ وصی ہیں اور خلیفہ ہیں۔ جیسا کہ آپ نے خود فرمایا اے علی تو میرے لئے یوں ہے جاسے موسیٰ علیہ السلام کیلئے ہارون علیہ السلام۔ اسی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی محمد ﷺ کے خلیفہ ہیں۔ اب ہم جو شریعت محمدی میں ہیں ہم پر واجب آتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے سستی نہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے کئی خطوط لکھے اور والی مصر عبداللہ بن سعد کی شکایت کرتے ہوئے جہاں میں ہر طرف ارسال کر دیئے۔ اس طرح انہوں نے لوگوں کو اس بات پر یکدل بنایا کہ در مدینہ گرد آئیذ و بر عثمان امر بالمعروف کنند و ورا از خلیفتے خلع فرمائیند عثمان ایں معنی را تفرس ہے کرد۔ مروان بن الحکم جاسوساں بشہر ہا فرستاد تا خیر باز آوردند کہ بزرگان ہر بلد در خلع عثمان ہمداستاں اند لا جرم عثمان ضعیف در کار خود فرماند۔

ترجمہ:- کہ مدینہ میں جمع ہو کر عثمان کو امر بالمعروف کریں اور اُسے خلافت سے اُتار دیں۔ حضرت عثمان یہ معاملہ سمجھتے تھے اور مروان بن الحکم نے شہر میں جاسوس روانہ کئے۔ چنانچہ وہ یہ خبر لے کر واپس آئے کہ ہر شہر کے بڑے لوگ عثمان کو اُتار دینے میں یک زبان ہیں۔ ناچار عثمان کمزور ہو گئے اور اپنے معاملے میں عاجز آ گئے۔ (قتل ہو گئے) معتبر شیعہ مؤرخ مرزا تقی کی کتاب ناسخ التواریخ الخلفا جلد دوم صفحہ 237 شیعہ مورخ مرزا تقی کی مذکورہ عبارات سے یہ باتیں ثابت ہو گئیں۔

1. اس نے شیعہ مذہب کی بنیاد یوں ڈالی کہ سب سے اول مسئلہ رجعت پیدا کیا اور لوگوں کو ذہین نشین کرایا کہ جو شیعہ عقائد کی جڑ ہے۔ یعنی حضور نبی کریم ﷺ دوبارہ قبل از قیامت دنیا میں تشریف لائیں گے۔

2. مسئلہ رجعت کے بعد لوگوں کو یہ ذہن نشین کرایا کہ علی رضی اللہ عنہ ہی نبی علیہ السلام کے صحیح خلیفہ اور وصی ہے۔ اور خلفائے ثلثہ نے یہ حق ان سے غصب کیا۔

3. یہ دو عقیدے ایجاد کرنے کے بعد اُس نے چاہا کہ لوگوں میں ان عقائد کی

ترویج کی جائے۔ چنانچہ اُس نے مختلف ممالک میں ہر طرف خطوط روانہ کیئے اور عثمان غنی کو خلافت سے اتارنے کیلئے سازش کا ایک وسیع جال پھیلا دیا۔ جس میں وہ کامیاب ہوا اور نتیجتاً عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور مسلک شیعہ کی بنیاد مضبوط ہو گئی اور قتل عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں کامیاب ہو کر فساد کا وہ دروازہ کھلا جو آج تک بند نہیں ہو سکا۔

۴ ...... ثبوت رجال کشی بعض علماء نے کہا عبداللہ بن سبا یہودی تھا پھر مسلمان ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوستی کی دوران یہودیت فی یوشع بن نون وصی موسیٰ بالغلو فقال فی اسلامہ بعد وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی علی علیہ السلام مثل ذالک وکان اول من اشھر بالقول بفرض امامۃ علی حضرت یوشع بن نون کو حضرت موسیٰ کا وصی بطور غلو کہا کرتا تھا۔ اسلام لانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی اُس نے اسی طرح کی بات کی (یعنی علی وصی رسول ہیں) یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے فرض ہونے کا عقیدہ مشہور کیا۔ حضرت علی کے مخالفوں سے بیزاری کی اور انہیں عوام میں مشتہر کیا۔ اسی وجہ سے کہ شیعیت اور رافضیت کی اصل جڑ یہودیت ہے۔ اور یہ مذہب یہودیت سے اخذ کیا گیا ہے۔ رجال کشی مصنفہ عمر بن عبدالعزیز الکشی صفحہ 101 تذکرہ عبداللہ بن سبا۔

۵ ...... ثبوت۔ عن ابان بن عثمان قال سمعت ابا عبداللہ السلام یقول لعن اللہ عبداللہ بن سبا انہ' الدعی الربوبیۃ فی امیر المؤمنین علیہ السلام و کان واللہِ امیر المؤمنین علیہ السلام عبداللہ طائعاً الویل لمن کذب علینا۔

ترجمہ:- ابان بن عثمان سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ عبداللہ بن سبا پر لعنت کرے کہ اُس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق خدا ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ قسم بخدا حضرت امیر المؤمنین خدا کی اطاعت گذار بندے تھے۔ ہم پر افترا بازی کرنے والے کیلئے ہلاکت ہو۔ (رجال کشی صفحہ 102 مطبوعہ کربلا تذکرہ عبداللہ بن سباء) مذکورہ عبارات سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

ا ...... مملکت اسلامیہ میں پھوٹ ڈالنے والا پہلا شخص دور عثمانی میں عبداللہ بن سبا (منافق) تھا اور یہی آدمی شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا باعث تھا۔

۲ ...... سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے ربوبیت اور فرض امامت کا دعویٰ عبداللہ بن سبا نے کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفین پر تبرا بازی اور لعن طعن کی ابتداء بھی اس نے کی۔

۳ ...... حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرح وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رجعت (دوبارہ تشریف آوری کا قائل تھا)

۴ ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ان عقائد باطلہ کی بنا پر ہی عبداللہ بن سبا کو خارج از اسلام قرار دیتے تھے۔ (عبداللہ بن سبا کی شیعہ توثیق) چنانچہ ایک مجتہد صاحب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کرنے کیلئے اپنے بزرگ اول کا سہارا اس طرح لینا پڑا۔

اتنی بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ جس کی نسبت آدمیوں کو گمان الوہیت ہو جائے اس کے افضل البشر ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ ضرور ان میں ایسے فضائل موجود تھے کہ مقابلہ دیگر صحابہ کے حضرت علی لوگوں کو بشریت سے اعلیٰ درجہ میں دکھائی دینے لگے۔ اگر سب کے سب صحابہ نیک بخت ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا کوئی قائل نہ ہوتا۔ اس لئے جس امر کی قابلیت ان میں تھی ابن سبا نے بھی اُسی کی طرف اُن کو منسوب کیا۔

(شمس الضحیٰ صفحہ 148 مؤلفہ علامہ شیخ احمد لکھنو)

قسم کے الفاظ اہل سنت حضرات

حقیقت اہل ذکر میں شاہ صاحب بخاری نے صفحہ 152 پر یہ تحریر کیا ہے۔ میں ابوالعطاء قادری اُس خدا کی طاقت سے علیحدہ ہو کر جو حاضر و ناظر ہے اور قہار و جبار ہے۔ صرف اپنی صداقت پر زندہ رہتے ہوئے قسم کھاتا ہوں کہ شیعہ مسلک کی بنیاد پر عبداللہ بن سبا نے یوں ڈالی سب سے اول مسئلہ رجعت پیدا کیا اور لوگوں کے ذہن نشین کرایا جو کہ شیعہ عقائد کی جز ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ قبل از قیامت تشریف لائیں گے اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی نبی علیہ السلام کے صحیح خلیفہ اور وصی (یعنی جانشین) ہے اور خلفائے ثلاثہ نے یہ حق ان سے غصب لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین پر تبرا بازی کی۔

۲ مملکت اسلامیہ میں پھوٹ ڈالنے [illegible] پہلا شخص [illegible] عبداللہ بن سبا (منافق) تھا اور یہی آدمی شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا باعث تھا۔

۴...... سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے ربوبیت اور فرض امامت کا دعویٰ عبداللہ بن سبا نے کیا۔

۵...... حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ان عقائد باطلہ کی بنا پر عبداللہ بن سبا کو خارج از اسلام قرار دیتے تھے۔ (قابل غور وفکر) آپ نے مذکورہ پانچ حوالوں اور ان سے بالصراحت ثابت شدہ حقیقت اور عبداللہ بن سبا کے عقائد کی کی تصریحات جان لی ہوں گی اور خود کتب شیعہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مخالفین شیعہ عبداللہ بن سبا کے عقائد سے متفق ہونے کیوجہ سے شیعہ لوگوں کا اس پیروکار اور شیعیت کو یہودیت کی دوسری تصویر یا اصل کی شاخ قرار دیتے ہیں۔ تو شیعہ لوگوں کا یہ اگرچہ بظاہر اپنے اوپر الزام شمار کرنا ہے لیکن دبے الفاظ میں عبداللہ بن سبا کے عقائد سے اتفاق کرنا بھی ہے۔ کیونکہ جو عقائد ان کی کتب میں عبداللہ بن سبا کے مذکور ہوئے وہی عقائد بعینہٖ شیعہ لوگوں کے ہیں۔ آیئے عبداللہ بن سبا جیسے عقائد ہم آپ کو ان کی کتب سے دکھاتے ہیں۔

۱...... الوہیت کے متعلق جلاء العیون جلد دوم صفحہ 60 اور شمس الضحیٰ صفحہ 148 سے بیان ہو چکا ہے۔

۲...... خلافت بلا فصل علی رضی اللہ عنہ کا حق ہونا اور ان کے مخالفین پر تبرا بازی کرنا اور وصی کا عقیدہ رکھنا۔ قارئین کرام آپ ہمارے پیش کردہ کتب شیعہ سے حوالہ جات پڑھ کر واقف ہو گئے ہوں گے۔ یعنی جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے جس طرح خلیفہ بلا فصل ہونے کا عقیدہ عبداللہ بن سبا نے ایجاد کیا۔ بعینہٖ یہی عقیدہ متعدد کتب شیعہ آپ شیعہ لوگوں کا عقیدہ بھی پائیں گے اور مخالفین پر تبرا بازی معمولی بات ہے۔ یہ لوگ خلفائے ثلثہ پر تبرا بازی سے نہیں رکتے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو وصی ماننے اور خلیفہ بلا فصل ماننے کا عقیدہ ان کی کتابوں کے بجائے ان کے کلمہ اور ان کی اذان سے معلوم کر سکتے ہیں۔

۳...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رجعت کا عقیدہ عبداللہ بن صبا کے اس عقیدہ کو بھی شیعہ لوگوں نے اپنایا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو! نعمانی روایت کردہ است از امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کہ چوں قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیروں آید خدا اور یاری کند بملائکہ واول کسے کہ با او بیعت کند محمد صلی اللہ علیہ وسلم

باشد و بعد از اں علی رضی اللہ عنہ۔ (حق الیقین صفحہ 219 در اثبات رجوت حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے نعمانی نے روایت کی ہے کہ جب قائم آل محمد غار سے باہر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے ان کی مدد کرے گا۔ اور ان کی سب سے پہلے بیعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کریں گے پھر آپ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت کریں گے۔ تو شاہ صاحب بخاری من بندہ ابو العطاء مسجد میں قسم دینے کیلئے تیار ہے اگر آپ ہمیں قسم اٹھانے کی دعوت نہ دیں گے تو تم اپنے دعویٰ میں جھوٹے ثابت ہوں گے۔ مگر ہماری ایک شرط ہوگی جس کو سب اہل علم وانصاف تسلیم کریں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک بیان (امالی شیخ ابو جعفر طوسی جلد دوم صفحہ 180 طبع ایران قال فبایعتم ابابکر وعدلتم عنی فبایعت ابا بکر کما بایعتموہ و کرھت ان اشق عصا المسلمین وان افرق بین جماعتھم ثم ان ابا بکر جعلھا العمر من بعدہٖ وانتم تعلمون انی اولیٰ الناس برسول الله صلی الله علیه وسلم و بالناس من بعدہٖ فبایعت عمر کما بایعتموہٗ فوفیت لہٗ بیعتہٖ حتی لما قتل جعلنی سادس ستۃٍ فد خلت حیث ادخلنی و کرھت ان اُفرق جماعۃ المسلمین و اشق عصاھم فبایعتم عثمان فبایعتہٗ

ترجمہ:۔تم نے ابوبکر کی بیعت کی مجھے چھوڑ کر تو میں نے بھی تمہاری اُن کی طرح بیعت کر لی اور مجھے یہ ناپسند تھا کہ مسلمانوں میں یعنی صحابہ کرام میں ناانصافی ڈالوں پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میری قرابت سب سے زیادہ تھی۔ پھر میں نے عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت اُسی طرح کی جیسے تم نے کی تھی اور میں نے حضرت عمر کے ساتھ کما حقہٗ وفا کی حتیٰ کہ جب وہ شہید ہوئے تو مجھے مجلس شوریٰ کے ارکان میں چھٹا رکن مقرر کیا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مقرر کی ہوئی رکنیت کو قبول کیا اور میں نے مسلمانوں کی جماعت کو توڑنا اور ان کی وحدت اور مضبوطی کو ختم کرنا برا جانا۔ پھر تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور میں نے تمہاری طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ مذکورہ حدیث سے یہ بات بالکل وضاحت سے ثابت ہوگئی کہ مولا علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلثہ کی بیعت کی تھی اور جو لوگ اس وضاحت کے ہوتے ہوئے پھر

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کا انکار کرتے ہوئے ان کا انکار یا تو از روئے جہالت ہے یا پرلے درجے کا جھوٹ ہے۔ کیوں کہ شیعہ کے صحاح اربعہ کے مصنفین میں شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقرار بیعت صاف صاف الفاظ میں نقل کیا ہے۔ الحاصل علی المرتضیٰ میں نے خلفائے ثلثہ کی بیعت کی اور ُان کا وفادار رہا۔ شیعہ مؤرخ سید امیر علی لکھتے ہیں کہ خلیفہ اول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ قاضی القضات تھے اور مہتمم زکوۃ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ عالم تھے۔ خط وکتابت اور اسیران جنگ کی حفاظت پر مامور تھے۔

وہاں کوئی کام بغیر صلاح و مشورے کے طے نہ پاتا تھا۔ تاریخ اسلام صفحہ 57 سید امیر علی سیشن جج۔

اب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تعامل ملاحظہ فرمایئے۔ درکار ہا و لشکر کشی ہا و اعانت مے فرمود رائے نیکو مے داد۔ ترجمہ: امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ ہر کام میں اور فوج کشی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے امداد اور اعانت فرماتے تھے اور نیک مشورے دیتے تھے۔ ثابت ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقدس نظریہ کے اور مذہب میں حضرت عمر فاروق برحق خلیفہ تھے۔

شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 77 پر لکھتے ہیں قضیہ فدک میں بعض حضرات ایک دلیل یہ بھی دیتے ہیں کہ اگر یہ ان کا حق ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی حکومت کے دوران اس پر قبضہ کر لیتے۔ اُن کا قبضہ نہ کرنا اس کی دلیل ہے کہ اُن کا حق نہیں تھا۔ یہ دلیل درست نہیں ہے کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جو لوگ بصرہ کوفہ اور مصر سے آئے تھے اُن کو ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ اپنے خاندان بنی اُمیہ کی جائیدادیں بنا رہے ہیں۔ اگر اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی فدک پر قبضہ کر کے اپنی آدمی مقرر کرتے تو اُن پر بھی وہی الزام ہو جاتا یہ صرف ایک جواب ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ باغ فدک کے متعلق شیخین کی مخالفت سے مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے۔ ثبوت فلما وصل الامر الی علی بن ابی طالب علیہ السلام کلھم فی رد فدک فقال انی لا ستحی من اللہ ان ارد شیأ منع منہ ابو بکر وامضاہ عمر

جب معاملہ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس پہنچا تو آپ سے فدک کے لوٹائے جانے میں گفتگو ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم مجھے اُس چیز کے لوٹانے سے شرم خدا آتی ہے جس کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہیں لوٹایا۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغۃ جلد 2 صفحہ 94 مطبوعہ بیروت)

ذالك ان لك ما لا بيك كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يا خذ م من فدك قوتكم ويقسم الباقي ويحمل منه في سبيل الله ولك على الله ان اصنع بها كما كان يصنع فرضيت بذالك و اخذت العهد عليه به و كان يا خذ غلتها فيدفع اليهم منها ما يكفيهم ثم معلت الخلفآء بعده' كذالك الى ولى معاوية

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا! اے سیدہ فاطمہ تیرے لئے وہی کچھ ہے جو آپ کے والد کا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فدک کی آمدنی سے تمہاری خوراک کا اہتمام فرماتے اور باقی ماندہ تقسیم فرما دیتے اور اس میں سے فی سبیل اللہ سواری بھی لے دیتے۔ تمہارے بارے میں اللہ سے معاہدہ کرتا ہوں کہ میں اسی طرح تم سے سلوک کروں گا جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سلوک فرمایا کرتے تھے۔ تو یہ سن کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں۔ اور اسی پر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عہد لے لیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کا غلہ وصول کرتے اور اہل بیت کو ان کی ضرورت کے مطابق دے دیتے ان کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے تک یہی عمل جاری رہا۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد پنجم صفحہ 107) زیر خط 44 مطبوعہ تہران)

نوٹ:۔ ثبوت نمبر ا سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ باغ فدک اپنے ذوی القربٰی کو لوٹانے جبکہ شیخین نے ایسا نہیں کیا مجھے اللہ پاک سے شرم و حیا آتی ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ جو انہوں نے فدک کے بارے میں کیا اس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل ہی سمجھا اور ان کی مخالفت کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سمجھا۔

۴ حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ نے فدک کے بارے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو جو انہوں نے فدک کے بارے میں [illegible] دیا۔ قال زيد وايم الله لو رجع

الامر ابی نقفیت فیہ بقضاء ابی بکر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم اگر یہی معاملہ میرے سپرد کر دیا جائے اور مجھے فیصلہ کرنے کو کہا جائے تو میں بھی وہی فیصلہ کروں گا جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا۔ (ابن حدید شرح نہج البلاغۃ جلد چہارم صفحہ 86 مطبوعہ بیروت)

حضرت امام پاک محمد باقر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فدک کے بارے میں ہم پر رائی بھر بھی ظلم نہیں کیا۔ ابو عقیل کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ میری جان آپ پر قربان کیا ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم نے تمہارے حقوق کے بارے میں کچھ ظلم کیا یا تمہارے حق دبائے رکھے۔ فقال لا والذی انزل القرآن علیٰ عبدہٖ لیکون للعیلمین نذیراً ما ظلمنا من حقنا مثقال حبۃٍ من خردلۃ فرمایا نہیں۔ اللہ کی قسم! جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ تمام جہانوں کیلئے وہ نذیر بن جائے۔ ہمارے حقوق میں سے ایک رائی کے دانے کے برابر بھی انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا۔ میں نے کہا آپ پر قربان جاؤں کیا میں اُن سے محبت کروں فرمایا ہاں تو برباد ہو جائے انہیں دونوں جہانوں میں دوست رکھ۔ اگر اس وجہ سے تجھے کچھ نقصان ہو تو میرے ذمہ ہے۔

(شرح ابن حدید جلد چہارم صفحہ 84)

۴......ولك علی اللہ ان اصنع بما کان یصنع فرضیت بذالك واخذت انعھد علیہ و کان یاخذ غلتھا فیدفع الیھم منھا ما یکفیھم ثم فعلت الخلفآء بعد کذالك الی ان ولی معاویہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم کھا کر تم سے اقرار کرتا ہوں کہ فدک کی آمدنی اسی طرح صرف کروں گا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس پر راضی ہو گئیں اور حضرت ابو بکر سے اسکا عہد لے لیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کا غلہ وصول کر کے اہل بیت کی ضرورت کے مطابق انہیں دیا کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی ایسا ہی کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہی عمل جاری رہا۔ (شرح نہج البلاغۃ ابن حدید جز صفحہ 16 جلد 4 صفحہ 80 فدک کے بارے میں چند شیعی اعتراضات اور اس کے جوابات

اعتراض:- آپ نے ثابت کر دیا کہ سیدہ فاطمہ الزہرا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا

فدک کا فیصلہ سن کر راضی ہو گئیں اور یہ فیصلہ صدیقی سرآنکھوں پر تسلیم کر لیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر راضی ہو گئیں۔ مگر تمہاری بخاری شریف کی حدیثوں سے ناراضگی ثابت ہوتی ہے۔

جواب:- اہل سنت کی کتابوں میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا فدک کے بارے میں دعویٰ کرنا تین بزرگوں سے منقول ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو طفیل بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تین جگہ منقول ہے۔ لیکن ناراضگی کا نام نہیں۔ ابوداؤد شریف میں بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تین جگہ روایت ہے مگر اُن میں ناراضگی کا لفظ نہیں۔ معلوم ہوا کہ بخاری شریف میں فغضبت کا لفظ دو جگہ ہے دو جگہ نہیں۔ صحیح مسلم میں نہیں، ابوداؤد میں بھی بالکل نہیں۔ علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو طفیل سے جو روایات منقول ہیں اُن میں بھی ناراضگی کا لفظ نہیں۔ پس یہ دو پہلو صرف اُس روایت کے ہیں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ لہذا باقی بزرگوں کی روایات میں ناراضگی کا لفظ نہیں۔ تو معتبر پہلو وہی ہوا جس میں ناراضگی نہیں تو پس حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کا دعویٰ تام نہ رہا اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت میں یہ غضبت والا اضافہ ہے وہ ایک راوی ابن شہاب زہری کا قیاس ہے اور وہ قابل حجت نہیں۔ بعض جگہ غضبت اور بعض جگہ وجدت ہے اور وجدت کے معنی حزنت اور ندمت کے ہوتے ہیں۔ دیکھو (لغات قاموس) یعنی جناب سیدہ پشیمان ہوئیں اور اُن کی یہ پشیمانی اپنے دعویٰ پر ہی تھی۔ کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مطالبہ باغ فدک پر یہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کی۔ نحن معاشر الانبیاء لا نورث پیش کیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموشی سے واپس آ گئیں اس کے بعد انہوں نے کبھی باغ فدک کے متعلق کلام نہیں فرمایا اور بوقت واپسی راضی تھیں۔ اس دلیل کے رد میں اکابر علماء شیعہ میں سے شیخ مرتضیٰ نے شافی میں کہا ہے کہ یہ کہنا سیدہ بخوشی واپس آ گئیں تھیں۔

فکیف یدعیٰ انہا علیہا السلام کفت راضیۃ و امسکت قانعۃً لولا البثُّ وقلۃُ الحیاء

یہ کیسے دعویٰ ہو سکتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا راضی ہو کر خاموش ہو گئیں اور صبر و قناعت ا

سے مزید گفتگو کرنے سے رک گئیں ہوسکتا ہے کہ یہ سب کچھ کثرت حیا اور پریشانی کیوجہ سے ہوا ہو۔ سیدہ فاطمہ کلام نہ کرنا اور اس میں خاموشی کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ابن حدید نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ جو کچھ شیخ مرتضیٰ نے ذکر کیا وہ صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اُس ناراضگی کو ظاہر کرتا ہے جو بوقت حاضری عدالت تھی۔ **ولا یدل علی انها بعد راویة الخبر بعد ان اقسم لها ابو بکر بالله تعالیٰ انه' ما روی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم الا ما سمعه' منه انصرفت ساخطةً** لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سن کر اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قسم اٹھانے کے بعد کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا غصہ اور ناراضگی میں واپس آ گئیں۔ (ابن حدید شرح نہج البلاغۃ جلد 4 صفحہ 94)

نوٹ:۔ ابن ابی الحدید کا شیعہ کتاب قرار دینا بے بنیاد اور بے چارگی کی دلیل ہے۔ علمائے ایران اور لکھنؤ نے ابن ابی الحدید کو شیعہ لکھا ہے۔ یہ شرح ہمارے پاس ہے جس کو شک ہو ملاحظہ کرسکتا ہے۔ الحاصل: امام زہری سے روایت کرنے والے تین راوی ہیں۔ شعیب۔ خالد۔ صالح ان میں سے دو راوی شعیب اور خالد لفظ غضبت کا روایت میں ذکر نہیں کرتے۔ مگر صالح شاگرد امام زہری نے جب اس واقعہ میں اپنے استاد زہری سے لم تتکلم حتی ماتت کے الفاظ سنے تو اُسنے قیاس کیا کہ سیدہ فاطمہ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اپنی وفات تک کلام نہ کرنا بوجہ غصہ اور ناراضگی کے تھا۔ اس قیاس کی بنا پر صالح نے غضبت کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ جو اس کی اپنی سوچ تھی حقیقت حال سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دم آخر تک کلام نہ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث رسول لانورث ماترکنا فھو صدقۃ ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ ہمارا سب کچھ چھوڑا ہوا صدقہ ہوتا ہے۔ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو یہ بات سمجھ آ گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم نہیں ہوتی وہ صرف اُن حقداروں پر صرف ہوگی جن پر آپ خود صرف فرماتے رہے۔ تو اس حقیقت سے آگاہی کے بعد سیدہ نے پھر تا دم آخر معاملہ فدک میں ابوبکر صدیق سے قطعاً گفتگو نہیں کیا۔ دیگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بھی سیدہ کو پیش کش کی کہ مال و اموال خود را ازتو مضائقہ ندارم آنچہ خواہی بگیر تو سیدہ اُمت پدر خودی و شجرۂ طیبہ از برائے فرزندانِ خود انکار فضل تو

کسے نے تواند کرد۔ حکم تو نافذ است در سال من اما در اموال مسلمانان مخالفت گفتۂ پدر تو نے توانم کرد۔

مفہوم عبارت:۔ میرا تمام ذاتی مال و جائیداد تمہارے لئے حاضر ہے اے دختر رسول تمہیں کلی اختیار ہے یہ سب کچھ آپ پر قربان ہے آپ اپنے پدر گرامی کی امت کے سردار ہیں۔ آپ بیٹوں کیلئے شجرہ طیب و طاہر ہیں تمہارے فضیلت کا ہمیں اقرار ہے۔ مگر مسلمانوں کے مال میں تمہارے والد گرامی ﷺ کی حدیث پاک کے خلاف عمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

مقام غور و فکر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتون کو اپنے مال و متاع میں تصرف کرنے کا کلی اختیار دے دیا۔ لیکن باغ فدک اجتماعی مفاد کیلئے وقف تھا اس لئے اس کو دینے سے معذرت کر لی یہ صرف ان کی اپنی رائے اور ذات کا فیصلہ نہ تھا بلکہ صحابہ کرام کا متفقہ فیصلہ تھا۔ جس کی پشت پر سرور عالم ﷺ کی حدیث مبارک تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر ہی عمل فرماتے رہے۔ راقم الحروف کا دعویٰ ہے کہ شیعہ حضرات فغضبت فاطمة فهجرت ابا بكر فاطمہ رضی اللہ عنہا غصہ ہو گئیں اور ابو بکر سے گفتگو ترک کر دی۔ سو اس کی حقیقت ہم نے بیان کر دی۔ ناراضگی کی یہ کہانی اہل سنت و جماعت کی کسی معتبر کتاب سے ان الفاظ کے ساتھ کہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے خود فرمایا ہو کہ میرا حق غصب ہوا میں ابو بکر سے سخت ناراض ہوں۔ اس لئے میں اُن سے کبھی کلام نہیں کروں گی۔ میں شاہ صاحب بخاری آپ کو اور آپ کے اُس مولوی ذاکر مجتہد کو پانچ ہزار انعام دونگا جو ایک ہی حدیث صحیح دکھا دے جس میں یہ ذکر ہو کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی لیکن دوران ملاقات کلام نہیں ہوا۔ آؤ میں دکھاتا ہوں۔ آپ کے شیخ قمی لکھتے ہیں۔ قال فلما بايع علی عليه السلام والزبير وهدأ آت تلك الفورة مشىٰ اليها ابو بكر بعد ذالك فشفع العمر و طلب اليها فرضيت جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور حالات پر سکون ہو گئے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے بعد سیدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کیلئے سفارش کی اور رضا کے طلب گار ہوئے تو آپ راضی ہو گئیں۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔

۱۔۔۔۔۔۔سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر راضی تھیں۔

۲۔۔۔۔۔۔سیدہ خاتون جنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر یوں صمیم قلب سے راضی تھیں کہ اُن کی سفارش پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی راضی ہو گئیں۔

بیت الاحزان مصنفہ شیخ قمی طبع اصفہان صفحہ 88 غضبت فاطمۃ کے الفاظ راوی نے اپنی طرف سے قیاس اور اندازے سے پیش نظر زائد کر دیئے۔ ہمارا دعوٰی ہے کہ کوئی شیعہ اس قسم کی اراضگی کے الفاظ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے نکلے ثابت کر دے تو اُسے پانچ ہزار روپے انعام دیں گے۔

اب آیہ استخلاف کی تفسیر و معانی بیان کرتے ہیں

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت وعدہ ان لوگوں سے کیا گیا جو مومن ورصالح ہوں یعنی نزول آیت سے پہلے ایمان لا چکے ہوں۔

۲۔۔۔۔۔۔وہ اس وعدہ سے خارج ہیں جو نزول آیت کے وقت تک ایمان نہیں لائے تھے مثلاً امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ وہ اسوقت ایمان نہیں لائے تھے۔ لہٰذا ان کی خلافت وہ خلافت نہیں جس کا اس آیت میں وعدہ کیا جارہا ہے۔

۳۔۔۔۔۔۔وہ ولگ بھی اس آیت کے مصداق سے خارج ہیں جو نزول آیت کے وقت تک پیدا نہیں ہوئے باقی ائمہ اہل بیت بمعہ حضرت امام محمد مہدی اس آیت کا مصداق نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ تو ابھی پیدا ہی نہیں تھے۔ اب شیعہ حضرات کے شمس العلماء حجۃ الاسلام والمسلمین صدر المفسرین العلامہ سید علی الحائری سے اس کی تفسیر سنیئے۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم میں لفظ منکم دو فائدوں کیلئے بیان کیا گیا۔ ایک تو یہ کہ تم مسلمانوں نی سے (جو سب کے سب صحابہ کرام تھے) جو مومن ہوگا وعدہ خلافت میں شامل ہوگا نہ کہ ہر مسلمان۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ منکم میں من تبعیفیہ ہے یعنی تمام مسلمانوں میں سے جس قدر مومن ہوں گے سب کے سب خلیفہ نہیں بنائیں گے۔ بلکہ وہ بعض مومن جو خلافت کے حقدار ہوں گے۔ یہ ہے آپ کے علامہ علی الحائری کی منکم کے لفظ کی تفسیر کا خلاصہ تو امام قائم یقنی امام محمد مہدی آیت استخلاف کے مصداق نہیں بن سکتے۔ آگے لیستخلفنھم فی الارض کی تفسیر بحوالہ

تفسیر مجمع البیان ابو علی فضل بن حسن طبرسی حوالہ نمبر 1 شیعی۔ لیورثنهم الارض الکفار من العرب والعجم فیجعلهم سکا نهاوملوکها لیستخلفنهم فی الارض کا معنی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ عرب وعجم کے کفار کی زمین کا انہیں وارث بنائے گا۔ وہ مسلمان وہاں سکونت پذیر ہوں گے اور بادشاہ بنیں گے۔ اور یہ تاریخی حقیقت ہے جس کو کوئی بھی جھٹلا نہیں سکتا کہ سیدنا فاروق اعظم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ ممالک فتح ہوئے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بموجب وعدہ الٰہی عرب وعجم کے باسیوں اور سرزمین عرب وعجم کے بادشاہ بنے۔ (مجمع البیان جلد 4 جز ہفتم)

حوالہ نمبر: ۲ لیستخلفنهم فی الارض کی تفسیر میں صاحب تفسیر صافی یوں لکھتے ہیں۔ لیجعلنهم خلفآء بعد نبیکم اللہ تعالیٰ یقیناً ان صحابہ کرام کو تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد خلیفہ بنائے گا۔ بعد نبیکم کے الفاظ صاف صاف بتاتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد خلیفہ بنیں گے جو اس امت کا آپ کے قائم مقام ہو کر نظام چلائیں گے۔ تو ایسے خلیفہ خلفائے اربعہ ہیں نہ کہ امام محمد مہدی سلام اللہ علیہ کیونکہ ان کی تشریف آوری تو قریب قیامت ہوگی۔ اگر امام مہدی رضی اللہ عنہ ہی آیت استخلاف سے مراد ہوتے تو لازم آتا کہ ان کی آمد تک اُمت گمراہی میں بھٹکی رہتی۔ (تفسیر صافی جلد دوم صفحہ 177)

حوالہ نمبر: ۳ انها آیة استخلافهم فی الارض و تمکین دینهم وتبدیل خوفهم امنا بما اعز الاسلام بعد رحلة النبی فی ایام الخلفاء الراشدین والمرد باستخلافهم استخلاف الخلفاء الاربعة بعد النبی یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے حق میں نازل ہوئی اللہ تعالیٰ ان کے حق میں اپنا وعدہ پورا کیا کہ انہیں زمین کی خلافت دی ان کے دین کا استحکام دیا۔ ان کے خوف سے بدل دیا۔ اسلام کا غلبہ اس کا سبب بنا یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں ہوا۔ تفسیر شیعہ مجتہد طباطبائی صفحہ 153 حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ثانی نے عجمی سپاہ کے مقابلہ میں بنفس نفیس خود جانا چاہا اور اس امر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا۔ تو آپ نے فرمایا دین اسلام کا غالب آنا اور مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت وقلت پر منحصر نہیں یہ اسلام اس خدا کا دین ہے۔ جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے اور سپاہ اسلام اس خدا کی

فوج ہے جس نے اُس کی ہر جگہ مدد کی اس ایک بلند مرتبہ پر پہنچایا ان کا آفتاب وہاں طالع ہو گیا جہاں لازم تھا ونحن علی موعودٍ من اللہ واللہ منجز وعدہٖ وناصر جندہٖ ہم لوگ اس وعدہ خداوندی پر کامل یقین کے ساتھ ثابت ہیں جو اس نے غلبہ اسلام کے بارے میں فرمایا ہے۔ بے شک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے۔ وہ اپنی سپاہ کا مددگار ہے۔ (نہج البلاغۃ خطبہ نمبر 146 صفحہ 203 اب قابل وضاحت یہ بات ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ موعود من اللہ واللہ منجز وعدہ وناصر جندہٖ سے یہاں خطبہ میں کیا مراد لی ہے۔ اس کی وضاحت شیعی مجتہد سے سنئے۔ ثم وعدنا بموعود وھو النصر والغلبۃ والاستخلاف فی الارض کما قال وعداللہ الذین اٰمنو منکم و عملوالصٰلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم وکل وعد من اللہ فھو منجز لعدم الخلف فی خبرہٖ پھر اس نے ہم سے اپنی تقدیر میں مقدر وعدہ کا اعلان فرمایا۔ اور وہ مدد اور غلبہ اور زمین میں خلیفہ بناتا ہے۔ جیسا کہ اُس نے قرآن پاک میں فرمایا۔ وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک اور ان کو ضرور بالضرور خلیفہ بنائے گا زمین میں جیسے اُس نے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بہر صورت پورا ہونیوالا ہے کیونکہ اُس کی خبر جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ (شرح نہج البلاغۃ ابن میثم شیعی جلد سوم صفحہ 196)

نوٹ:- ابن میثم نے یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد فرمودہ خطبہ میں موعود من اللہ سے مراد آیت استخلاف ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں یقین رکھتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اس زمین میں خلافت عطا فرمائی ہے اور خلیفہ کی مدد کرنی اور ان کے دین کو غلبہ دینا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کرنے کا وعدہ فرمایا۔ وہ یقیناً حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لشکر کو اللہ کا لشکر فرمایا اور تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لشکر کی مدد فرمائے گا کیونکہ اس کا یہ وعدہ ہے۔

۵ ...... لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین کے تحت ملا فتح کاشانی شیعی یوں لکھتے ہیں۔ دراندک وقتے حق تعالیٰ بوعدہ مومنا وفا نمود جزائر عرب و دیارِ

کسریٰ و بلادِ روم بایشاں ارزانی داشت تھوڑی مدت اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو مسلمانوں کے حق میں پورا کردیا۔ عرب کے جزیرے اور کسریٰ کے شہر اور روم کے علاقے انہیں عطا فرمادیئے۔

نوٹ:۔ ملا فتح اللہ کاشانی کے مطابق اللہ کا وعدہ پورا ہو چکا ہے۔ لہذا اس آیت کی اب یہ تاویل کرنا کہ اس وعدہ کی وفا حضرت امام محمد مہدی رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوگی بالکل باطل اور لغو ہے۔

تفسیر منہج الصادقین ملا فتح علی کاشانی جلد ششم صفحہ 312 قیصر و کسریٰ روم کے شہروں کا مسلمانوں کے زیر تسلط آنا اسے شیعہ سنی متفقہ طور پر مانتے ہیں۔ کہ ان فتوحات کا سہرا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سر ہے اور آپ کے دور خلافت ہی میں یہ فتوحات ہوئیں۔ لہذا مذکورہ حوالہ منہج الصادقین کے مطابق خلفائے راشدین ہی آیہ استخلاف کے مصدق بنتے ہیں۔

ولیمکنن لھم وینھم الذی ارتضیٰ لھم ولید لنھم من بعد خوفھم امنا اللہ تعالیٰ جس دین کو پسند کرتا ہے اُسی کو ان خلفاء کیلئے مضبوط و محکم بنائے گا اور اللہ تعالیٰ حسب وعدہ ان کے زمانے میں خوف کو امن میں تبدیل فرمادے گا۔ اس حقیقت کا اظہار حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان الفاظ میں کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تعریف میں فرمایا۔ قال علیہ السلام فی کلام لــــہ' **وولیھم وال فاقام واستقام حتیٰ ضرب الذین بجیرانہ** اور حکم ہو مسلمانوں کا ایک حاکم اور اُس نے قائم کیا دین کو حتیٰ کہ دین نے اپنا سینہ زمین پر رکھ دیا۔ ان الوالی ھو عمر بن الخطاب شرح میثم نہج البلاغۃ جلد 5 صفحہ 463 خلفاء کے زمانہ میں خوف کو امن میں بدل دیا ملاحظہ ہو۔

للہ بلاد فلان فلقد قوم الا ودو داومی العھد واقاما السنۃ وخلف الفتنۃ ذھب نقی الثواب قلیل العیب اصاب خیر ھا وسبق شرھا ادی الی اللہ طاعتہ' واتقاہ بحقہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہروں کو برکت دے اور انہیں محفوظ رکھے وہ عمر جس نے کجی کو دور کیا گمراہوں کو ہدایت دی بیماری کا علاج کیا شہر کے رہنے والوں کو مسلمان کیا۔ سنت کو قائم کیا۔ احکام پیغمبر کو جاری کیا۔ فتنہ و فساد کے امور کو پس پشت ڈال دیا۔ ان کے دور خلافت میں فتنہ نہ اٹھا۔ پاکدامن اور کم عیب ہو کر دنیا سے گیا۔ خلافت کی خوبیوں کو پایا اس کی شر سے پہلے چلا گیا امر خلافت ک منظم طور پر چلایا۔ اللہ کی بندگی بجالایا اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کیا اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کیا۔

یعبدوننی لا یشرکون بی شیا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ آیہ استخلاف کی تفسیر اور وضاحت ختم ہوگی۔ اب ایک حدیث سنیے۔ در حدیث صحیح از امام محمد باقر منقول است، حق تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنا دعویٰ ظاہر کرو۔ پس حضرت بمسجد آمد و بر حجر اسمٰعیل ایستادہ بصدائے بلند ندا کرد کہ اے گروہ قریش وائے طوائف عرب شمارا مے خوانم بسوئے شہادت بوا حدنیت خدا و ایمان آوردن بہ پیغمبریٔ من وامرے کنم شمارا کہ ترک کنید بت پرستی را۔ واجابت نمائید مرا در آنچہ شمارا مے خوانم تا پادشاہان عرب گردید و گروہ عجم شمارا فرمان برداران گردند و در بہشت بادشاہاں باشید۔

تو حضور نبی کریم ﷺ مسجد میں یعنی خانہ کعبہ میں آئے اور حجر اسمٰعیل پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے ندا کی کہ اے گروہ قریش اور اے اقوام عرب میں تم کو بلاتا ہوں خدا کی واحدنیت کی شہادت اور میری پیغمبری پر ایمان لانے کی طرف اور حکم کرتا ہوں کہ تم بت پرستی کو چھوڑ و اور میرا کہنا قبول کرو اس امر میں جس کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں۔ تاکہ عرب کے بادشاہ ہو جاؤ اور عجم تمہارے فرماں بردار ہو جائیں اور تم بہشت میں بادشاہ بنو۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ 263 در بعثت آنحضرت)

قارئین غور فرمائیں جو مضمون آیہ استخلاف میں ہے وہ سب مذکورہ بالا حدیث میں ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ آیہ استخلاف میں جو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہم ان کو زمین میں خلیفہ کریں گے۔ اس سے عرب و عجم کی بادشاہت ہے جیسا کہ بحوالہ تفسیر مجمع البیان شیعی آیت استخلاف کی تفسیر یہ بیان ہے۔ لیورثنھم ارض الکفار من العرب والعجم اس سے مراد عرب و عجم کی بادشاہت ہے اور جو آیہ استخلاف میں مذکور ہے کہ اللہ کو خلفاء کا دین پسند ہوگا اور وہ اللہ کی عبادت کریں گے۔ کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔ تو یہ مضمون حدیث روایت کردہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ میں یوں مذکور ہوا کہ تم بہشت میں بادشاہ بنو گے تو از روئے قرآن اور حدیث پاک رسول اللہ ﷺ ثابت ہو گیا کہ چاروں خلفاء عرب و عجم کے بادشاہ بھی ہوئے اور آخرت میں بہشت کے بادشاہ بھی۔ اس حقیقت کو شاہ صاحب بخاری آپ کے بھی ممدوح سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب فرماتے ہیں۔ بعض لوگ بڑے سطحی انداز میں تاریخ کا

مطالعہ کرے کے بے تکلف یہ فیصلہ کر ڈالتے ہیں کہ اسلام تو بس تیس سال چلا اور پھر ختم ہو گیا۔ حالانکہ صورتحال اس سے بالکل مختلف ہے۔ خلافت راشدہ کی اصلی خوبی یہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مکمل نیابت تھی۔ خلیفۂ راشد محض راشدہ (راست رو) ہی نہ ہوتا تھا بلکہ مرشد (راہنما) بھی ہوتا تھا۔ اس کا کام حکومت کا نظم ونسق چلانا اور فوجیں لڑانا تھا۔ بلکہ اللہ کے پورے دین کی مجموعی طور پر قائم کرنا تھا۔ اس کی ذات میں ایک ہی مرکزی قیادت تھی جو سیاسی حیثیت سے مسلمان کی سربراہی بھی کرتی تھی۔ اور عقیدہ مذہب اخلاق و روحانیت قانون و شریعت تہذیب وتمدن۔ تعلم وتربیت اور اخلاق وتبلیغ کے تمام معاملات میں ان کی امامت اور رہبری کے فرائض بھی انجام دیتی تھی۔ (خلافت وملوکیت صفحہ 201)

ایک شبہ کیا خلفاء ثلثہ شرعی مسائل حل نہیں کر سکتے تھے

جواب:- ہم یہ بات نہیں مانتے کہ خلفائے ثلثہ میں مسائل حل کرنے کی اہلیت نہ تھی۔ خاص کر خلیفہ ثانی کہ جن کی ذات کے متعلق حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ انہیں کے متعلق حوالہ جات ملاحظہ کیجئے۔

ان السکینة تنطق علی لسان عمر احتجاج طبرسی جلد دوم صفحہ 447 بے شک سکینہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر ناطق ہے۔ اسی روایت کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے۔ **ان الحق تنطق علی لسان عمر وان ملکا ینطق علی لسانہ وغیرہ ذالک قال فی تلخیص (الشافی صفحہ 247)**

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق بولتا ہے۔ اور فرشتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر بولتا ہے۔ شیعہ حضرات کی معتبر کتب سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت عمر کی زبان پر حق اور فرشتہ بولتا ہے۔ اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ان روایات کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا۔ لست منکر فضل عمر للن ابو بکر افضل من عمر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے کسی کو فرمایا کہ تو نے جو یہ کہا کہ حق عمر کی زبان پر بولتا ہے اور اس سے ان کی فضیلت بیان کی لیکن فضیلت میں یاد رکھو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ہیں۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی اس شہادت کے بعد یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ خلیفہ ثانی کو مسائل شرعیہ جواب نہیں آتے تھے۔

۲﴾...... دعائے مصطفےٰ ﷺ اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب اے اللہ عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو عزت وغلبہ عطا فرما۔

(تفسیر صافی شیعی صفحہ 247 شرح نہج البلاغۃ ابن حدید جلد اول صفحہ 59)

نبی کریم ﷺ کا مستجاب الدعوات ہونا ہم اور تم سب کو مسلم ہے تو جب دعائے پیغمبر حضرت عمر مستحکم ومضبوط کرنے والے دین اسلام کے ہوئے تو پھر یہ کیوں کر کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بابرکت وجود سے مضبوطی اور استحکام عطا ہوا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسائل اسلام کا علم نہیں تھا۔ اس قسم کا عقیدہ شیعہ لوگوں کا تو ہو سکتا ہے کسی خادم اہل بیت اور اُمتی رسول کا ایسا عقیدہ ہونا ناممکن ہے۔

۳﴾...... خدا نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق قرآن اُتارا

جنگ بدر کے قیدیوں کا جب مسئلہ پیش ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں صحابہ سے مشورہ طلب کیا بعض نے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا لیکن حضرت عمر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما نے قتل کر دینے کا مشورہ دیا لیکن حضور علیہ الصلوۃ والسلام دیگر صحابہ کرام کے مشورہ کے مطابق ان سے جزیہ لے کر چھوڑ دیا تو یہ آیت استخلاف نازل ہوئی۔

لو لا کتب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم (پارہ 10) اگر تحریر خدا پہلے سے نہ ہو گئی ہوتی تو جو کچھ تم نے لے لیا ہے اس کے بارے میں تم پر بڑا سخت عذاب واقع ہوتا۔ (مقبول ترجمہ) اسی آیت کی تفسیر ملا فتح اللہ کاشانی شیعی نے یوں تحریر کیا ہے۔ کہ در روایت آمدہ کہ حضرت محمد رسول ﷺ فرمود اگر عذاب فرود آمدی غیر عمر و سعد بن معاذ از اں نجات نیافتند لے زیرا کہ ایں ہر دو بقتل کفار راضی بودند نہ باخذ فدیہ۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اگر اللہ کا عذاب اترتا تو عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ بن معاذ کے بغیر کوئی نجات نہ پاتا۔ کیونکہ ان دونوں نے ان قیدیوں کو قتل کرنے پر رضا مندی ظاہر کی تھی نہ فدیہ لینے پر۔ حاصل کلام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے بارگاہِ الٰہی میں مقبول تھی لہذا ثابت ہوا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مسائل شرعیہ کے حل کی عظیم اہلیت عطا فرمائی تھی۔ جن کو اللہ اور اس کا رسول صائب الرائے کہیں ان کی رائے اور اہلیت میں کوئی شک ہو سکتا ہے۔

از تاریخ ابوالفداء

ہجرت اولیٰ:۔ یہ وہ ہجرت ہے جس میں مسلمان درمیان زمین حبشہ کو جارہے تھے۔ واضح ہو کہ قریشیوں نے اصحاب رسول اللہ کو بہت تنگ کرنا ایذا شروع کیا۔ اس وقت پیغمبر خدا ﷺ نے یہ ارشاد کیا کہ جس کسی کے کنبہ نہ ہو اس کو اختیار ہے وہ حبشہ کی طرف چلا جائے۔ چنانچہ اول بارہ اشخاص جن میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ رقیہ رضی اللہ عنہا دختر نیک اختر رسول مقبول کے اور زبیر العوام عثمان بن مظعون، عبداللہ بن مسعود اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم تھے ہجرت کر کے دریا پار کر کے زمین حبشہ میں طرف بادشاہ نجاشی کے گئے اور وہاں جا کر قیام کیا۔ بعد ان کے جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی پھر اکثر مسلمانوں نے ہجرت کی اور حبشہ میں جا بسے۔ وہ کل مرد جو ہجرت کے گئے وہ تراسی 83 تھے اور عورتیں اٹھارہ۔ یہ تعداد سوا ان کے ہے اُن بچوں کے ہے جو ہمراہ تھے۔ نجاشی نے بھی اپنے یہاں کے پناہ گزینوں کی حفاظت وحمایت کی۔ جب قریش نے دیکھا کہ اسلام بڑھتا چلا جارہا ہے۔ اور تمام قبائل عرب میں پھیل گیا اس وقت آپس میں عہد کیا ان سے نکاح اور خرید وفروخت بھی نہ کریں گے۔ اس امر کا ایک اقرار نامہ لکھ کر واسطے تاکید کے کعبۃ اللہ میں رکھ آئے۔ (تاریخ ابوالفداء صفحہ 43)

نوٹ:۔ تاریخ ابوالفداء کے محشی یعنی حاشیہ لکھنے والے شیعہ حضرات کے فخر العلماء سید نجم الحسن کراروی پشاور والے ہیں تاریخ میں جو لکھی ہوئی عبارت شیعہ مسلک کے خلاف ہو۔ اس کے جواب یعنی ردحاشیہ کتاب پر لکھ دیتے ہیں۔ تو ہماری نقل کردہ عبارت بالا تردید انہوں نے قبول کی ہے۔

(از تاریخ طبری بنو ہاشم کے خلاف معاہدہ)

جب عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اسلام لائے یہ ایک نہایت طاقتور اور جری آدمی تھے۔ ان سے پہلے حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی اسلام لا چکے تھے۔ ان دونوں کے مسلمان ہو جانے سے اب اصحاب رسول نے اپنے میں زیادہ قوت محسوس کی اور اسلام قبائل میں پھیلنے لگا۔ بادشاہ نجاشی نے بھی اپنے ہاں مسلمان پناہ گزینوں کی امداد واعانت اور حفاظت کی۔ اس سے قریش بہت طیش میں آئے۔ انہوں نے آپس میں مشاورت کر کے باقاعدہ عہد نامہ لکھا اور اس کی پابندی کیلئے سب نے عہد

عہد و پیماں کیے کہ اب کوئی بنو ہاشم سے خرید و فروخت اور نہ نکاح اور نہ تجارت کرے۔ اس معاہدہ کو کعبہ کے وسط میں لٹکا دیا۔ قریش کے اس بندوبست پر بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب، ابو طالب کے پاس چلے گئے۔ شعب ابو طالب کے درہ کا نام ہے جو خاندان بنو ہاشم کی موروثی ملکیت تھا۔ ان کے ساتھ گھاٹی میں رہنے لگے۔ دو یا تین سال مسلمان اسی بے کسی کی حالت میں رہے زندگی گذارنا مشکل ہو گیا۔ (تاریخ طبری جلد دوم حصہ اول صفحہ 80 بنی ہاشم کا مقاطعہ از تاریخ ابن خلدون)

پھر جب قریش نے دیکھا کہ اکثر مسلمان نجاشی کے ملک میں چلے گئے جن پر ہمارا کوئی زور نہیں چل سکتا اور جو معدودے چند باقی ہیں۔ اب ان کو بھی حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے ذرہ برابر بھی تکلیف نہیں دے سکتے۔ تب انہوں نے جمع ہو کر یہ عہد و پیمان کیا کہ ہم میں سے کوئی شخص بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب سے خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر ہوں نہ نکاح کرے اور نہ لین دین کرے اور اُن سے ملے جلے اس پر سب لوگوں نے قسمیں کھائیں۔ ایک معاہدہ لکھ کر کعبہ میں رکھ دیا۔ تین سال تک یہی عہد و پیماں قائم رہا۔ خرید و فروخت کا معاملہ بند ہو گیا اور مسلمانوں کو سخت تکلیف ہونے لگی۔ (ابن خلدون صفحہ 25)

شاہ صاحب بخاری طبری اور ابن خلدون کے ہر دو خط کشیدہ حوالوں سے ثابت ہوا اور تاریخ ابو الفداء سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اکثر مسلمان بحکم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حبشہ شاہ نجاشی کے ہاں چلے گئے اور باقی ماندہ مسلمان جو معدودے چند تھے، شعب ابی طالب میں اُن کے ساتھ محصور تھے۔ تو وہاں کون ان کی امداد کرتا۔ قلیل تعداد مسلمانوں کو ابھی جہاد کا حکم خداوندی نازل نہیں ہوا تھا۔ دار ارقم میں حضرت عمر فاروق کے اسلام لانے سے پہلے حضرت حمزہ شیر دل اور علی المرتضیٰ انہی مسلمانوں میں تھے۔ جو اسلام کی پوشیدہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ چھپ کر نمازیں ادا کرتے تھے۔ علاوہ صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم کے شعب ابی طالب میں حضرت حمزہ اور علی شیر خدا بھی تھے انہوں نے کون سی امداد کی، دیگر قریش نے تین سال تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بائیکاٹ کیے رکھا۔ آپ شعب ابی طالب میں محصور رہے ان ایام مصیبت میں بھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ اس ابتلا کے خاتمے پر حضرت ابو طالب کے جو اشعار نقل کیے گئے ہیں ان سے یہ حقیقت واضح ہے۔ قضوا ما صوافی لیلھم انہوں نے جو رات کو فیصلہ کیا سو کیا۔

ثم صبحوا علی سہلٍ و سائر الناس رقدو او ھم رجعوا سھل بن بیضاء راضیا وسر ابو بکر بھا و محمد

پھر صبح ہوئی اور تمام آدمی ابھی سو رہے تھے۔ انہوں نے سہل بن بیضاء کو راضی کر کے لوٹایا اور اس سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوئے۔

(ناسخ التواریخ شیعی جلد 2 صفحہ 266)

شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 9 پر لکھتے ہیں۔ دختر رسول اللہ بیمار ہیں، مسجد کے پاس ہی گھر تھا۔ روزانہ پانچ وقت نماز پڑھنے آتے تھے۔ کبھی عیادت نہ کی۔ نماز جنازہ میں شرکت نہ کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک چھ ماہ تک کوئی کلام نہ کرنا اس تمام واقعات سے ثابت ہے کہ آپس کے تعلقات نہایت کشیدہ تھے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ بی بی اُن سے غضبناک تھیں۔ **وکان علی علیه السلام یصلی فی المسجد الصلوٰۃ الخمس فلما صلی قال ابو بکر و عمر کیف بنت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم** حضرت علی پانچوں وقت نماز مسجد میں پڑھتے تھے۔ ایک روز جب نماز پڑھ چکے تو صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کے متعلق دریافت کیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد شیخین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ الزاہرا رضی اللہ عنہا کی صحت کے متعلق دریافت کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ باقاعدگی سے پانچ وقت کی نماز با جماعت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں مسجد نبوی میں پڑھا کرتے تھے۔ کتاب سلیم بن قیس ہلالی جلد ۲ صفحہ ۲۲۴ اور اسی کتاب کے صفحہ ۴۰ پر روایت کرنیوالا سلیم بن قیس ان پانچوں اماموں کا شاگرد ہے۔ حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت زین العابدین اور حضرت امام محمد باقر رضوان اللہ علیہم اجمعین عیادت کے بعد نماز جنازہ کا بیان صفحہ ۲ ارشاد علی کرم اللہ وجہہ **قال علی علیه السلام الوالی احق بالصلوٰۃ علی الجنازۃ من ولیها** حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر کسی کی نماز جنازہ میں اور میت کا ولی اور امیر المومنین قرب الاسناد جلد ۲ صفحہ ۲۱۰۔ خلیفہ وقت دونوں موجود ہوں تو ان میں سے خلیفہ وقت دونوں موجود ہوں تو ان میں سے خلیفہ وقت نماز جنازہ پڑھانے کی اولیت رکھتا ہے۔ اسلامی قانون اور ارشاد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مطابق سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ کی امامت کے سب سے زیادہ حقدار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدہ

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے محلہ میں واقع مسجد مسجد نبوی کے امام بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قال ماتت فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم فجاء ابو بکر و عمر لیصلو، فقال ابو بکر لعلی بن ابی طالب تقدم فقال ما کنت لا تقدم و انت خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم فتقدم ابو بکر وصلی علیها کہ جب فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہم دونوں نماز جنازہ پڑھنے کیلئے آئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آپ مصلی امامت پر تشریف لے چلیے۔ تو حضرت علی نے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں آپ کی موجودگی میں کیسے آگے بڑھ سکتا ہوں۔ تو پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔

نوٹ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیان کردہ قانون کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کیلئے آگے بڑھنے کو کہا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب ابوبکر صدیق کو خلیفہ رسول سمجھتے تھے اور کہتے تھے تو ابوبکر صدیق نے آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھائی۔

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۶۶ طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۲۹)

دیگر امام حسین نے سنت سمجھتے ہوئے امام حسن پاک اور سیدہ ام کلثوم کا جنازہ حاکم وقت سے پڑھوایا۔ قد تقدم ان سعید بن العاص صلی علی الحسن لانہ' کان ولیاً تومئذٍ علی المدینة سعید بن العاص نے امام حسن پاک کی نماز جنازہ پڑھائی کیونکہ ان دنوں مدینہ کے گورنر تھے۔ (کشف الغمہ جلد ا صفحہ ۵۸۶)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لما توفیت ام کلثوم بنت امیر المومنین علیہ السلام خرج مروان ابن الحکم وھو امیر ایومئذٍ علی المدینة فقال الحسین ابن علی علیه السلام لولا السنة ماتر کته' یصلی علیها جب ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا انتقال ہوا۔ اس وقت مدینہ کا حاکم مروان بن حکم نماز جنازہ کیلئے (امامت کیلئے) نکلا۔ تو امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا اگر طریقہ شرعی یہ نہ ہوتا تو میں تمہیں اس کی نماز جنازہ نہ پڑھانے دیتا۔ کتاب الجعفریات صفحہ ۲۱۰ باب من احق بالصلوٰۃ علی المیت کتب شیعہ سے ثابت ہو گیا کہ ائمہ اہل بیت کا یہی دستور رہا کہ اپنے افراد کی نماز جنازہ اس سے پڑھواتے جو وقت کا حاکم ہوتا اور یہ اس لئے کرتے تھے کہ سنت یہی طریقہ تھا۔ اسی

لئے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ کیلئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے کیا تو انہوں نے سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یہی وہ سنت ہی جس کا اعلان امام حسین پاک رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص کے امام بنانے پر کیا اور یہی وہ سنت ہے جس پر ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے جنازہ کی نماز کے وقت عمل کیا گیا۔ اسی سنت کے بارے میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر سنت نہ ہوتی تو تمہیں۔ سعید بن العاص ومروان بن حاکم کو جناب کلثوم رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت نہ دیتا۔

سیدہ خاتون جنت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا جنازہ صرف سات آدمیوں نے پڑھا

از حضرت امیر المومنین صلوٰت اللہ روایت کردہ است کہ ہفت کس بر جنازہ حضرت فاطمہ نماز کردند ابوذر۔ سلمان۔ حذیفہ۔ عبداللہ بن مسعود۔ مقداد و من ایشاں امام بودم (جلا العیون جلد اول صفحہ ۲۴۳) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ میں صرف سات آدمی شریک تھے۔ ابوذر، سلمان، حذیفہ، عبداللہ بن مسعود۔ مقداد اور میں ان کا امام بنا اور نماز پڑھائی۔ حوالہ دیگر جب رات ہوئی تو جناب امیر نے عباس اور فضل ابن عباس کو بلایا اور سلمان۔ مقداد۔ ابوذر۔ عمار کو بلایا اور جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا پر نماز پڑھی اور دفن کر دیا۔ جلاء العیون جلد اول مترجم صفحہ ۲۷۸۔ جلا العیون کی دونوں عبارتوں سے ثابت ہوگیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ میں سات آدمی شریک ہوئے۔ خدارا یہ بتاؤ کہ ان کے علاوہ کئی جلیل القدر صحابہ اس وقت موجود تھے انہوں نے شرکت نہ فرمائی۔ مثلاً امام حسن پاک، امام حسین پاک، عبداللہ بن عباس، عقیل بن ابی طالب، جعفر بن ابی طالب، سعد بن عبادہ، ابوایوب انصاری، ابوسعید خدری، بلال، صہیب، براء بن عازب، سہل بن حنیف، ابورافع رضوان اللہ علیہ اجمعین ان بارہ صحابہ کو خود شیعہ بھی قابل احترام مانتے ہیں اور ان کی جلالت کے قائل ہیں تو بخاری شاہ صاحب آپ سے سوال ہے اگر بقول آپ کے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بالفرض حضرت سیدہ خاتون جنت کے جنازہ میں شریک نہیں ہوئے اور یہ بھی فرض کر لیجئے ان کی عدم شرکت بوجہ ناراضگی تھی تو ان مذکورہ بالا بارہ اصحاب کے بارے میں شیعہ حضرات کیا کہیں گے۔ کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے بھی ناراض تھیں؟ کیا ان کے بارے میں بھی سیدہ نے وصیت کر دی تھی کہ میری نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں جن میں ان کے حقیقی بیٹے امام حسن پاک اور امام حسین پاک بھی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سیدہ کی نماز جنازہ میں شرکت یا عدم شرکت رضا

مندی یا ناراضگی کی دلیل بنانا غلط ہے۔ کیا امام حسن پاک، امام حسین پاک اور عبداللہ بن عباس سے بھی ناراض تھیں۔ اگر ان حضرات کی عدم شرکت ناراضگی کی بنا پر نہیں تھی تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عدم شرکت بھی اس قاعدے کے تحت نہیں آنی چاہیے۔ اس لئے اس کو ناراضگی کے اسباب میں داخل کرنا لغو اور باطل ہے۔ باقی ہم کہ سیدہ فاطمہ کا حضرت ابو بکر صدیق سے اپنی وفات تک کلام نہ کرنا بوجہ غصہ اور ناراضگی کے تھا اس کا مدلل جواب اسی کتاب کے پچھلے اوراق میں دے چکے ہیں۔

درود شریف اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد میں

واردشدہ لفظ آل سے کون کون مراد ہیں

آل اور اولاد کے الفاظ عام طور پر ایک ہی معنی میں بولے جاتے ہیں مگر ان میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

۱......آل کے معنی یعنی آل محمد سے مراد حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ آل محمد میں امت کو بھی شامل کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ والامۃ المومنون الذین صدقوا ما جاءبہ من عنداللہ المتمسکون بالثقلین کہ مومنوں کا گروہ بھی جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی وحی اور شریعت کی تصدیق کی ہے اور ثقلین سے تمسک کیا ہے آل محمد میں شامل ہیں۔ تفسیر صافی شیعی زیر آیت ان اللہ اصطفی آدم و نوحاً سورۃ آل عمران

۲......اعلم ان آل الرجل فی الخۃ العرب ھم خاصۃ الاقربون الیہ وخاصۃ الانبیاء والھم ھم الصالحون العلماء باللہ من المومنین جان لو کہ عربی زبان میں ایک آدمی کی آل سے مراد اس کے خاص اقارب ہوتے ہیں۔ مگر انبیاء کے خواص اور ان کی آل مومنوں میں سے صالح علماء باللہ ہوتے ہیں۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ ۵٦۰ نوٹ: شیخ اکبر ابن عربی کو مجالس المومنین میں ان کے نام کے ساتھ قدس سرہٗ کے لقب سے ملقب کیا ہے۔

۳......قرآن پاک میں ارشاد خداوندی و آغرقنا آل فرعون ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا۔ آل فرعون سے مراد پیروان فرعون مراد ہیں۔ اس لئے کہ فرعون کے اولاد نہ تھی اور فرعون کے تمام فرماں بردار غرق کیے گئے اور دیکھو حضرت نوح علیہ السلام کا خاص صلبی بیٹا جو فرماں بردار نہ تھا۔ ا

س کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انه ليس من اهلك یعنی اے نوح وہ تمہاری آل سے نہیں ہے۔

۴ ...... پیغمبروں کے مقرب لوگوں کا بیان جناب علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا بے شک انبیاء سے زیادہ قرابت رکھنے والے وہ ہیں جو ان کی شریعت کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ابراہیم سے زیادہ قرابت رکھنے والے وہ ہیں جنہوں نے ابراہیم کی پیروی کی اگرچہ ان کو نسبتی تعلق ابراہیم سے نہ ہو۔ پھر جناب امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا قال ان ولی محمد من اطاع الله وان بعدت الحمته' وان عدو محمد من عصی الله وان قربت قرابته' کہ محمد کا قرابت والا وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرنے۔ اگرچہ اس کا نسب جدا ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے اگرچہ اس کی قرابت قریب ہو، یعنی خاندانی رشتے سے چاہے کتنے ہی قریب ہوں ثبوت نمبر ا پاک امام جعفر صادق نے امت کو شامل آل فرمایا۔ مومنوں کو جو آنحضرت کی وحی اور شریعت کی تصدیق کی اور ثقلین سے تمسک کیا وہ آل محمد شامل ہیں۔ شاہ صاحب بخاری خدارا غور کرو۔ اگر آل محمد وہی ہے جن پر صدقہ حرام ہے۔ باقی تمام شیعہ حضرات سے کوئی مومن نہیں بلکہ منہ مُن ہیں۔ ان کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر ایمان ہے تو مومن ہوئے اور بفرمان امام جعفر صادق آل میں داخل ہیں۔ شیعہ حضرات اب فیصلہ تم پر ہے۔ ہم نے از روئے قرآن اور امام جعفر صادق کے فرمان اور مولا علی المرتضیٰ کے کلام مندرجہ بالا نہج البلاغۃ حصہ سوم ملفوظات صفحہ ۸۷ سے ثابت کر دیا کہ درود شریف میں وارد شدہ لفظ آل سے آنسرور عالم کی امت کے نیک اور پاک سیرت متبعین مراد ہیں اور اسی طرح نیک اور پاک سیرت اولاد بھی آل محمد سے ہر وہ فرد جو شریعت مطہرہ کی پابندی نہ کرے اور صوم وصلوٰۃ اور دیگر فرائض کا تارک ہو علوم شریعہ سے نابلد ہو خواہ وہ اولاد رسول ہو یا نہ ہو آل سے خارج ہوگا۔

سفر ہجرت میں ابوبکر صدیق یار غار رضی اللہ عنہ نے اپنا تن من دھن اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا

۱ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر سے بحکم پروردگار حضور صلی اللہ علیہ وسلم بوقت ہجرت اپنے ساتھ لائے تھے۔ شیعہ کا یہ کہنا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بعد میں پیچھے سے آملے تھے۔ ان کی

یہ بات سفید جھوٹ سے بھی کچھ اونچی چیز ہے۔ غالی شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۳۶۰ پر لکھا ہے۔ ترا امر کردہ است کہ ابوبکر صدیق را ہمراہ خود ببری، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ ابوبکر کو ہمراہ لے کر چلیں۔

۲...... جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا امرت ان تستعحب ابابکر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ابوبکر صدیق کو ہجرت کیلئے اپنے ساتھ لے جانا۔ (بحار الانوار جلد ۱۹ صفحہ ۸۱ باب الہجرۃ) تفسیر امام حسن عسکری صفحہ ۲۳۱) آگے انہیں دو کتابوں کی روایت پڑھیے۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے ابوبکر! کیا تم اس بات کے خواہش مند ہو کہ جس طرح کفار و مشرکین بوجہ تبلیغ مجھے ڈھونڈتے پھرتے ہیں اسی طرح تم اُن کو مطلو ہو جاؤ۔ وتعرف بانك انت الذی تحملنی علی ما ادعیہ فتحمل عنی انواع العذاب اور وہ بخوبی جان جائیں کہ میری ان تبلیغی باتوں کا متحرک تم ہی ہو۔ پھر تم مختلف مصائب و تکالیف (میں میری طرف سے) پڑ جاؤ۔ یہ سن کر قال ابا بکر یا رسول اللہ اما انا لمعشت عمر الدنیا اُعذب فی جمیھا اشد عذاب لا ینزل علی موت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر مجھے تا قیامت عمر عطا ہو اور اتنی لمبی عمر لگا تار دکھوں اور مصیبتوں میں رہوں نہ آرام کی موت آئے اور نہ ہی کسی قسم کی راحت نصیب ہو اور یہ سب سختیاں اور دکھ صرف آپ کی محبت کی پاداش میں ہوں تو سب کچھ عزیز ہے۔ میں اس کے بدلے زندگی کی خوشگواری کبھی قبول نہیں کروں گا۔ وانا مالك لجمیع ممالك ملوکھا فی مخالفتك وھل انا ومالی وولدی الا فداءَ ك اور اگر مجھے تمام دنیا کے بادشاہوں کی حکومتیں مل جائیں۔ لیکن صرف آپ کی مخالفت کی بنا پر تو میں اُسے ٹھوکر مار دوں گا۔ حضور میں، میری اولاد اور میرے والدین اور سب کچھ آپ پر قربان۔ یہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے ابوبکر! اللہ نے مجھے تیرے قلب کی گہرائیوں میں بستے خیالات سے آگاہی فرمادی ووجدما فیہ موافقا لما جری البصر والراس من الجسد ومنزلۃ الروح من البدن اللہ تعالیٰ نے میرا تیرا تعلق اس طرح بنا دیا ہے جس طرح جسم انسانی کے ساتھ انکھ، کان اور سر کا تعلق ہے اور اس طرح کہ جس طرح بدن اور روح ایک دوسرے سے متعلق ہیں۔ ان حقائق کے باوجود اگر کوئی حسد و

بغض کا مارا ہذیانی کیفیت میں یہ کہتا پھرے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اُن عہد و پیماں میں بالکل مخلص نہ تھے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باندھے تو ہم کہتے ہیں جو شخص ایک ایسی حدیث صحیح کسی کتاب معتبر سے دکھادے جس میں ذکر ہو یہ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد کس وقت اور کس کے سامنے یہ فرمایا کہ ابو بکر نے مجھ سے کئے گئے وعدے نہیں نبھائے اور سفر ہجرت میں بے وفائی کا مظاہرہ کیا۔ تو اس شخص کو دس ہزار روپے انعام دیں گے۔

(بحار الانوار جلد ۱۹ صفحہ ۸۱)

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سفر ہجرت میں قربانیاں از حملہ حیدری

۱ ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا، صدیق ہجرت کیلئے تیار تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی بحکم خدا آپ کو آگاہ کر رکھا تھا۔

۲ ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں زخمی ہو گئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔

۳ ...... غار ثور کے پاس پہنچے تو سحر ہو گئی۔ صدیق نے غار کے اندر جا کر اسے صاف کیا، جہاں جہاں کوئی سوراخ دیکھا اپنی قمیض پھاڑ کر بند کرتے رہے، ایک سوراخ رہ گیا اور قمیض ختم ہو گئی وہاں اپنا پاؤں رکھ دیا۔

۴ ...... تین شب و روز غار میں بس دونوں رہے۔

۵ ...... صدیق اکبر کا بیٹا شام کو کھانا لاتا اور دن بھر کی خبریں بتاتا رہا اور آپ کا غلام عامر رات کو بکریاں لاتا بکریاں لاتا دودھ پلاتا اور پاؤں کے نشان مٹاتا۔

۶ ...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت صدیق اکبر کا بیٹا گھر سے دو اونٹنیاں لایا جو صدیق اکبر نے اسی غرض کیلئے تیار کر رکھی تھیں۔

اب آیئے! شیعہ کہتے ہیں حضور نے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا، لاتحزن نہی ہے اور ابو بکر کا رنجیدہ ہونا گناہ و معصیت ہے اس لئے رسول خدا نے منع فرمایا۔ یہ منع کرنا بتاتا ہے کہ ابو بکر مرتکب معصیت ہوا تھا۔ اب سوال ہے شاہ صاحب بخاری ماہر فریب کاری سے کہ ابو بکر صدیق خائف تھے تو بتاؤ اُن کو اپنی جان کا اندیشہ اور اپنے اوپر تکلیف پہنچنے کا ڈر تھا؟ یا پیغمبر صاحب کے ایذاء و مصیبت کا

خوف۔ اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جان کا خوف تھا تو شیعہ کا یہ قول جھوٹ فریب کاری اور افترا ثابت ہوتا ہے کہ وہ دشمنوں سے ملے ہوئے تھے اور راز فاش کرنا چاہتے تھے اس لئے کہ وہ کفار سے ملے ہوئے ہوتے۔ تو پھر اُن سے اُن کو کیا ڈر ہوتا۔ پھر حزن کا اطلاق اس غم پر ہوتا ہے جو اپنی ذات کیلئے نہیں بلکہ کسی دوسرے سے ہو جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق بیان ہوا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے غم سے گھلے جا رہے تھے۔

وابیضت عینہ' من الحزن اُن کی آنکھیں بوجہ غم کے سفید ہو چکی تھیں۔ چنانچہ چوٹی کے شیعہ مفسر میزان القرآن میں لکھتے ہیں۔ فرمایا خوف نہ کر جیسا تم کو تنہائی، مسافری، بے یارو مددگار ہونے کا غلبہ، دشمن کا وتعقیبھم ایاھما فان اللہ معنا اور دشمن کے تعاقب کرنے کے مشاہدہ ہو رہا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ یعنی صدیق اکبر کو اندیشہ تھا تو اس بات کا تھا کہ جس متاع دو جہاں کو رات کے اندھیرے میں کندھوں پر اٹھا کر یہاں لایا ہوں اسے کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو فرمایا لا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ' الیک وجاعلوہ من المرسلین، حضرت مریم کو فرمایا لا تحزنی قد جعل ربك تحتك سریا اب پہلی آیت کا یہ معنی کرو گے کہ والدہ موسیٰ نے معصیت کا ارتکاب کیا تو خدا نے نہی فرما دی۔ لا تخافی ولا تحزنی اور پھر ساتھ ہی کہہ دیا کہ ہم تیرے بیٹے کو تیرے پاس لوٹا دیں گے۔ کیا حضرت مریم علیہا السلام نے دوسری آیت میں گناہ کا ارتکاب کیا تو خدا نے نہی فرما دی لا تحزنی اور آگے فرمایا لا یحزنك قولھم پیغمبر خدا کو کفار کی باتوں سے رنج ہوتا تھا۔ خدائے پاک نے انکی تسلی و اطمینان کیلئے لا یحزن فرمایا۔ ہم شاہ صاحب سے پوچھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام اور خود سرورِ عالم ان تینوں کا خوف و حزن طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو خدا کا طاعت سے منع کرنا ثابت ہوتا ہے اگر معصیت تھا تو ان ہر سہ کا گناہ گار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پس اس کا کیا جواب؟ خدارا ایسی بے ہودہ اور لغو تاویلات سے توبہ کیجئے اوروں کو فریب نہ دیجئے۔

ہجرت کی رات ابو طالب کے بیٹے نے بستر رسول پر سو کر کفار کو مغالطہ میں رکھا وہ یہی خیال کرتے رہے کہ رسول خدا سو رہے ہیں۔ صبح کو معلوم ہوا کہ رسول نہیں یہ علی ہے۔ حضرت علی نے کوئی غم و ملال نہ کیا حزن بھی نہیں کیا۔ آرام سے سوتے رہے۔ یہاں بھی رسول اللہ کی حفاظت پر اپنی

جان بیچ دی اور اللہ کی مرضیاں خرید لیں۔ صفحہ 116 حقیقت اہل ذکر (جواب) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پریشانی حزن وملال ہو جس کو لاتحزن ان اللہ معنا قرآنی الفاظ سے دور کر دیا گیا۔ یعنی غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہیں۔ اس تسلی کے بعد کسی قسم کا اضطراب نہ رہا۔ کیونکہ ہمدردی اللہ تعالیٰ کے رسول کی امت اور معیت خداوند ذوالجلال کی ہو تو پھر بے چینی کہاں اور معیت باری تعالیٰ کا مژدہ بھی صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ملا۔ کسی دوسرے اُمتی کو یہ اعزاز نہ مل سکا۔ آخر یہ پریشانی ہوئی کیوں۔ تو گذارش یہ ہے کہ انسانی فطرت وطبیعت کا تقاضا یہ ہے کہ جب کسی مدمقابل یا دشمن کا غلبہ ہوتا دکھائی دے تو خوف و پریشانی آ ہی جاتی ہے۔ یہ کوئی عیب ونقص نہیں۔ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر میں آرام کرنے کا حکم دیا تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی سلامتی کا عہد لیا تھا۔ فقال علی علیہ السلام او تسلمن بمبیتی هنا لك یا نبی الله قال نعم فتبسم علی علیہ السلام ضاحکاً واهوٰی الی الارض ساجداً شكراً لما انباهُ بهِ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم سلامته جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر رات گذارنے کا حکم دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی کہ کیا آپ اس بات کی ضمانت اور سلامتی کی ذمہ داری لیتے ہیں کہ میری رات بخیر وعافیت گذر جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ مارے خوشی کے ہنس پڑے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی سلامتی کی خبر سن کر بطور شکرانہ زمین پر سجدہ ریز ہو گئے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کفار کی طرف سے خوف وحزن کا احساس رکھتے تھے۔ تبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تسلی مل جانے پر خوش ہوئے۔ اب بھی اگر کوئی حسد وبغض کا مارا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر حزن وملال کا اعتراض کرے تو ایسے سر پھرے کاذب کا کیا علاج۔ (بحار الانوار جلد ۱۹ صفحہ ۶۰)

ان ابنی هذا سیدٌ وان الله عله ان یصلح به بین فئتین من المسلمین عظمتین

(کشف الغمہ جلد اول صفحہ ۵۴۶) ابی بکرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے ارشاد فرمانے کے دوران یکایک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھ گئے۔ تو آپ نے انہیں سینے سے لگایا اور فرمایا میرا بیٹا سید ہے اور اللہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

خاتم المحدثین علامہ حسین بن محمد تقی طبرسی شیعہ نے اپنی کتاب فصل الخطاب میں شیخ علی بن

طاؤس جس کا لقب رضی الدین ہے لکھا حضرت دانیال کی کتاب الملاحم جو میرے پاس موجود ہے۔ اس میں نبی کی حکومت اور بنی تمیم اور بنی عدی کے ایک ایک آدمی کی یکے بعد دیگرے حکومت و خلافت کا اس میں ذکر تھا اور یہ دونوں (خلیفوں) حضرت علی سے پہلے ہوں گے۔ جب ان دونوں نے کتاب دانیال میں رسول اللہ ﷺ کی صفت دیکھی اور اپنی صفات اپنے آپ میں دیکھیں تو اسلام لے آئے اور حضور کے تابع ہو گئے اس خلافت کیلئے جس کا ذکر حضرت دانیال نے کیا تھا۔

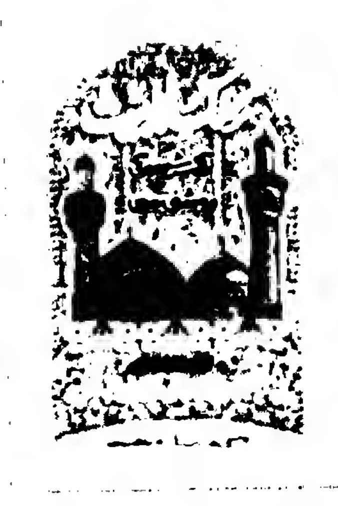
(فصل الخطاب صفحہ ۱۷۶)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب خلافت سنبھالی تو اپنے لئے بیت المال سے خود وظیفہ مقرر کیا جو تین درہم روزانہ تھا۔ الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ از سید ابوالقاسم کوفی صفحہ ۲۲، خلیفہ رسول کا وظیفہ تین درہم یومیہ مقرر ہوتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے اتنے وظیفہ سے خلیفۃ الرسول نے کتنی جائیداد بنائی ہوگی، کتنے محل تعمیر کیے ہوں گے۔ آغاز خلافت کا حال تو آپ نے دیکھ لیا اب اس جان نثار رسول اور جان نثار اسلام کے عہد خلافت کا نقشہ بھی دیکھئے۔

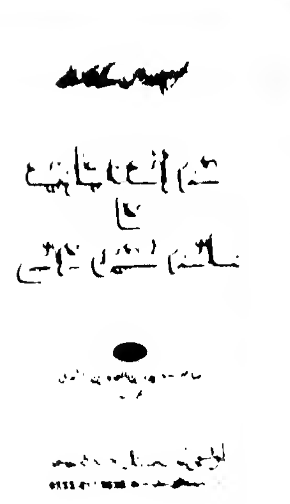
"ان ابابکر مات ولم یخلف درھما ولا دینارا" ابوبکر دنیا سے رخصت ہوئے تو ورثہ میں ایک دینار بلکہ ایک درہم بھی نہ چھوڑا۔ (درۃ النجفیہ شرح نہج البلاغۃ) ہائے کتنے دلیر ہیں وہ لوگ جو یہ بات کہنے میں شرم محسوس نہیں کرتے کہ یہ شخص حکومت کے لالچ کی وجہ سے اسلام لایا، اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور فہم عطا کرے۔

قابل مطالعہ کتابیں









محمدیہ رضویہ فاروقیہ شادیوال (گجرات)